دفاع کشمیر

شایع کردہ

پبلی کیشنز بیورو — نظامت اطلاعات — حکومت اتر پردیش

لکھنؤ

منجانب وزارت اطلاعات و نشریات، حکومت ہند

[دفاع کشمیر حکومت ہند کی شائع کردہ انگریزی کتاب
Defending Kashmir کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ
پبلیکیشنس بیورو نظامت اطلاعات حکومت اتر پردیش کی
نگرانی میں کیا گیا ہے۔]

قیمت پانچ روپیہ ۵ر

۱۹۴۹ء

دفاعِ کشمیر

"جنگ نوشہرہ کے ہیرو"



بریگیڈیر محمد عثمان جو جھنگر کی لڑائی میں ۳-۴ جولائی کی رات میں کام آئے۔

دفاع کشمیر

نصب العین کی پاکیزگی، عمل کی بے لوثی، ایک بے مثال جذبہ حب الوطن، عناصر فطرت کو تسخیر کرنے والا یقین و اعتقاد اور سب سے بڑھ کر مظلوم دوستی اور زیر دستوں کی حمایت کے احساس شدید نے جموں اور کشمیر میں ہندستان کی مسلح فوجوں کی مہم کو ایک متبرک جنگ بنا دیا تھا۔

ہندستان نے ریاست کے عوام اور مہاراجہ کی فوری امداد کی درخواست پر کشمیر میں مداخلت کی۔ اس میں نہ تو جذبہ خود نمائی کو کوئی دخل تھا اور نہ جذبہ حصول مملکت کو۔ ابتدا ہی میں ہندستان نے ازخود اس بات کا ساری دنیا میں اعلان کر دیا تھا کہ جموں اور کشمیر میں امن و امان قائم ہوتے ہی الحاق ریاست کے اہم مسئلہ پر رائے عامہ حاصل کی جائے گی اور ہندستان رائے عامہ کے اس فیصلہ پر کاربند ہوگا۔

اگرچہ پہلے سے کسی قسم کی منصوبہ بندی نہیں کی گئی تھی لیکن

صرف چوبیس گھنٹے کی نوٹس پر ہندستانی فوج اور ہوائی بیڑا کشمیر کے میدان عمل میں آگیا اور شدید سے شدید مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ فوج اور ہوائی بیڑے پر ملک اور حکومت کی جانب سے ایک فرض عائد ہوتا تھا جس سے انھیں عہدہ برآ ہونا تھا۔ ان کو ریاست کے سیاسی مستقبل سے کوئی علاقہ یا سروکار نہ تھا۔ ان کی نظر تو اپنے موجودہ اور فوری فرائض پر تھی اور ہندستانی فوج اور ہوائی بیڑے کے افسر اور جوان کشمیر پہنچتے ہی ان فرائض کی انجام دہی میں مشغول ہو گئے۔

آزاد ہندستان کی پہلی فوجی مہم نے ہندستان کی مسلح افواج کی شہرت میں چار چاند لگا دئے۔ اس شہرت کی بنیاد اس اعلیٰ ضبط و نظم، فرض کے قوی احساس، صحیح عمل اور بے لوث خدمت۔ مختصر یہ کہ دھرم اور فرض کے اس تصور پر تھی جس کی تعلیم کرشن جی نے کرکشیتر کے میدان جنگ میں ارجن کو دی تھی۔

فہرست



حملہ کے بعد سری نگر میں پہلی بار تقریر کرتے ہوئے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا "ہندستان اس وقت تک جنگ کرے گا جب تک کہ آخری حملہ آور بھی کشمیر سے باہر نہیں نکال دیا جاتا"۔

دیباچہ

ہندستان کی تاریخ آزادی کی صبح اول یعنی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ریاست جموں وکشمیر کی حیثیت اور تمام ہندستانی ریاستوں سے جداگانہ اور ناقابل رشک نظر آرہی تھی۔

دوسری ہندستانی ریاستوں کو متصل ڈومی نین سے ملحق ہو جانے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہ تھا لیکن ریاست جموں وکشمیر تو ہندستان اور پاکستان دونوں سے متصل تھی۔

جغرافیائی حیثیت سے دونوں ملکوں کے بیچ میں جاپڑنے اور دونوں کے ہم سرحد ہونے کی وجہ سے اور دونوں ڈومی نینوں کے ساتھ اپنی اقتصادی اور سیاسی وابستگی کے متضاد محرکات کی بنا پر ریاست جموں وکشمیر کے لئے کوئی قطعی فیصلہ کرنا ناممکن ہو گیا اور اس نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے کہ وہ دونوں ڈومی نینوں میں سے کس کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ کرے مہلت مانگی۔

مہاراجہ جموں وکشمیر نے الحاق کے فیصلے کو معرض التوا میں ڈال کر ریاست کی سابقہ حیثیت باقی رکھنے کے لئے پاکستان کے ساتھ فوراً ایک عارضی سمجھوتہ کرلیا۔

دہلی کی ایک پریس کانفرنس میں جو اوائل اکتوبر ۱۹۴۷ء میں منعقد ہوئی تھی ریاست کی سب سے بڑی اور سب سے بااثر سیاسی جماعت کے قائد شیخ محمد عبداللہ نے ہندستان اور پاکستان سے اپیل کی کہ وہ الحاق کے اہم مسئلہ پر ریاست کے باشندوں سے فیصلہ کرانے میں عجلت سے کام نہ لیں۔ انھوں نے کہا کہ ان کا اولین مقصد ریاست میں ایک ذمہ دار حکومت قائم کرنا ہے اور وعدہ کیا کہ اس مقصد کی تکمیل کے بعد وہ الحاق کے مسئلہ پر عوام کا فیصلہ معلوم کریں گے اور دیانت داری کے ساتھ اس پر عامل رہیں گے۔

اس طرف شیخ عبداللہ اس نقطہ نظر کی اشاعت دارالسلطنت ہند میں کر رہے تھے اور دوسری طرف ان کے سفیر اور نیشنل کانفرنس کے ایک قائد جی۔ ایم۔ صادق صاحب (جو آجکل شیخ عبداللہ کی حکومت میں ایک وزیر ہیں) اس غرض سے لاہور گئے کہ وہاں مسلم لیگ کے رہنماؤں سے کشمیری عوام کے اس استدلال کی معقولیت کو تسلیم کرائیں جسے

شیخ عبداللہ نے پیش کیا تھا۔

حکومت ہند نے شیخ عبداللہ کے نقطہ نظر کو تسلیم کر لیا اور ساتھ ہی ساتھ ریاست میں ایک عوامی اور ذمہ دار حکومت کے لئے ان کے مطالبے کی حمایت بھی کی۔ اس سے پہلے بھی کانگریس نے ریاست میں سدھار کے لئے شیخ عبداللہ اور ان کی نیشنل کانفرنس کی جدوجہد کی ہمیشہ تائید کی تھی۔

اس کے برخلاف پاکستان کو اس بات کی عجلت تھی کہ کشمیر الحاق کا مسئلہ جلد از جلد اس کے حق میں طے کر دے۔ تقسیم کے چند ہی روز بعد ریاست پر اقتصادی دباؤ ڈالا جانے لگا اور عارضی معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکستان نے پٹرول، نمک، شکر، کپڑے اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزوں میں جو اس سے کشمیر کو ملتی تھیں زبردست تخفیف کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست کی سرحدی چوکی ڈومیل پر محصول درآمد ... ۳ روپے یومیہ سے گھٹ کر صرف چند سو روپے رہ گیا۔

حملہ کی ابتدا

اقتصادی دباؤ کے ساتھ ساتھ سرحد پر پاکستانی حملہ آوروں کے دھاوے بھی زیادہ ہونے لگے۔ ۳ ستمبر کو جموں کے جنوب مشرق میں سرحد کا پہلا واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد سے تقریباً روزانہ حملہ آور سرحد پر ادھر اُدھر دھاوا کر کے اندر گھس آتے۔ آخر کار انھوں نے ۲۰ اکتوبر کو کشمیر پر ڈومیل سڑک کے کنارے کنارے پوری طاقت سے حملہ کر دیا۔ حملہ آوروں کے منظم اور مسلح جتھوں نے جموں کے سرحدی مواضعات میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا جو بازار گرم کیا اس کی وجہ سے ریاست کی پولیس اور فوج پر کافی بار پڑا اور اسے کئی کئی حصوں میں بٹ جانا پڑا۔

ستمبر کے آخر تک سرحد کی یہ وارداتیں تعداد، شدت، اور وسعت کے اعتبار سے بڑھتی ہی گئیں۔ یہاں تک کہ ان کی نوعیت ایک کثیر المحاذ حملہ کی ہو گئی۔

یوم یلغار (۲۰ اکتوبر) تک ریاست کے دفاع میں بڑے بڑے رخنے پڑ چکے تھے، ریاستی فوجوں میں انتشار پیدا ہو چکا تھا اور وہ سارے جموں جگہ جگہ محصور ہو چکی تھیں۔

ان حملوں میں جس فوجی حکمت عملی اور جنگی چالوں سے کام کیا جا رہا تھا اس سے پتہ چلتا تھا کہ ان کے پیچھے ماہرین جنگ کے دماغ کام کر رہے ہیں۔ غالباً حملہ کا نقشہ تیار کرنے والوں کو اپنی جگہ یہ اطمینان تھا کہ اس وقت ہندستان جو خود اندرونی خلفشار سے دوچار ہے اور جہاں

جوناگڑھ اور حیدرآباد کے مسائل کا کوہ آتش فشاں پھٹنا ہی چاہتا ہے۔ وہ کشمیر کے معاملہ میں نہ تو مداخلت کر سکتا ہے نہ کریگا بلکہ وہ اس کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔

ان کا خیال تھا کہ اگر ہندستان نے کشمیر کی مصیبت اپنے سر مول ہی لے لی تو فوجی نقل وحرکت کی دشواریوں اور زبردست قدرتی رکاوٹوں کی وجہ سے اسے شکست اٹھانا پڑے گی۔ ہندستان اور کشمیر کے مابین کوئی قابل ذکر سڑک بھی نہ تھی۔ فضائی راستے سے بھی ہندستانی فوج کے مستقر دہلی سے سری نگر ۰۰۰ ۵ میل دور تھا۔ اس پر مستزاد تھا کشمیر کا حوصلہ شکن موسم سرما جو سر پر آپہنچا تھا۔

حملہ آوروں کا یہ خیال تو بیشک صحیح تھا کہ ہندستانی فوجوں کی راہ میں زبردست رکاوٹیں حائل تھیں۔ مگر ان کی یہ قیاس آرائی کہ ان رکاوٹوں کی وجہ سے ہندستانی فوجوں کے عزم وارادے میں فرق آجائے گا ناعاقبت اندیشی پر مبنی تھی۔

عناصر سے جنگ

جموں اور کشمیر میں ہندستانی فوجوں اور ہوابازوں کو حملہ آوروں کے علاوہ اور بھی دشمنوں سے لڑنا پڑا۔ ان کی اصل لڑائی عناصر کے خلاف تھی۔ دشمنوں سے جنگ تو کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آزاد ہند کی مسلح فوجوں کی ٹریننگ کے لئے یہاں سے بہتر اور موزوں کوئی دوسری جگہ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ حالات اور موقع ومحل کے اعتبار سے کشمیر کی جنگ کے مقابلے میں گذشتہ جنگ عظیم میں اراکان اور آسام کی مہمیں محض کھیل تھیں۔

شمال میں زوجی لا اور گریس کے علاقہ میں قطب شمالی کے سے حالات تھے۔ مغرب میں اوڑی کے آس پاس ایک پہاڑی کے بعد دوسری پہاڑی پر جنگ کرنا پڑی۔ جنوب میں جھنگر کے تاریک جنگل تھے۔ غرض ہندستانی فوجوں کو کشمیر اور جموں میں مختلف خطوں اور مختلف آب وہوا کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ان کی سب سے بڑی جنگ تو یہاں کے ان تنگ اور ناقابل عبور راستوں سے تھی جنہیں بارش دلدل میں تبدیل کر دیتی اور برفباری ناقابل گذر بنا دیتی۔ پھر پہاڑی چٹانیں کٹ کٹ کر گویا یہ کوشش کرتیں کہ ان سڑکوں کا نام ونشان ہی باقی نہ رہے۔

بیکڑوں پیچ وخم کھاتی ہوئی دو سو میل لمبی جموں۔ کشمیر سڑک وادی کشمیر میں شہریوں اور فوجیوں کے لئے آمد ورفت اور نقل وحمل کا تنہا وسیلہ تھی۔ اس دشوار گذار پر از خطرات سڑک کو خراب سے خراب موسم میں بھی قابل گذر رکھنا فوجی انجنیروں اور 'سفر مینا' دستوں کا حیرت انگیز

کارنامہ ہے ۔ یہ ان ہی کی محنت جانفشانی اور کارکردگی کا نتیجہ ہے کہ آج سیکڑوں ٹن سامان کی نقل و حمل اس سڑک سے روزآنہ ہوتی ہے ۔

اوڑی کے علاقہ میں جنگ کا مطلب تھا آٹھ آٹھ دس دس ہزار فٹ بلند پہاڑی سلسلوں کے نشیب و فراز میں اور چوٹیوں پر جنگ ۔ اس علاقہ میں سڑک کے کسی ٹکڑے کو صاف کرنے کے معنی یہ تھے کہ ان دشمنوں کا صفایا کر دیا جائے جو سڑک کی دونوں جانب بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر بیٹھے ہوئے تھے ۔ یہاں پہل کرنے کے لئے ان چوکیوں کی صفائی ضروری تھی ۔

جاڑوں میں یہ پہاڑ برف سے ڈھکے رہتے ہیں اس کے باوجود ۱۹۴۷ء کے موسم سرما میں ہندوستانی فوج کے سپاہی موریچوں پر جمے رہے ۔ ان میں بہت سے تو ایسے تھے جنھوں نے اس سے پہلے کبھی برف کی صورت بھی نہ دیکھی تھی اور مسلسل برفباری کی وجہ سے مرض کہرزدگی میں مبتلا ہو گئے تھے ۔ پھر بھی یہ نگہبانی کے فرائض انجام دیتے رہے اور دشمن وادی کشمیر میں در آنے کے لئے جو لگاتار حملے کر رہے تھے ان کو ہمت و استقلال کے ساتھ رد کرتے رہے ۔

کچھ دور آگے شمال میں زوجی لا اور گریس کے ادگرد جنگی نقطۂ نظر سے قطب شمالی کی سی کیفیت تقریباً سال بھر رہتی ہے ۔ کشمیری زبان میں "زوجی" کے معنی برف کا شدید طوفان اور "لا" کے معنی درہ کے ہیں اس طرح "زوجی لا" کے معنی ہوئے ایک ایسا درہ جہاں برف کے شدید طوفان آتے رہتے ہیں ۔ یہاں ہماری چوکیاں ۱۶ اور ۱۷ ہزار فٹ بلند پہاڑوں پر قائم تھیں ۔ ہمیشہ برف سے ڈھکے ہوئے ان پہاڑوں پر رہنا ہمارے جوانوں کے لئے ایک نیا اور عجیب تجربہ تھا ۔

اس بلندی پر پہنچنے کے بعد سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے اور لوگ اکثر درد سر میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔ یہاں سردی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ چاے کی تیاری میں تین گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں ۔ چار گھنٹے میں آلو صرف آدھا اُبل پاتا ہے اور چپاتی پکانے میں ایک گھنٹہ لگ جاتا ہے ۔ چاول دال اور گوشت پکانا تو ناممکن ہی ہے ۔

جب کبھی موسم اچھا ہوتا پکا ہوا کھانا نیچے مستقر سے ان چوکیوں تک پہنچایا جاتا ۔ یہاں ہماری فوجوں تک سامان اور رسد کے پہنچنے کا واحد ذریعہ خچر اور قلی تھے جو پگڈنڈیوں اور تنگ رہگزاروں سے ہو کر یہاں تک پہنچ پاتے تھے ۔

شمال مشرق میں دور افتادہ لداخ کی راجدھانی لیہہ تک پہنچنے کے لئے ایک مہینہ پیدل یا خچروں



آنریبل سردار بلدیو سنگھ وزیر دفاع ایک گارڈ آف آنر کا معائنہ کر رہے ہیں جو کشمیر میں
ایک بٹالین نے پیش کیا

ہندستانی سپاہیوں کا پہلا دستہ جو بذریعہ ہوائی جہاز سری نگر بھیجا گیا
غیر فوجی لاریوں میں محاذ جنگ کو روانہ کیا جا رہا ہے



کشمیر کی



سپہ سالار افواج ہند
جنرل کے۔ایم۔کری اپا۔
جو اس وقت مغربی
کمان کے جی۔او۔سی
ان۔سی تھے۔



لفٹی ننٹ ایس۔ایم۔
سری نگیش جی۔
او۔سی۔ان۔سی۔
مغربی کمان جو
اس وقت پانچویں
کور کے کمانڈر تھے۔







(داہنی جانب) میجر جنرل کلونت سنگھ جو اکتوبر ۴۷ء سے مئی ۴۸ء تک کشمیر اور جموں فوجوں کے کمانڈر رہے (بیچ میں) میجر جنرل کے۔ایس۔تھمیا جی۔او۔سی ۱۹ ویں ڈویزن سری نگر (بائیں جانب) میجر جنرل آتما سنگھ جی۔او۔سی ۲۶ ویں ڈویزن جموں۔



بریگیڈیر ایل۔پی۔سین جنھوں نے ۴۸-۱۹۴۷ء کے
موسم سرما میں حملہ آوروں کے سیلاب کو روک دیا۔



بریگیڈیر یدھوناتھ سنگھ جنھوں نے پونچھ کی "اتصالی"
کارروائی میں ہماری فوجوں کی کمان کی

داعی جنگ کے رہنما



بریگیڈیر کے۔ایل۔اٹل
جو زوجی لا کے معرکہ میں
ہندستانی دستوں کے
کمانڈر تھے



بریگیڈیر ہربخش سنگھ جو ٹٹوال میں ہماری
فوجوں کے کمانڈر تھے



"معرکۂ پونچھ کے ہیرو"
بریگیڈیر پریتم سنگھ



ایک سنتری جموں کے ہوائی اڈے کا پہرا دے رہا ہے

سے سفر کرنا پڑتا ہے۔ پھر یہ پہاڑی راستے نہایت دشوار گذار بھی ہیں۔ لیہہ تک فضائی پرواز میں برف سے بچاؤ اور آکسیجن کے آلات کا ساتھ ہونا بہت ضروری ہے۔ اس علاقہ میں فضائی نقل و حرکت کیلئے جہازوں کو انتہائی بلندی پر پرواز کرنا پڑتا تھا اور اگرچہ ہمارے ہوائی جہاز بہت زیادہ بلندی پر پرواز کرنے کے لئے موزوں نہ تھے پھر بھی شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ہوابازوں نے سامان اور رسد رسانی کا سلسلہ کسی وقت منقطع نہ ہونے دیا اور کامیابی کے ساتھ ہمالیائی موسم کی صعوبتوں کا مقابلہ کر کے ہمت و جرأت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

کوہ ہمالیہ کے دامن میں صوبہ جموں تیز رفتار چشموں کی آماج گاہ ہے۔ یہی چشمے آپس میں مل کر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریائے سندھ کو باعظمت بنا دیتے ہیں۔ یہاں چشموں، گھاٹیوں اور چھوٹی چھوٹی ندیوں کا جال سا بچھا ہوا ہے اور گھنے جنگلوں، سنگریزوں سے بھرے ہوئے ٹیلوں اور گنجان جھاڑیوں کی بہتات ہے جن میں روپوشی کے بہت زیادہ مواقع ہیں۔ برسات میں وسیع علاقے بارش کی وجہ سے دلدل بن جاتے ہیں۔

ہندستانی فوج نے یوں تو ان تمام قدرتی رکاوٹوں اور نقل و حمل کی دشواریوں کو سر کر کے حیرت انگیز فوجی کارنامے کی ایک مثال قائم کر دی لیکن جموں اور کشمیر کے عوام میں ہندستانی فوج کی ہر دلعزیزی کا سبب کچھ اور ہے جہاں کشمیری ہمیشہ اس جنگ کو امتنان و تشکر کے ساتھ یاد رکھیں گے جو ہندستانی فوج نے کشمیر میں امراض اور وباؤں کے خلاف جاری رکھی وہیں وہ ریاست اور اس کے دور افتادہ حصوں میں جدید قسم کے سڑکوں کے اس بچھے ہوئے جال کو بھی نہیں بھول سکتے جس کی بدولت ریاست کے باشندوں پر ترقی کی راہیں کھل گئی ہیں۔ یہ سڑکیں ہماری فوجوں کی ایک مستقل یادگار بن چکی ہیں۔

کشمیر کی خوش نصیبی

وادی کشمیر اور جموں میں سڑکوں کی تعمیر سب سے زیادہ مزدوروں کے لئے مالی منفعت کا ذریعہ بنی۔ سر بفلک پہاڑوں پر گاڑیوں کی آمد و رفت کے لئے سو میل سے زیادہ لمبی سڑک اور ٹٹوؤں کی آمد و رفت کے لئے اتنے ہی لمبے راستے جن کی تعمیر پر ۴ر۱۳ کروڑ روپے صرف ہوئے ہیں کشمیریوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ بن گئے ہیں۔

اس کے علاوہ نئی اور بہتر سڑکیں، جدید قسم کے تار اور ٹیلیفون کے وسیلے اور ہر موسم میں کام آنے والے دو ہوائی اڈے وہ مزید نعمتیں ہیں جو جموں اور کشمیر میں ہندستانی فوجوں کی موجودگی سے وہاں کے باشندوں

کو مستقل طور پر بدل گئی ہیں۔

وادیٔ کشمیر میں سرمائی پڑاؤ کی تعمیر پر ہندستانی فوج نے ۵۰ لاکھ روپئے صرف کئے۔ اس میں سے ۳۰ لاکھ روپئے مقامی مزدوروں کو اجرت میں ملے۔ بقیہ رقم مقامی لکڑی کی خریداری پر صرف کی گئی۔

ہندستان کی مسلح فوجوں کی آمد سے حملہ آوروں کی پسپائی کے ساتھ ساتھ ایک طرف پُر امن حالات پیدا ہوتے گئے اور دوسری طرف ریاست کی صنعت وحرفت رفتہ رفتہ بحال ہوتی گئی اور بعض صنعتوں کو تو فروغ بھی ہوا۔ ریاست کی حکومت نے حکومت ہند کی مدد سے وسائل نقل وحمل کی ازسرِ نو تنظیم کی اور مخصوص اقدامات کرکے ریاست کی اشیائے برآمد کی تجارت کو ترقی دی۔

سنہ ۱۹۴۸ء میں ریاست کے ریشم کے کارخانوں میں تا حدِ استعداد کام کیا گیا اور ۲۰ لاکھ گز ریشمی کپڑا تیار ہوا۔ اس سے قبل سالانہ اوسط صرف چار لاکھ گز تھا۔ اب تک کشمیر سے اوسطاً ۱۱۷۵ من سالانہ کچا ریشم باہر بھیجا جاتا تھا لیکن گذشتہ سال نہ صرف ریاست میں پیدا ہونے والا سارا کچا ریشم ریاست کی ملوں کے مصرف میں آگیا بلکہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے یہ ملیں مزید ریشم باہر سے درآمد کرنا چاہتی تھیں۔

کشمیر پر حملہ کے بعد سے جو سنہ ۱۹۴۷ء میں ہوا ریاست کی صنعت جنگلات کو زبردست دھکا پہنچا اور لکڑیوں کی برآمد سے جو آمدنی ہوتی تھی اس میں زبردست کمی ہوگئی۔ لیکن سنہ ۱۹۴۸ء میں ۹۶۵۰۰۰ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جن کی ناپ ۳۶۹۰۰۰ مکعب فٹ اور قیمت ۱۲ کروڑ روپئے تھی جموں پٹھان کوٹ سڑک سے باہر بھیجے گئے۔

سنہ ۴۵-۱۹۴۴ء میں ۲۹۰۸۱۰۰۰ روپئے کے پھل ریاست سے باہر بھیجے گئے لیکن سنہ ۱۹۴۸ء میں ۶۵ لاکھ روپئے کے پھلوں کی برآمد ہوئی۔ اونی، کارچوبی اور دوسرے پُرتکلف سامان دھات کی مصنوعات اور دیسی ادویات کی برآمد میں بھی بہت کچھ اضافہ ہوا۔ جہاں تک درآمد کا تعلق ہے مقامی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی مقدار میں نمک چائے اور کپڑا درآمد کیا گیا۔

ان سب سے بالاتر فوجی جوانوں کے اعلیٰ احساس فرائض اور ضبط ونظم نیز مقامی باشندوں کے ساتھ ان کے دوستانہ اور ہمدردانہ برتاوے نے ہندستانی فوج کو عوام میں بےحد ہر دلعزیز بنا دیا۔

جنگ بند ہونے کے بعد اوڑی کے علاقہ میں ایک دیہات سے ایک ہندستانی بٹالین کی واپسی کے موقع پر کشمیری عوام نے جن جذبات کا اظہار کیا وہ ہندستانی فوجوں اور وہاں کے باشندوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کا ایک کھلا ہوا ثبوت تھا۔ الوداعی مناظر انتہائی دلدوز تھے۔ بٹالین کی واپسی کی

اطلاع پاکر وہاں کے رہنے والے افسر کمانڈنگ کے پاس آئے۔ انکے چہرے اداس اور دل غمگین تھے۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے انھوں نے افسر کمانڈنگ سے التجا کی کہ آپ ہمیں چھوڑ کر نہ جائیں۔ ایک عام الوداعی جلسے میں ان کے ترجمان نے افسر کمانڈنگ سے کہا کہ آپ نے ہمارے تحفظ اور پُرامن زندگی کے لئے جو کچھ کیا ہے اس کے لئے ہم سب ہندستانی فوج کے شکر گذار ہیں اور اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

جب کوئی علاقہ حملہ آوروں کے چنگل سے آزاد کرایا جاتا تو ہندستانی فوجیں دیہاتوں میں امن و امان قائم کرنے اور وہاں کے لوگوں کو ازسرنو آباد کرنے میں مشغول ہو جاتیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ فصلیں کاٹنے میں بھی دیہاتیوں کا ہاتھ بٹاتیں، انھیں بیماریوں اور وباؤں سے محفوظ رکھتیں اور ان کے لئے کام مہیا کرتیں۔ محصور پونچھ میں انھوں نے پناہ گزینوں کو اپنے حصّہ کے راشن اور ان کے بچوں کو ڈبوں کے دودھ تک تقسیم کر دئے۔

عوامی حکومت

کشمیر پر پہلا حملہ ہونے کے بعد وہاں کا سارا نظام حکومت درہم برہم ہو گیا تھا ہندستانی فوجوں نے ایک طرف تو حملہ آوروں کو بھگا کر امن وامان قائم کیا اور دوسری طرف سینہ سپر ہو کر ریاست میں ایک عوامی حکومت کا سنگ بنیاد رکھنے کے مواقع فراہم کئے۔ نظام حکومت کے برہمی سے جو خلا پیدا ہو گیا تھا اسے شیخ عبداللہ اور ان کی نیشنل کانفرنس نے پُر کیا اور اس طرح ریاست کی تاریخ میں پہلی بار ایک عوامی حکومت نے جنم لیا۔

کشمیری عوام شیخ عبداللہ کے گرد جمع ہو گئے، اور شہری امن وامان برقرار رکھنے کے لئے انھوں نے رضاکارانہ جماعت قائم کی اور حملہ آوروں کے مقابلہ میں اپنے گھر بار اور جان ومال کی حفاظت کیلئے تیار ہو گئے۔ یہ ایک فیصلہ کن ہفتہ تھا۔ اس میں سری نگر کے باشندوں نے جس استقلال، اعتماد نفس اور تنظیم کا مظاہرہ کیا وہ عوام پر شیخ عبداللہ کے اثر اور کشمیریوں کے اس عزم کی بین دلیل تھی کہ اگر ضرورت پڑ گئی تو ملک کے بچانے کے لئے حملہ آوروں کا خالی ہاتھوں بھی مقابلہ کریں گے۔

اس بے اطمینانی اور انتشار کے زمانہ میں شیخ عبداللہ نے جو عارضی حکومت قائم کی تھی وہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک باقاعدہ اور منظم حکومت بن گئی ہے جسے عوام کا پورا اعتماد حاصل ہے اور جو جنگ کے پیدا کردہ غیر معمولی حالات میں بھی ترقی اور سدھار کی کوششوں میں برابر مصروف ہے۔

کشمیر کے مطلق العنان مہاراجہ کی حیثیت اب صرف ایک آئینی صدر کی رہ گئی ہے۔

گرمیوں کی تمازت آفتاب اور جاڑوں کی برف باری میں ۱۵ مہینے کی شدید جنگ کے بعد ہندستانی فوجیں وادیٔ کشمیر کو حملہ آوروں سے بچانے، شمال مشرق میں بدھی صوبہ لداخ کو محفوظ کردینے، صوبہ جموں کے بیشتر حصہ کو دشمنوں سے آزاد کرانے اور حملہ آوروں کو سرحدی علاقے تک جس میں میرپور، پونچھ اور مظفرآباد کے اضلاع شامل ہیں محدود کردینے میں کامیاب ہوگئیں۔

یوں تو ہندستان کو پہلے ہی سے اس بات کا علم تھا کہ پاکستانی فوجیں کشمیر میں لڑ رہی ہیں اور وہ اقوام متحدہ کی حفاظتی کونسل کو اس طرف برابر متوجہ بھی کرتا رہا۔ لیکن ۱۹۴۸ء تک پاکستان پورے شد و مد کے ساتھ اس سے انکار ہی کرتا رہا۔ بالآخر ۱۹۴۸ء کے موسم گرما میں پاکستان کھل کر سامنے آگیا اور اسی نے متحدہ اقوام کمیشن کے سامنے اقرار کرلیا کہ پاکستان کی فوجیں کشمیر کی جنگ میں حصہ لے رہی ہیں۔ اس وقت تک ۳۲ "آزاد" کشمیر بٹالینوں کے علاوہ پاکستان بھی اپنے دو سے زیادہ ڈویزن کشمیر میں لڑنے کے لئے بھیج چکا تھا۔

کسی جگہ کشمیر میں

مصوّر : کنول کرشن





باب ۱

اہم فیصلہ

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں حملہ آوروں کے بڑے بڑے جتھے جنھیں پاکستان کی حمایت اور پشت پناہی حاصل تھی متعدد مقامات پر سرحد پار کر کے جموں اور کشمیر میں گھس آئے۔

ان پنج میل جتھوں میں وہ سرحدی قبائلی بھی تھے جنھیں بیش بہا مال غنیمت کا لالچ کھینچ لایا تھا اور پونچھ اور پاکستان کے سابق فوجی، پاکستانی فوج کے بعض مستقل سپاہی جو چھٹی پر تھے اور کشمیر کی ریاستی فوجوں کے مفرور سپاہی بھی تھے۔

یہ حملہ آور موٹر لاریوں سے سرحد کشمیر میں داخل ہوئے۔ وہ جدید اسلحوں سے مسلح تھے جن میں برن گن، اسٹن گن، دستی بم، بھاری توپیں، ٹینک مار رائفلیں اور بڑی سرنگیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں انھیں اسلحہ اور گولہ بارود کی لامحدود رسد پہنچ رہی تھی۔ ان کی کمان ایسے افسر کر رہے تھے جو جدید فن جنگ اور فن لشکر کشی سے بخوبی واقف تھے۔ ان میں سے بعض تو پاکستانی فوج کے افسر تھے۔

حملہ آوروں کا خاص دستہ ۲۰ اکتوبر کو ڈومیل سڑک پر ۳۰۰ لاریوں میں پیش قدمی کرتا ہوا سری نگر کی طرف بڑھا جس پر قبضہ کر لینا ان کا اولین مقصد تھا۔ یہ دستہ ۱۰۰۰ ہزارہ قبائلیوں اور ۴۰۰ پٹھانوں پر مشتمل تھا جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ آفریدی پٹھان تھے۔ ان کے علاوہ اس دستہ میں مسلم لیگ نیشنل گارڈ اور دیگر پاکستانی باشندے بھی شامل تھے۔

ڈومیل سڑک کے برابر برابر ان کے باقاعدہ حملہ سے زائد از ایک ماہ قبل ایسی کارروائیاں کی گئیں جن کا مقصد ریاستی افواج کو ٹٹولنا تھا۔ چنانچہ ۵۰۰ میل لمبی پاکستانی سرحد کے برابر برابر چھوٹے بڑے حملے کر کر کے ریاست کی محافظ فوجوں کی طاقت کا اندازہ لگایا گیا، انھیں ورغلا کر اور ترغیب دے کر اپنی طرف ملا لینے کی کوشش کی گئی اور تر بتر کر دیا گیا۔

حملہ آور سری نگر سڑک پر بڑی تیزی سے بڑھ رہے تھے اور انھوں نے حساب لگایا تھا کہ وہ ۲۹ اکتوبر کو سری نگر میں ہوں گے لیکن انھیں دو باتوں کا دھیان نہیں رہا۔

اول یہ کہ پیش قدمی کی رفتار تو ٹھیک تھی لیکن ان میں جو قبائلی تھے وہ لوٹ مار کرنے میں مشغول ہو گئے اور "جہاد" اور اس کے فوجی مقصد کو بھلا بیٹھے تھے۔

دوسرے یہ کہ ریاستی فوجوں کے بریگیڈیر راجیندر سنگھ نے اپنے بچے کھچے ۱۵۰ سپاہیوں کو اکٹھا کرکے اوڑی میں دو روز تک حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ بریگیڈیر راجیندر سنگھ اور ان کے تقریباً تمام سپاہی اس معرکہ میں کام آگئے لیکن انھوں نے حملہ آوروں کی پیش قدمی تو دو دن کے لئے روک دی اور یہ دونوں دن بہت قیمتی تھے۔

لیکن یہی وہ کامیاب مقاومت بھی تھی جس سے حملہ آوروں کو سری نگر پر چڑھائی میں دوچار ہونا پڑا۔ سرحد پار کرنے کے چار دن کے اندر حملہ آوروں نے اپنی منزل مقصود سری نگر کا نصف سے زیادہ راستہ طے کرلیا تھا۔ انھوں نے اوڑی کو تاراج کرکے مہورا کے بجلی گھر پر جو سری نگر سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر تھا قبضہ کرلیا اور سارے سری نگر میں اندھیرا چھاگیا۔ اب بارہ مولا اور سری نگر بھی خطرے میں تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حملہ آوروں کو سری نگر پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

جس وقت ۲۵ اکتوبر کو جموں اور کشمیر کے مہاراجہ سرہری سنگھ نے حکومت ہند سے فوری امداد کی استدعا کی ہے اس وقت ساری ریاست کا مستقبل بالکل غیر یقینی ہو رہا تھا۔ کشمیر کے ہردلعزیز اور مسلمہ قائد شیخ محمد عبداللہ نے بھی فوری فوجی امداد کی استدعا کی تائید کی تھی۔ شیخ عبداللہ عمر بھر مہاراجہ اور ان کی حکومت سے ریاست میں جمہوری اصلاح کے لئے جنگ کرتے رہے تھے لیکن اس مشترک خطرے کے موقع پر انھوں نے بھی امداد کے لئے ہندستان سے اپیل میں اپنے مخالف کا ساتھ دیا۔

۲۶ اکتوبر کو مہاراجہ نے دستاویز الحاق پر دستخط کئے اور اسی روز حکومت ہند نے فوجی امداد سری نگر بھیجنے کا اہم ترین فیصلہ کیا۔

۲۷ اکتوبر کو ہندستانی فوج کا پہلا دستہ لفٹننٹ کرنل ڈی۔ آر۔ رائے کی کمان میں ہوائی جہاز سے سری نگر روانہ ہوا۔ یہ دستہ ہوائی جہاز سے اس لئے روانہ ہوا کہ اتنے کم وقت میں کسی اور ذریعہ سے وہاں پہنچنا ناممکن تھا۔ خشکی کے راستہ پہنچنا بہت بعد از وقت ہوتا کیونکہ ہندستان اور سری نگر کے درمیان ۳۰۰ میل پرخطر سڑک کا فاصلہ طے کرنا پڑتا۔

سری نگر تک فوجیں، سامان اور رسد پہنچانے کے لئے ایک سو سے زیادہ غیر فوجی ہوائی جہازوں کا فوراً انتظام کیا گیا۔ غیر فوجی اور شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ہوابازوں اور سپاہیوں نے ہمت و جرأت کا بے نظیر مظاہرہ کیا اور دن رات ایک کرکے فضائی نقل و حمل کو کامیاب بنایا۔ سری نگر تک کشتیوں کے ذریعہ آمد و رفت لگاتار ۱۷ نومبر تک جاری رہی۔ اس عرصہ میں دہلی سے ۴۰ چھوٹے چھوٹے دستے ہوائی جہازوں کے ذریعہ بھیجے گئے۔

جنگ کی تاریخ میں شاذ ہی ایسا موقع آیا ہو جب پہلے سے کسی قسم کی منصوبہ بندی کئے بغیر اور سیکڑوں دشواریوں اور رُکاوٹوں کے باوجود حربی کارروائیاں انجام دی گئی ہوں۔ ان رکاوٹوں میں رسل ورسائل کے ذرائع کا تقریباً نہ ہونا اور دشمن کی طاقت اور اس کی فوجی تنظیم و ترتیب سے قطعاً لاعلمی کو خاص اہمیت حاصل تھی۔

جب پہلا دستہ سری نگر کی روانہ کیا گیا ہے تو اُسے ہدایت کردی گئی تھی کہ نیچے اترنے سے پہلے ہوائی اڈے کا چکر لگائے کیونکہ اُس وقت یقینی طور پر یہ نہیں معلوم تھا کہ ہوائی اڈے پر دشمنوں کا قبضہ ہوگیا ہے یا نہیں۔ حقیقتاً کرنل رائے کو یہ ہدایت تھی کہ اگر ذرا بھی شک ہو تو ہوائی اڈے پر نہ اتریں بلکہ جموں واپس آجائیں۔ آخر کار شدید اُلجھن اور امید و بیم کی یہ گھڑی ختم ہوئی اور ساڑھے دس بجے دن کو لاسلکی کے ذریعہ سری نگر سے یہ اطلاع ملی کہ پہلا فوجی دستہ بخیریت ہوائی اڈے پر اُتر گیا۔

سری نگر فوجیں بھیجنے کا کام دہلی۔ مشرقی پنجاب کمان (جو اب مغربی کمان کے نام سے موسوم ہے) کے سپرد تھا۔ یہ کمان ابتداً اندرونی دفاع کے مختلف فرائض میں رابطہ پیدا کرنے کے لئے تشکیل دی گئی تھی تقسیم کے بعد سے یہ فرائض دہلی اور مشرقی پنجاب کی فوجیں انجام دے رہی تھیں۔

اس کمان کے ہیڈ کوارٹر کے عملہ میں صرف آٹھ افسران تھے۔ کمان کے ماتحت جو یونٹیں تھیں ان پر اندرونی دفاع کی تمام تر ذمہ داری عائد تھی۔ یہ یونٹیں چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی تھیں اور غیر مسلم اور مسلم پناہ گزین ٹرینوں اور پیدل چلنے والے قافلوں کی حفاظت اور امن و امان کو برقرار رکھنے کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ ان کاموں میں اُلجھ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان یونٹوں کی ٹریننگ کو کافی نقصان پہنچا۔ فوج کے بٹوارے اور فوجوں سے برطانوی عناصر کے اخراج کے باعث بہت سی یونٹیں ایک حد تک غیر منظم ہوگئی تھیں۔

کمان کے ہیڈکوارٹر کو ایک بٹالین سری نگر بھیجنے کے احکام ۲۶ اکتوبر کو ۱ بجے دن میں ملے۔ سکھ رجمنٹ کی پہلی بٹالین کو جو اس وقت گڑگاؤں میں اندرونی دفاع کے فرائض انجام دے رہی تھی لفٹننٹ کرنل رائے کی قیادت میں پالم کے ہوائی اڈے پر جمع ہونے کا حکم ملا۔

۲۶ ر۔ ۲۷ اکتوبر کو آدھی رات تک پہلی سکھ بٹالین کے کمانڈنگ افسر نے اپنی بٹالین اور ایک اور کمپنی کو پالم ہوائی اڈے پر لا کھڑا کیا۔ سپاہیوں کو وردیاں، راشن اور اسلحہ یہیں ہوائی اڈے پر تقسیم کئے گئے اور ۲۷ اکتوبر کو کرن پھوٹتے ہی سکھوں کا یہ دستہ ہوائی جہازوں سے سری نگر روانہ ہوگیا۔

بٹالین ہیڈ کوارٹر نے شاہی ہندستانی ہوائیہ کے تین ڈکوٹا جہازوں میں پالم کے ہوائی اڈے سے پرواز کی اور ایک کمپنی غیر فوجی ڈکوٹا جہازوں میں ولنگڈن کے ہوائی اڈے سے روانہ ہوئی اس کے بعد دن میں ایک اور کمپنی جو ریلوں کی حفاظت کے فرائض انجام دے رہی تھی پالم پہنچی۔ پہلی سکھ پلٹن کے بقیہ سپاہی دوسرے مقامات پر اپنے فرائض انجام دے رہے تھے اور انھیں دوسرے روز ہوائی جہازوں کے ذریعہ سری نگر بھیجنے کے لئے دہلی لانا پڑا۔

۱۷۴ چھوٹے کمکی دستوں میں سے ۶۰۰ دستے دہلی۔ مشرقی پنجاب کمان کے ہیڈ کوارٹر کے اسٹاف افسروں کی براہ راست نگرانی میں ہوائی جہازوں سے بھیجے گئے۔ اس وقت یہ ایک مختصر ہیڈ کوارٹر تھا اور شروع میں پندرہ روز تک اس کے اسٹاف افسران ۴ بجے صبح سے اپنا کام شروع کردیتے تھے ۸ بجے صبح تک وہ فوجی دستوں کی روانگی کا انتظام کرتے اور اس کے بعد شام کو دیر تک اپنے اپنے دفتروں میں کام کرتے اس دوران میں انھیں صرف دو یا تین گھنٹے آرام کرنے کا موقع ملتا اور پھر دوسرے دستوں کی روانگی کے انتظام میں مشغول ہو جاتے۔ رات میں پھر انھیں راشن کپڑے اور اسلحہ دینے کے لئے اور دوسرے روز روانہ ہونے والے جہازوں کا انتظام کرنے کی غرض سے ہوائی اڈے پر جانا پڑتا۔

۲۷ اکتوبر کو جب ہندستانی فوجوں کا پہلا دستہ کرنل رائے کی قیادت میں سری نگر میں اترا تو حملہ آور بارہ مولا پہنچ چکے تھے۔ ان کے اور سری نگر کے درمیان صرف ۳۴ لمبی تارکول کی ایک عمدہ سڑک تھی۔

کرنل رائے کا حکم تھا کہ ہوائی اڈے کی حفاظت کی جائے اور اپنا مورچہ مضبوطی کے ساتھ قائم کر لیا جائے لیکن سری نگر میں اترنے کے بعد انھیں معلوم ہوا کہ وہاں رنگ ہی کچھ اور تھا۔ انھیں فوری فیصلہ کرنا تھا دشمن بارہ مولا میں تھے۔ اگر وہ اس اہم راستے سے ہو کر سری نگر کی وادی میں پہنچ گئے تو پھر سارا کھیل ختم تھا۔

سوال یہ تھا کہ حملہ آوروں سے جن کی تعداد ۳۰۰۰ اور ۵۰۰۰ کے درمیان تھی مٹھی بھر فوج سے بارہ مولا میں فوراً جنگ کی جائے یا مناسب کمک پہنچنے کا انتظار کیا جائے؟ کرنل رائے نے فیصلہ کر لیا اور بارہ مولا میں حملہ آوروں کی صفوں میں دترانہ گھس گئے۔

کرنل رائے کے پاس چونکہ موٹر لاریاں نہیں تھیں اس لئے انھوں نے مقامی حکومت کی مدد سے بسیں حاصل کیں اور اپنے دستے لیکر بارہ مولا سے دو میل کے اندر پر پہنچ گئے۔ انھوں نے ایک



لفٹی ننٹ کرنل ڈی۔
آر۔ رائے جو بارہ مولا کی
سرحد پر ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۷ء
کو لڑائی میں کام آئے

میجر سومناتھ شرما جو
بڈگام میں ۳ر نومبر
۱۹۴۷ء کو لڑتے ہوئے
ہلاک ہوئے



حملہ کشمیر و جموں کا نقشہ





بارہ مولا کے قریب ایک گاؤں جسے حملہ آوروں نے پسپا ہوتے وقت آگ لگادی

بارہ مولا کے قریب ایک پہاڑی پر ہندستانی دستے کا ایک حصہ





خچروں کا ایک دستہ جو بارہ مولا کے قریب کی اگلی چوکیوں کے لئے راشن، وردیاں
اور دوسرے سامان رسد لے جا رہا ہے۔

ہندوستانی فوجوں کے سفرمینا کا ایک جتھا وادیٔ کشمیر میں گری ہوئی پہاڑی
چٹانوں کو صاف کر رہا ہے



کمپنی ریزرو میں رکھی اور دوسری سے حملہ کیا۔ لیکن انھوں نے دیکھا کہ جن لوگوں سے ٹکر ہوئی ہے وہ غیر منظم نہیں بلکہ ایک منظم جماعت ہے جو ہلکی اور اوسط مشین گنوں اور توپوں سے مسلح ہے، یونٹوں اور ذیلی یونٹوں میں منقسم ہے اور ایسے کمانڈر اس کی قیادت کر رہے ہیں جو جدید جنگی چالوں اور فوج کشی کے طریقوں سے واقف ہیں۔

کرنل رائے کا دستہ خاص سڑک کے برابر برابر ایک پہاڑی پر پھیلا ہوا تھا۔ جنگ شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد کرنل رائے کو پتہ چلا کہ حملہ آوروں کی بڑی بڑی جماعتیں میمنے اور میسرے سے گھیرتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہیں۔ سامنے سے اور دونوں پہلوؤں سے مشین گن کی گولیاں بھی برس رہی ہیں۔

اس طرح ان کے دونوں دستوں کے گھر جانے اور موت کے گھاٹ اتر جانے کا زبردست خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ کرنل رائے نے پٹن تک پیچھے ہٹ آنے کا فیصلہ کیا پٹن بارہ مولا اور سری نگر کے بیچوں بیچ واقع ہے۔ انھوں نے اپنی ریزرو کمپنی کو بسوں کے ذریعہ وہاں سے ہٹا لیا اور ہراول دستہ کو جو اس وقت لڑ رہا تھا رفتہ رفتہ نکالنا شروع کیا۔ وہ خود فوج کے اگلے حصہ کے ساتھ رہ گئے تاکہ وہ اس بات کا بذات خود اطمینان کر لیں کہ ان کا تمام لشکر بحفاظت تمام واپس ہو رہا ہے۔

دشمن کے گھیرے سے نکل آنے کیلئے ہندستانی فوج کے آخری دستہ کو زبردست گولہ باری سے دوچار ہونا پڑا۔ بہت سے بہادر کام آئے انہی میں کرنل رائے بھی تھے، جو کمین گاہ سے دشمن کی ایک گولی کا نشانہ بن گئے۔ لیکن ان کا مقصد پورا ہو گیا۔ دشمن کے قدم لڑکھڑا گئے، اس کی صفوں میں ابتری پھیل گئی۔ اور اس کی پیش قدمی اتنے عرصہ کیلئے رک گئی کہ ہندستان سے کمک پہنچ جائے۔ کرنل رائے کی بہادری اور شجاعت کی بدولت سری نگر کو بچانے کا کام بہت کچھ آگے بڑھ سکا۔

بہرحال وہ دستے کسی کمانڈنگ افسر کے بغیر روانہ ہوئے اور سری نگر سے صرف ۱/۲ ۱۷ میل دور ایک مقام تک پیچھے ہٹ آئے۔ لیکن اسی رات کو وہ پھر آگے بڑھے پٹن پر دوبارہ قبضہ کیا اور مزید پیش قدمی کر کے سری نگر سے ۲۶ میل آگے پہنچ گئے۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ حملہ آور کثیر تعداد میں دیہی علاقے کے اردگرد جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ہندستانی دستے پھر پٹن واپس آ گئے اور یہاں انھوں نے ایک پہاڑی پر قبضہ کیا اور خندقیں کھود کر ان میں جم گئے۔

اس دوران میں ایک برگیڈ ہیڈ کوارٹر اور شاہی ہندستانی ہوائیہ کے اسپٹ فائر، ٹمپسٹ اور ہارورڈ ہوائی جہازوں کا ایک بیڑا فضائی دیکھ بھال اور زیادہ سے زیادہ رابطہ قائم رکھنے کے لئے دہلی سے کشمیر بھیجا گیا۔ ۱۶۱ برگیڈ پہلی سکھ رجمنٹ کے پیچھے پیچھے سری نگر پہنچی۔ برگیڈ یر ایل۔پی۔سین جنھوں نے پچھلی عالمگیر جنگ میں اراکان میں کانگوا کی مشہور جنگ میں ڈی۔ایس۔او۔ کا اعزاز حاصل کیا تھا سری نگر پہنچے اور وادی سری نگر میں تمام ہندستانی اور ریاستی فوجوں کی کمان سنبھال لی۔

کشمیر میں فوجی کارروائی کے پہلے ہفتہ کی حالت یہ تھی کہ تھوڑی سی مٹ بھیڑ ہوئی اور پھر اپنے مستقر پر واپس آگئے۔ سری نگر کے لئے بدستور خطرہ باقی رہا بلکہ بڑھتا گیا۔ ہندستانی فوج کے لئے یہ ہفتہ جان توڑ جدوجہد کا ہفتہ تھا جس کا مقصد حملہ آوروں کو اس وقت تک روکے رکھنا تھا جب تک کہ ہندستان سے مزید فوجی کمک نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ ایسے جارحانہ اقدامات کئے جاتے رہے جن کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کے بڑھاؤ کی رفتار مدھم کردی جائے۔

حملہ آوروں کی نقل وحرکت کے بارے میں جو تھوڑی بہت اطلاعات ملی تھیں ان سے پتہ چلا کہ حملہ آوروں کے کم سے کم چار دستے تھے جو سری نگر اور ہوائی اڈے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک دستہ مغرب سے بارہ مولا کی جانب سے، دوسرا جنوب مغرب سے، تیسرا شمال مغرب سے اور چوتھا شمال سے بڑھ رہا تھا۔

۳ نومبر کو پہلی کمایوں رجمنٹ کی ایک کمپنی جو اس درمیان میں میجر سومناتھ شرما کی قیادت میں وہاں بذریعہ ہوائی جہاز پہنچ چکی تھی۔ حملہ آوروں سے مقابلہ کے لئے بڈگام جو سری نگر سے جنوب مغرب میں ۹ میل اور ہوائی اڈے سے مشکل سے نصف میل پر واقع تھا روانہ ہوئی۔ بڈگام پہنچکر کمپنی نے حملہ آوروں سے جن کی تعداد ۵۰۰ اور ۷۰۰ تھی ٹکر لی۔ حملہ آوروں نے ۳ انچ اور ۱۲ انچ دہانے کی توپوں سے حملہ کیا۔ مقابلہ چار گھنٹے سے زیادہ جاری رہا۔ میجر شرما نے اپنے سپاہیوں کی ترتیب وتقسیم اور دشمن سے مقابلہ میں حیرت انگیز مہارت اور ہوشیاری کا ثبوت دیا۔ دشمن کے بہت سے آدمی کام آئے۔ برگیڈیر سین نے یہ دیکھکر کہ حملہ آوروں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ پوری طرح مسلح بھی ہیں فوراً کمک روانہ کی۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ کمک کمایونیوں تک پہنچ سکے دو انچ توپ کا ایک بم میجر شرما کے قریب گر کر پھٹا اور وہ ہلاک ہوگئے۔

کمانڈر کی موت اور دشمن کے غضبناک حملہ کی وجہ سے کماؤں پلٹن کے دو ہراول دستوں کے پیر اکھڑ گئے۔ تیسرا دستہ مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا یہاں تک کہ کمک پہنچ گئی اور صورت حال پر قابو پالیا گیا۔ اس معرکہ میں دشمنوں کے ۲۰۰ آدمی کام آئے۔ ہمارے فوج کے ۱۵ سپاہی ہلاک اور ۳۲ مجروح ہوئے۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ کے لڑاکو جہازوں سے ہماری فوج کو بیش قیمت مدد ملی اور ہوائی اڈے کو جو فوری خطرہ لاحق تھا وہ دور ہوگیا اور ہمیں سانس لینے کا اور موقع مل گیا۔

بڈگام میں جو معرکہ ہوا تھا اس کے دوسرے روز نائب وزیر اعظم سردار ولبھ بھائی پٹیل اور وزیر دفاع سردار بلدیو سنگھ سری نگر تشریف لے گئے اور دیکھا کہ صورتِ حال اب بھی بیحد سنگین تھی۔ چنانچہ اسی روز وہ لوگ دہلی واپس آئے اور کابینہ کی دفاعی کمیٹی کے سامنے وہاں کی صورتِ حال رکھی۔ ۵ نومبر کو پیدل فوج کی ایک اور بٹالین بذریعہ ہوائی جہاز سری نگر بھیجی گئی اور اس کے بعد کچھ عرصے تک روزآنہ مزید کمک بھیجی جاتی رہی۔

یہ دیکھ کر کہ حملہ آور سری نگر سے ۱۷ میل باہر پٹن میں ہمارے مورچوں سے کترا کر شہر کے اندر داخل ہو جانے والے ہیں بریگیڈیر سین نے اپنی فوجوں کو شہر سری نگر سے ۴ ½ میل مغرب میں ایک مقام پر واپس لانے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح بریگیڈیر سین نے شہر کے دفاع کو مضبوط اور ساتھ ہی ساتھ اپنی فوجوں کے سلسلہ مواصلات کو بھی کم کر دیا۔

پٹن سے فوجوں کی واپسی اور بڈگام کا معرکہ قریب قریب ایک ہی وقت میں ہوا تھا اس لئے حملہ آوروں نے اپنی جگہ یہ سمجھ لیا کہ ہندستانی فوج مکمل طور پر پسپا ہو رہی ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے خاص دستے بارہ مولا سڑک پر جمع کئے اور تیزی سے آگے بڑھے۔ مگر یہاں انھیں ہماری فوجوں سے دوچار ہونا پڑا جو شہر سے باہر خندقوں میں اپنے مورچے قائم کئے ہوئے تھیں۔

اس طرح ایک طرف تو دشمن شہر پر آخری حملہ کی تیاریاں کر رہا تھا اور دوسری طرف ہم بھی تیزی کے ساتھ تیاریاں کر رہے تھے کہ پہلے ہمیں ہلہ بول دیں۔

میجر جنرل کلونت سنگھ ۵ نومبر کو سری نگر پہنچے اور جموں اور کشمیر میں تمام فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اسی وقت بکتر بند گاڑیوں کا ایک دستہ مشرقی پنجاب سے ۳۰۰ میل خطرناک سڑک طے کر کے جموں اور ۹ ہزار فٹ بلند درۂ بانہال کے راستہ چھوٹے چھوٹے کمزور پلوں کو جو صرف سیاحوں کی معمولی آمد و رفت کے لئے موزوں تھے پار کر کے سری نگر پہنچا۔ سری نگر میں اس دستہ کا خیر مقدم کرنے کے لئے لوگ دو رویہ سڑک پر جمع ہوئے اور جس جس

طرح یہ دستہ آگے بڑھتا مجمع سے نعرہائے تحسین بلند ہوتے۔

حملہ آوروں کا اہم مورچہ دلہ یافت کر لیا گیا تھا اور مجوزہ حملہ کی تمام تیاریاں مکمل کر لی گئی تھیں۔ ۷ نومبر کی صبح کو ہماری فوجوں نے دشمنوں پر حملہ کیا۔ ساتھ ہی ساتھ بکتر بند موٹر گاڑیوں کے ایک دستہ اور پیدل فوج کے ایک دستہ کو جو گاندر بل کے علاقہ میں گشت اور نگرانی کے فرائض انجام دے رہا تھا پیچھے ہٹ کر ایسی جگہ آجانے کا حکم دیا گیا جہاں سے وہ دشمنوں پر عقب سے حملہ کر سکیں۔ بریگیڈیر سین نے بکتر بند موٹروں اور سپاہیوں کا ایک دستہ انچار جھیل کے شمال میں روانہ کیا تاکہ وہ دشمن کے مورچوں کے عقب میں پہنچے جو شالٹینگ نامی ایک گاؤں میں قائم تھے۔ ایک اور دستہ بکتر بند موٹروں کی معیت میں براہ راست بارہ مولا سڑک پر روانہ کیا گیا اور پیدل فوج کی ایک بٹالین دشمنوں کے بائیں بازو پر حملہ کرنے کے لئے بھیجی گئی۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ کے لڑاکو جہازوں نے فضا سے اس حملہ میں حصہ لیا اور ہمارے سپاہیوں کو مدد پہنچائی۔

شالٹینگ کی لڑائی بارہ گھنٹے جاری رہی۔ تین طرف سے گھر جانے بکتر بند موٹروں کے اچانک سر پر آپہنچنے اور شاہی ہندستانی ہوائی بیڑے کے تعاقب نے حملہ آوروں میں ابتری پھیلا دی اور وہ بدنظمی کے ساتھ مغرب کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنی فوج کے ۲۰۰ مقتولین کو پیچھے چھوڑ گئے۔ بریگیڈیر سین کے الفاظ میں "شاہی ہندستانی ہوائیہ نے اس معرکتہ الآرا جنگ اور بعد کی لڑائیوں میں فیصلہ کن حصہ لیا۔"

اس جنگ نے ہندستانی فوجوں نے حالات کا رخ بدل دیا۔ یہ ایک فیصلہ کن فتح تھی جس نے دشمن کی جنگی مہم کی کمر توڑ دی حملہ آوروں کی ہمت پست کر دی اور ہمیں اس قابل بنا دیا کہ اب خود ہم حملہ آور ہو سکیں۔ اس جنگ کا ایک اور نتیجہ یہ بھی ہوا کہ سری نگر کو جو خطرہ تھا وہ ہمیشہ کے لئے دور ہو گیا۔

ہندستانی فوجیں دشمنوں کا تعاقب کرتی ہوئی اسی روز شام کو پٹن پہنچیں۔ دوسرے روز یعنی ۸ نومبر کو انھوں نے بارہ مولا کا رخ کیا اور چند چھوٹی چھوٹی جھڑپوں کے بعد سہ پہر کو شہر میں داخل ہو گئیں۔ یہاں پہنچنے کے بعد انہیں یہ دیکھ کر بے حد افسوس ہوا کہ پٹرول کی کمی کے باعث ان کی پیش قدمی میں جو تھوڑی سی تاخیر ہو گئی اس کی وجہ سے حملہ آوروں کی خاص ٹولی کو بارہ مولا سے بھاگ نکلنے اور سڑک کے کنارے کنارے اوڑی اور ڈومیل پہنچ جانے کا موقع مل گیا۔

اوڑی پہنچنے سے پہلے بھی کم از کم دو بار ہندستانی فوج میں پٹرول چوک گیا اور انھیں سری نگر سے مزید پٹرول پہنچنے کے لئے انتظار کرنا پڑا۔ شہری لاریاں جو فوج نے مستعار لی تھیں وہ ہماری ضروریات

کے لئے ناموزوں ہونے کے علاوہ تعداد میں بھی کم تھیں۔

اس وقت ہمیں جو فتح ہوئی تھی اور جس رفتار سے ہم آگے بڑھ رہے تھے اس کو دیکھتے ہوئے مظفرآباد پہنچ جانا بہت آسان تھا اور اگر ہمارے پاس کافی پٹرول اور نقل وحمل کی لاریاں ہوتیں تو راستہ میں ہمیں کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ بعد میں یہ بھی پتہ چلا کہ حملہ آور بے تحاشا پسپا ہو رہے تھے اور خود مظفرآباد میں بھی ان کی کوئی فوج رزرو میں نہیں تھی جو ہمارے مقابلہ پر آتی۔ البتہ درمیان میں بشیتر پل ایسے تھے جنھیں دشمن نے پسپا ہوتے وقت اڑا دیا تھا۔ ان میں بہت سے تو اسطرح مسمار ہو گئے تھے کہ ان کی دوبارہ مرمت بھی نہیں ہو سکتی تھی اور جو بچ گئے تھے وہ ایسے تھے کہ ان پر سے ایک ڈویژن بھی نہیں گزر سکتا تھا۔

باب ۲

بارہ مولا میں غارتگری کی گرم بازاری

ہندستانی فوجیں جب بارہ مولا میں داخل ہوئیں تو وہاں کا عجیب نظارہ تھا۔ سارا شہر مذبح بنا ہوا تھا۔ حملہ آوروں نے آتش زنی، لوٹ مار اور قتل و خونریزی کا بازار گرم کر کے اپنی انتہائی بربریت کا ثبوت دیا تھا۔ آدھا شہر جلا کر خاک کر دیا گیا تھا۔ دکانیں اور مکانات تباہ و برباد کر دئے گئے تھے۔ عورتیں اغوا کر لی گئی تھیں اور ان کی آبروریزی کی گئی تھی، مردوں کو زد و کوب کیا گیا تھا یا بیرحمی کے ساتھ قتل کر دیا گیا تھا۔ اس سلسلہ میں مسلموں اور غیر مسلموں میں کوئی امتیاز نہیں کیا گیا بلکہ دونوں ہی ان کی بربریت کا یکساں طور پر شکار ہوئے تھے۔

حملہ آوروں نے بارہ مولا کی عیسائی خانقاہ کو تباہ اور وہاں کی اسسٹنٹ مدر سپیریر برادر سسٹر ٹرسلین کو جو ہسپانیہ کی باشندہ تھیں قتل کر دیا۔ مدر سپیریر کو زخمی کیا اور عبادت گاہ میں جو مقدس مجسمے رکھے ہوئے تھے ان کی بیحرمتی کی۔ ہندستانی فوج کے ایک سابق برطانوی افسر لفٹی ننٹ کرنل ڈی۔ اد ٹی۔ ڈائیکس کو گولی کا نشانہ بنا دیا گیا اور مسز ڈائیکس کی برہنہ لاش ایک کنوئیں سے برآمد ہوئی اسکے بعد حملہ آوروں نے خانقاہ سے ملحق اسپتال پر حملہ کیا اور ایک نرس اور دو مریضوں کو قتل کر ڈالا۔ انھوں نے قبرستان تک کو نہ چھوڑا اور قبروں پر جو صلیب نصب تھے انھیں بھی مسمار کر دیا۔

شہر کے بقیہ غیر ملکی جن کی تعداد قریب ۰۰ کے تھی اور جو خانقاہ کے ایک حصہ میں رہتے تھے کسی نہ کسی طرح حملہ آوروں کے بعض کمانڈنگ افسروں کی مداخلت پر بچ گئے۔ نیشنل کانفرنس کے کارکنوں کو ایذا دہی اور بدسلوکی کے لئے خاص طور سے منتخب کیا گیا تھا۔ مرحوم محمد مقبول شیروانی کو جو کانفرنس کے ایک مقامی قائد تھے سخت ترین جسمانی ایذا پہنچائی گئی اور بعد میں گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔

حملہ آوروں نے بارہ مولا میں جو مظالم ڈھائے اُن کی داستانیں سُن کر دنیا کانپ اُٹھی اور انھوں نے مسلمانوں کا نجات دہندہ ہونے کا جو ڈھونگ رچا رکھا تھا اس کی قلعی کھل گئی اور عوام ان کو انتہائی نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

بارہ مولا سے آگے ہندستانی فوجوں کی پیش قدمی کی رفتار بھی اس خطۂ ارض کی نوعیت

نیز پٹرول کی کمی کی وجہ سے مدھم پڑ گئی۔ بارہ مولا سے آگے سڑک کے دونوں طرف گھنے جنگلوں سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے جو کمیں گاہوں کے لئے نہایت موزوں ہیں۔ اس کے علاوہ حملہ آوروں نے پسپا ہوتے وقت پلوں کو اڑا دیا تھا۔

رام پور سے چار میل پہلے لکڑی کا ایک پل جلا کر بیکار کر دیا گیا تھا۔ رام پور سے آگے ایک اور پل آتشیں مادوں سے برباد کر دیا گیا تھا۔ اول الذکر پل سے تو ہٹ کر ایک راستہ بنا لیا گیا لیکن موخر الذکر پل چونکہ ایک گہرے نالے پر واقع تھا اسلئے وہاں کوئی دوسرا راستہ بنانا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ ہندوستانی فوجوں نے اپنی گاڑیاں وہیں چھوڑ دیں اور دشمن کا تعاقب کرتی ہوئی آگے بڑھیں۔

مہورا بجلی گھر کو جس سے سری نگر کو بجلی ملتی ہے حملہ آوروں کے ہاتھوں خفیف سا نقصان پہنچا تھا۔ بریگیڈیر سین کے دستہ کے ساتھ جو الکٹرک انجینیر تھے انھوں نے دس روز کے اندر ہی اُسے درست کر لیا۔ سری نگر ایک بار پھر جگمگا اُٹھا اور اس خوبصورت شہر کے لوگوں کے دل ایک مرتبہ پھر سلامتی اور اطمینان و سکون کے جذبات سے لبریز ہو گئے۔

۱۴ نومبر کو ہندستانی فوجیں اوڑی میں جو سری نگر سے ۶۵ میل پر واقع ہے بغیر کسی خاص مزاحمت اور جنگ کے داخل ہوئیں۔ حقیقت میں شالاٹینگ میں حملہ آوروں کی شکست نے ان کے قدم اُکھاڑ دیئے تھے اور وہ مغرب کی جانب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے مجبور ہو گئے تھے۔

اوڑی پر دوبارہ قبضہ ہو جانے سے کشمیر کی مہم کی ابتدائی اور انتہائی خطرناک منزل ختم ہو گئی۔ وادی سری نگر کو جو فوری خطرہ لاحق تھا وہ بھی دور ہو گیا۔ کشمیر مہم کی ابتدائی منزل میں زمین پر لڑائی جتنی سخت اور صبر آزما تھی فضائی مہم اس سے کچھ کم حوصلہ شکن اور پُر خطر نہ تھی لیکن شاہی ہندستانی ہوائیہ نے سری نگر کے دروازے سے اوڑی تک تیز پیش قدمی کر کے کافی نام پیدا کیا۔

ماہرین نے تحقیقات کے بعد یہ رپورٹ دی تھی کہ اسپٹ فائر ہوائی جہاز سری نگر کو ہوائی سرگرمیوں کا مرکز نہیں بنا سکتے۔ لیکن مہم کے ابتدائی تین دنوں میں شاہی ہندستانی ہوائیہ کے تین ہوابازوں نے سری نگر کے ہوائی اڈے پر اُتر کر اور وہاں سے پرواز کر کے اس نظریے کو غلط ثابت کر دیا۔

پیدل فوج کو دھوئیں کا سگنل دکھانے کی ہدایت کر دی گئی تھی لیکن جب یہ دونوں ہواباز ۳۰ اکتوبر کو پٹن پہنچے تو انھیں کوئی سگنل نہیں دکھائی دیا اور وہ ہدایات لینے کے لئے دلیری کے ساتھ سری نگر کے ہوائی اڈے پر اتر پڑے۔ اس کے بعد انھوں نے وہاں سے پرواز کر کے پٹن سے آگے حملہ آوروں کے مورچوں پر گولہ باری کی اور اپنے مستقر پر بخیریت واپس آ گئے۔

گروپ کیپٹن مہر سنگھ ڈی۔ ایس۔ او نے جو بعد میں ہوائی کموڈور ہوئے اور جو اس وقت بہ نفس نفیس سری نگر میں فضائی کارروائیوں کی قیادت کر رہے تھے مزید اسپٹ فائر جہازوں کے لئے استدعا کی۔ چنانچہ اسپٹ فائر جہازوں کے علاوہ مرمت اور دیکھ بھال کے لئے مختصر عملہ اور رسد بھی بھیجی گئی۔

ہوابازوں نے تو ہمت و جرأت اور حسن تدبیر و موقع شناسی کا مظاہرہ کیا ہی لیکن انکے ساتھ ساتھ زمین پر کام کرنے والے جہازیوں اور ہوابازوں نے سامان اور رسد کی مسلسل بہم رسانی کے حیرت انگیز کارنامے دکھائے۔ اکثر و بیشتر ہوابازوں کو دشمن کے مورچوں پر اتنے نیچے پرواز کرنا پڑتا کہ ان کے جہاز چھوٹے اسلحوں کی گولیوں کی بھی زد میں آجاتے لیکن جہازی راتوں رات ان کی مرمت کر دیتے اور وہ چند ہی گھنٹوں کے اندر پھر پرواز کے قابل ہو جاتے۔

سری نگر کا ہوائی اڈہ پختہ نہ ہونے کی وجہ سے پہلے ہی غبار آلود تھا اور اب تو کثرت استعمال اور ہوائی جہازوں کی مسلسل آمد و رفت کے باعث اس قدر گرد آلود ہو گیا کہ فضائی پرواز خطرے سے خالی نہیں رہ گئی۔ ہوائی اڈے پر اس قدر گرد اڑتی کہ جہازوں کے پرزے اور آلات گرد سے بری طرح بھر جاتے اور ہواباز نیز جہازی سر سے پیر تک اس طرح گرد میں اٹ جاتے کہ ان کو پہچاننا دشوار ہو جاتا۔

مختصر یہ کہ شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ہوابازوں نے حملہ آوروں کے مشین گن اور توپ کے مورچوں کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگانے اور ان پر گولہ باری کرنے نیز فضائی جائزہ لینے میں جس ہمت، جرأت اور کارکردگی کا ثبوت دیا وہ پیدل فوج سے خراج تحسین لئے بغیر نہ رہ سکا۔

گلگت کی بغاوت

ایک طرف تو حملہ آور فاتحانہ انداز میں ڈومیل سڑک پر سری نگر کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے اور دوسری طرف شمالی سرحد کے دور افتادہ ضلع گلگت میں ایک مقامی انقلاب پرورش پا رہا تھا جس کی ہمت افزائی پیشاور سے کی جا رہی تھی۔

برطانوی حکومت کے اعلان کے مطابق گلگت ایجنسی جولائی ۱۹۴۷ء کے اواخر میں ریاست جموں و کشمیر واپس بھیجدی گئی۔ گلگت اسکاؤٹس ایک سرحدی فوجی جماعت تھی۔ اس کے بعض مسلمان اور برطانوی افسروں نے ایجنسی کی منتقلی میں رخنہ ڈالنے اور گلگت کو پاکستان میں شامل کرنے کی سازش میں عملاً حصہ لیا۔



ر کموڈور مہر سنگھ (کھڑے ہوئے بائیں سے دوسرے نمبر پر) ٹمپسٹ اور ڈکوٹا جہازوں کے جہازیوں کے ساتھ قبل اس کے کہ یہ جہازی جارحانہ کارروائی کے لئے پرواز کریں۔



ہندستانی فوجوں نے حملہ آوروں کو کھدیڑنے کے بعد بارہ مولا کو اس حالت میں پایا

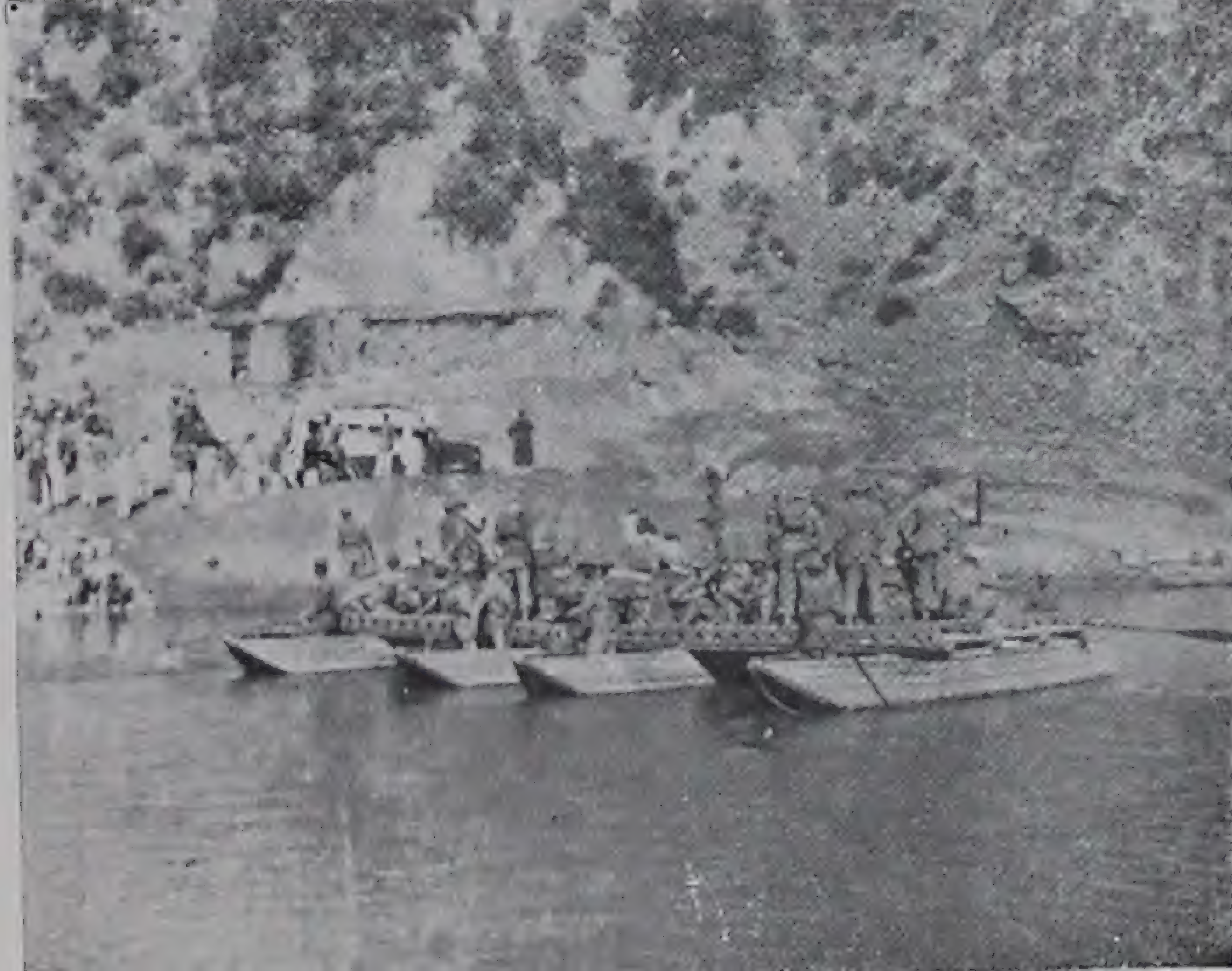
ہندستانی سپاہی جھنگر کے علاقہ میں دھوئیں کی چادر کی آڑ لے کر آگے بڑھ رہے ہیں





نوشہرہ کے علاقے میں سنگینوں سے حملہ کا ایک منظر

ہندستانی سپاہی کشتیوں کے ایک بیڑے کے ذریعہ دریا پار کر رہے ہیں





ہمارے فوجی سپاہی
رسّوں کے ذریعہ
دریا پار کر کے آگے
بڑھ رہے ہیں



ایک ڈکوٹا جہاز
پونچھ سامان حرب
پہنچانے کے بعد
اس محصور شہر سے
پناہ گزینوں کو جموں
لے جا رہا ہے



ونگ کمانڈر ایم۔ ایم۔ انجینیر ڈی۔ ایف سی جموں میں ہوا بازوں کو پرواز سے قبل
ہدایات دے رہے ہیں



ہندستانی سپاہی سونامرگ کے علاقے میں گشت کر رہے ہیں،

گلگت کے نئے گورنر بریگیڈیر گھنسارا سنگھ کے گلگت پہنچتے ہی گلگت اسکاؤٹس کے افسروں اور جونیر کمانڈنگ افسروں نے ان کے سامنے مطالبات کی ایک لمبی فہرست پیش کردی۔ ان افسروں اور جونیر کمانڈنگ افسروں نے بالاعلان کہدیا کہ وہ پاکستان کے ماتحت خدمات انجام دینا چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ انتظامی عمال نے بھی کام بند کردیا۔

اس طرح جب ریاست جموں وکشمیر نے گلگت اور گلگت ایجینسی کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا تو سارا نظم ونسق معطل تھا۔ گلگت سے ۳۴ میل کے فاصلہ پر بونجی میں ریاست کی محافظ فوج مقیم تھی۔ یہ فوج چھٹی جموں وکشمیر پیدل فوج کی تقریباً دو کمپنیوں پر مشتمل تھی جس میں آدھے سکھ اور آدھے مسلمان تھے۔ اس کے کمانڈر لفٹی ننٹ کرنل عبدالمجید خاں تھے۔ ریاستی فوج کے مسلمان پاکستان دوست جذبات کا اظہار کرتے اور بعض یونٹیں تو مارچ کرتے وقت پاکستان دوست نعرے بھی بلند کرتی ہوئی سنی گئیں۔

ایک طرف تو سرحدی حملہ آور سری نگر کے دروازے پر تھے اور دوسری طرف گلگت میں تناؤ بڑھتا جارہا تھا۔ ۳۰ ر اکتوبر کو گورنر نے لفٹی ننٹ کرنل عبدالمجید خاں کو حکم دیا کہ جتنی زیادہ سے زیادہ فوج ممکن ہوسکے لے کر فوراً گلگت پہنچیں۔

۳۱ ر اکتوبر کو نصف شب کے وقت گلگت کے گورنر کی جائے قیام کو تقریباً ۔ ا گلگت اسکاؤٹوں نے جن کی قیادت افسران کر رہے تھے گھیر لیا۔ تمام شب یہ لوگ بنگلہ کو گھیرے رہے اور صبح کو ان کے نمائندوں نے بریگیڈیر گھنسارا سنگھ سے مل کر یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے آپ کو پندرہ منٹ کے اندر ان کے حوالہ کردیں ورنہ گلگت کے تمام غیر مسلم گولیوں کا نشانہ بنا دیئے جائیں گے۔

گورنر مذکور کو گرفتار کرکے باغیوں نے ایک عارضی حکومت کا اعلان کردیا۔ اس بغاوت کے "ہیرو" گلگت اسکاؤٹس کے برطانوی کمانڈنٹ میجر براؤن تھے۔ اسکاؤٹس اور ریاست کی محافظ فوج کے مسلمان افسران اس بغاوت کی سازش میں میجر براؤن کے شریک کار تھے۔ مسلمان افسروں کے ساتھ ساتھ ریاست کی محافظ فوج کے مسلمان سپاہی بھی چھوڑ بھاگے۔ بیشتر غیر مسلم عناصر کا قلع قمع کردیا گیا۔ صرف چند لوگ بچ گئے جنھوں نے بھاگ کر پہاڑیوں میں پناہ لی اور پھر ریاست کی محافظ فوج سے سکردو میں آملے۔

جگلوٹ میں ایک غیر مسلم فوجی دستہ بے رحمی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بونجی میں متعین ایک سکھ کمپنی کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو ان لوگوں نے بھی پہاڑوں میں پناہ لی اور

جنوب کی طرف بڑھے لیکن ایک اور برطانوی افسر کیپٹن میتھی سن نے سرحدی اسکاؤٹوں کے ساتھ ایسٹور پر قبضہ کرکے اس راستہ ہی کو مسدود کردیا جس سے سکھ کمپنی کے سپاہی پسپا ہو رہے تھے۔ یہ دیکھکر سکھ پھر جنگلوں میں واپس آگئے اور پندرہ روز تک جنگلوں کی خاک چھاننے کے بعد بھوکے پیاسے نہایت خستہ حالت میں بونجی پہنچے اور اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالہ کردیا۔

عارضی حکومت میں میجر براؤن، کیپٹن حسین، کیپٹن ایشیان علی، کیپٹن محمد خاں، کیپٹن سعید خان لفٹی ننٹ حیدر اور صوبیدار میجر بابر خاں سب سے نمایاں تھے۔ میجر براؤن نے گلگت میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اور کیپٹن حسین محافظ فوج کے صدر مقام بونجی میں جنرل کمانڈنگ ہونے کا ادعا کرنے لگے۔

۴ رنومبر کو میجر براؤن نے گلگت کی اسکاؤٹس لائن میں پاکستان کا جھنڈا پورے رسوم کے ساتھ لہرایا۔ اس تقریب میں ریاست کے تمام عمال شریک ہوئے۔ نومبر کے تیسرے ہفتہ میں سردار محمد عالم پشاور سے گلگت پہنچے اور گلگت میں پاکستان کے پولیٹیکل ایجنٹ بن بیٹھے۔ پاکستان نے گلگت تک ہوائی سروس قائم کی۔ کثیر تعداد میں فوجی اور غیر فوجی افسر یہاں پہنچے اور رفتہ رفتہ نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

گلگت میں باقاعدہ پاکستانی نظم و نسق کے قیام کے بعد میجر براؤن اور کیپٹن میتھی سن کا تبادلہ پشاور کردیا گیا اور پاکستانی افسروں نے گلگت اسکاؤٹس اور ریاست کی باغی فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔

جس قدر شہادتیں ملی ہیں ان سے پتہ چلا کہ سرحدی ضلع کے میروں اور راجاؤں نے اس بغاوت میں کوئی عملی حصہ نہیں لیا۔

تمام واقعات اور حالات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ گلگت کی بغاوت سے مغربی جموں کی نام نہاد "آزاد کشمیر" حکومت کو کسی قسم کا کوئی لگاؤ یا تعلق نہیں تھا بلکہ ریاست جموں و کشمیر کی باقاعدہ حکومت کا تختہ الٹنے کی ساری تحریک کا مرکز حقیقتاً پشاور تھا اور صوبہ سرحد کے وزیر اعظم مسٹر عبدالقیوم خاں اس کے روحِ رواں اور پشت پناہ تھے۔

مغربی جموں کی نام نہاد "آزاد کشمیر" حکومت کے قائد سردار ابراہیم خاں مسٹر عبدالقیوم خاں سے قریبی رابطہ قائم کئے ہوئے تھے، اور مغربی جموں میں اپنی بغاوت کو تقویت پہنچانے اور اسے کامیاب بنانے کیلئے انھوں نے صوبہ سرحد سے بڑی مقدار میں اسلحہ حاصل کئے۔

باب ۳

جموں کی طرف

اس طرف تو ساری توجہ سری نگر پر مرکوز تھی اور دوسری طرف جموں میں ایک سنگین صورتِ حال رونما ہو رہی تھی جہاں دشمنوں نے پاکستانی سرحد سے متصل وسیع علاقہ پر قبضہ کر رکھا تھا اور دارالحکومت کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔

شمال میں تو کشمیر بڑی حد تک بیرونی حملہ آوروں سے دوچار تھا لیکن مغربی جموں میں ان کی جماعت بیشتر مقامی باغیوں پر مشتمل تھی جنھیں سرحد اُس پار سے رسد اور اسلحہ کی مدد پہنچ رہی تھی۔

ریاستی فوجیں جنھوں نے اپنے مورچے سرحد کے قریب اہم شہروں میں قائم کر رکھے تھے میر پور، کوٹلی، پونچھ، جھنگر، نوشہرہ بھمبر اور راجوڑی میں گھری ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ ہزاروں بے بس غیر مسلم پناہ گزیں جو فرقہ وارانہ مظالم اور انتقامی جذبات کا شکار ہوئے تھے پناہ گیر تھے۔

ہمارے ہوائی جہازوں نے دورانِ پرواز میں مغربی جموں خاص کر میر پور، پونچھ اور ریاسی کے اضلاع میں بہت سے مقامات پر آگ کے زبردست شعلے بھڑکتے ہوئے دیکھے۔

جموں میں ہندستانی فوجوں نے سب سے پہلے پناہ گزینوں کو بچانے اور ریاست کے گھرے ہوئے فوجی دستوں کو باہر نکال لانے کی جانب توجہ کی۔

ہندستانی فوجوں کو سری نگر سے اوڑی تک پیش قدمی کے دوران میں جن مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ان سے کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا جموں میں تھا۔ اول تو یہاں سڑکیں بہت کم تھیں اور جو دو چار سڑکیں تھیں انھیں راستے کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ راستے ایسے تھے جو اچھے موسم میں کام آسکتے تھے۔ ہندستانی فوجوں کے لئے صرف ایک تنگ، پیچ در پیچ، غبار آلود سڑک دستیاب تھی جو شہر جموں سے اکھنور اور بیری پٹن ہوتی ہوئی نوشہرہ اور اس کے آگے جھنگر تک چلی گئی تھی۔ یہاں اس سڑک کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک میر پور اور وہاں سے پاکستان کی سرحد تک اور دوسری شمال میں کوٹلی، پونچھ اور اوڑی تک چلی جاتی ہے۔

یہ سڑک جو بعض مقامات پر پہاڑوں کے کنارے کاٹ کاٹ کر بنائی گئی ہے اور ان کے نشیب و فراز سے ہو کر گذرتی ہے جگہ جگہ اتنی پتلی ہے کہ اس پر بیک وقت دونوں سمتوں سے آمد و رفت نہیں ہو سکتی ۔ اس کے علاوہ اس پر متعدد ایسے نالے بھی پڑتے ہیں جن پر کوئی پل نہیں ہے ہندستانی فوج کے انجینیروں اور سفر مینا دستوں کو اسے فوجی آمد و رفت کے قابل بنانے میں بڑی محنت اور کوشش کرنی پڑی ۔

سب سے پہلے امدادی کاموں کے سلسلے میں ایک دستہ جموں سے نوشہرہ اور جھنگر کی جانب اور دوسرا پونچھ کے لئے اوڑی سے جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ نوشہرہ سڑک پر اکھنور کا پل جنگی اعتبار سے بیحد اہمیت رکھتا تھا۔ ہندستانی فوج کو اسے بھی محفوظ رکھنا تھا۔

جموں کا دستہ بریگیڈیر دائی ۔ ایس ۔ پرانجپائی کی قیادت میں ۱۶ر نومبر کو روانہ ہوا اور ۱۹ر نومبر تک نوشہرہ اور جھنگر میں ریاستی فوج کے محصور محافظ دستے کو نکال لانے میں کامیاب ہو گیا ۔ راستہ میں دشمنوں سے اس کی ایک معمولی سی جھڑپ نوشہرہ کے مشرق میں ہوئی۔ دوسرے روز یہ دستہ کوٹلی کی طرف روانہ ہوا اور راستہ کی دشواریاں اور صعوبتیں جھیلتا اور کمین گاہ سے دشمن کی گولیوں کا مقابلہ کرتا ہوا منزلِ مقصود پر پہنچ گیا اور ۲۷ر نومبر کو یہاں جو محافظ دستہ محصور تھا اس کی مدد پر آ پہنچا۔ ۹ ہزار پناہ گزیں بھی بغیر کسی اتلافِ جان کے نکال لائے گئے۔

میرپور میں ریاستی فوج کا جو محافظ دستہ محصور تھا اسے مدد نہ پہنچائی جا سکی کیونکہ اس وقت کوئی ہندستانی فوج دستیاب نہ تھی لیکن یہ دستہ بغیر کسی مدد کے لڑ بھڑ کر ۲۵ر نومبر کو باہر نکل آیا اور اپنے ساتھ تقریباً ۲۰ ہزار پناہ گزینوں کو بھی بچا لایا۔

پونچھ کو دشمنوں سے آزاد کرنے کے لئے ۲۰ر نومبر کو اوڑی سے فوجی دستہ روانہ ہوا۔ اسے بعض انتہائی دشوار گذار مقامات اور راستوں سے جن میں اونچے اونچے پہاڑی سلسلے اور گھنے جنگل حائل تھے گذرنا پڑا ۔ یہی نہیں بلکہ اسے ۸ ہزار فٹ بلند درۂ حاجی پیر کو بھی پار کرنا پڑا۔

اس دستے کے پچھلے حصہ کو جو بکتر بند گاڑیوں، موٹر گاڑیوں اور پیدل فوج کے ایک دستے پر مشتمل تھا کوچ کئے ہوئے ابھی ایک دن ہوا تھا کہ دشمنوں کو راستہ ہی میں اس کا پتہ چل گیا اور اسے مجبوراً اوڑی واپس لوٹ آنا پڑا۔ اگلا حصہ جب آگے بڑھا تو اس نے دیکھا کہ ریاستی فوجوں نے ان کو غلطی سے دشمن سمجھ کر کہوٹہ کا پل جو پونچھ سے آٹھ میل پہلے واقع تھا اڑا دیا ہے۔ پھر بھی ان لوگوں نے ہمت نہیں ہاری اور ایک بٹالین جو لفٹیننٹ کرنل پریتم سنگھ (جو بعد میں بریگیڈیر کے عہدے پر



علاقہ سون مرگ
میں پہاڑی چٹانوں
کے ٹوٹ کر نیچے
گرنے سے سڑک
بند ہوگئی ہے اور
ایک لاری پھنسی
ہوئی ہے



ایک بل ڈوزر
۹۰۰۰ فٹ سے
زیادہ کی بلندی
پر درّہ بانہال
میں برف ہٹا
رہا ہے



زوجی لا کے علاقہ میں ایک سڑک سے برف ہٹائی جا رہی ہے۔

فائز ہوئے) کے ماتحت تھی چشمہ کو پار کر کے پونچھ کے محافظ دستے سے جا ملی۔

اگرچہ پونچھ کو آزاد کرانے کی کوشش میں پوری پوری کامیابی نہیں ہوئی تھی پھر بھی اس بٹالین کے پونچھ پہنچ جانے کی وجہ سے محافظ دستہ دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی سے جما رہا اور آخرکار پونچھ بھی آزاد کرالیا گیا۔ اس وقت چالیس ہزار پناہ گزیں پونچھ میں محافظ دستے کے ساتھ پناہ گیر تھے۔

ہندستانی فوجیں جھنگر میں موجود تھیں جس کی وجہ سے میر پور اور کوٹلی کے درمیان حملہ آوروں کا سلسلہ مواصلات رکا پڑا تھا۔ چنانچہ انھوں نے ہندستانی فوجوں سے جھنگر کو خالی کرا لینے کا مصمم ارادہ کر کے ۲۳، ۲۴ دسمبر کی رات میں پوری طاقت سے جھنگر پر حملہ کر دیا۔

تقریباً ۶ ہزار حملہ آوروں نے ہمارے محافظ دستے پر جو ایک نامکمل بٹالین پر مشتمل تھا حملہ کیا۔ ساتھ ہی ساتھ تقریباً ۳ ہزار اور حملہ آور نوشہرہ۔ جھنگر سڑک پر سدراہ ہوئے جس سے کمک رسانی ناممکن ہو گئی۔

نوشہرہ سے جو کمک بھیجی گئی تھی وہ متواتر کوششوں کے باوجود دشمن کی صف کو نہ توڑ سکی۔ پھر شدید سردی شروع ہو جانے کی وجہ سے دفاعی فوجوں کو فضائی امداد بھی نہ پہنچ سکی کیونکہ موسم کی خرابی کی وجہ سے ہمارے لڑاکو جہاز پرواز نہ کر سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن نے ہمارے مورچہ پر غلبہ پالیا اور ہماری فوجوں کو مجبوراً نوشہرہ تک پیچھے ہٹ آنا پڑا۔

اس کامیابی سے دشمنوں کی ہمتیں بڑھ گئیں اور دوسرے روز رات میں ۲۵۰۰ حملہ آوروں نے ہمارے نوشہرہ کیمپ پر حملہ کیا لیکن صبح ہوتے ہوتے اسے آسانی سے رد کر دیا گیا۔ اب موسم بھی بہتر ہو گیا تھا۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ کے لڑاکو ہوائی جہاز ایک بار پھر سرگرم عمل ہو گئے اور انھوں نے اسلحہ کے ذخیروں اور دشمن کے مورچوں پر زبردست حملے کر کے بھاگتے ہوئے دشمن کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنایا۔

جھنگر کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد یہ طے کیا گیا کہ نوشہرہ میں جو جموں سے ۷۰ میل مغرب میں ہے قیام کیا جائے اور اس وقت تک کوئی پیش قدمی یا پہل نہ کی جائے جب تک کہ مزید فوجیں نہ پہنچ جائیں۔

بہرحال مقامی طور پر برابر جھڑپیں ہوتی رہیں اور دشمنوں کے متعدد حملے رد کیے گئے۔ خاص طور سے دشمن پٹھان کوٹ سے جموں تک ہمارے رسل و رسائل کے راستہ پر اکثر و بیشتر حملے کرتے رہے۔

جموں سے ۱۰ میل جنوب مشرق میں سرحد پر ایک اور جھڑپ ہوئی۔ ۲۰۰ حملہ آوروں نے موضع بجرا سے جس پر وہ قابض تھے ہندستانی گشتی دستے کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنایا۔ بہت سے حملہ آور فوجی وردی میں تھے۔ بقیہ سادے لباس میں۔ ہندستانی گشتی دستہ فوراً دست و گریبان ہو گیا اور انھیں

مار بھگایا۔

رنبیر سنگھ پورہ سے متصل سانبہ کٹھوعہ کے علاقے میں ایک ہندستانی گشتی دستے کا مقابلہ دشمن کی توپوں سے مسلح ایک جماعت سے ہوا۔ بظاہر یہ ایک چھوٹی سی جماعت معلوم ہوتی تھی لیکن مزید دریافت سے پتہ چلا کہ دشمنوں کی تعداد تقریباً ۱۰۰ تھی۔ انھوں نے فاصلہ سے ہندستانی دستے پر زبردست گولہ باری کی۔ ہندستانیوں نے رائفلوں اور خود حرکی مشینوں سے دشمن کا جواب دیا۔ رات ہوجانے پر یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ دوسرے روز صبح کو جب ایک بڑا گشتی دستہ اس علاقہ میں بھیجا گیا تو اُسے دشمن کی ۸۰ لاشیں ملیں جنھیں حملہ آور پیچھے چھوڑ گئے تھے۔

لفٹیننٹ جنرل کے۔ ایم۔ کری اپا نے ۲۰ر جنوری کو مغربی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ اس مہینے کے آخری ہفتہ میں جنرل کری اپا نے پچاسویں پاڑا برگیڈ کے ہیڈ کوارٹر نوشہرہ کا دورہ کیا۔ اس برگیڈ کے کمانڈر برگیڈیر محمد عثمان تھے۔ یہ طے کیا گیا کہ ہندستانی فوج کو کوٹ کی پہاڑی پر جو نوشہرہ سے پانچ میل جنوب مشرق میں واقع ہے قبضہ کرنا چاہئے تاکہ نوشہرہ کے لئے کوئی خطرہ نہ رہ جائے۔

نوشہرہ توی وادی کے سامنے پہاڑوں کا جو سلسلہ نظر آتا ہے ان میں کوٹ سب سے بلندی پر واقع ہے۔ یہاں دشمنوں نے ایک پکٹ لگا رکھا تھا۔ ان کی تعداد تقریباً ۵۰۰ تھی جو دو یا تین ۳ انچ دہانے کی توپوں، ایک یا دو متوسط مشین گنوں اور چار ہلکی مشین گنوں سے مسلح تھے۔ دشمن کے مورچے مناسب مقامات پر قائم تھے جنھیں آسانی کے ساتھ ایک دوسرے سے مدد پہنچ سکتی تھی۔

برگیڈیر عثمان نے یکم فروری کو کرن پھوٹتے ہی کوٹ پر حملہ کیا جہاں دشمن کی دو بٹالینیں مقابلہ پر تھیں۔ یوم فتح سے قبل شاہی ہندستانی ہوائیہ کے لڑاکو جہازوں نے بھی دشمن کے مورچوں کو کمزور کرنے کے لئے جارحانہ پرواز کی۔ اس اچانک حملہ نے دشمنوں کو حیرت زدہ کردیا۔ لیکن انھوں نے جان توڑ مقابلہ کیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی اور آخر کار ۱۰ بجے دن کو کوٹ اور ایک اور مقام پر ہمارا قبضہ ہوگیا۔ دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے ۱۵۰ آدمی مارے گئے اور ۲۰۰ زخمی ہوئے۔ ایک متوسط مشین گن، تین رائفلیں اور دوسرے سامان ہمارے قبضہ میں آئے۔ ہماری طرف ۱۱ ہلاک اور ۱۵ زخمی ہوئے۔

اس شکست سے دشمن تلملا اٹھے اور اب انھوں نے خود نوشہرہ پر پوری طاقت سے حملہ کرنے کے لئے اپنی فوجیں اکٹھا کیں۔ ۶ر فروری کو انھوں نے حملہ کیا اور کشمیر مہم کی

سب سے بڑی جنگ یہاں لڑی گئی۔

طلوعِ آفتاب سے قبل رات کے اندھیرے میں ایک طرف ...۴ سے زیادہ حملہ آوروں نے نوشہرہ کے جنوب مشرق میں ہندستانی مورچوں پر دھاوا کیا اور دوسری طرف مزید...۳ دشمنوں نے شمال مشرق سے حملہ کیا۔ ساتھ ہی ساتھ تقریباً...۵ حملہ آوروں نے نوشہرہ سے شمال مشرق میں ہماری دو چوکیوں تائیں دھار کی پہاڑی اور کوٹ پر حملہ کیا۔ انھوں نے اس لڑائی میں متوسط مشین گنوں، توپوں نیز بڑی تعداد میں ہلکی مشین گنوں اور بموں سے کام لیا۔ دشمنوں کے تمام حملے رد کر دیئے گئے اور انھیں زبردست نقصانات اٹھانا پڑے۔

دو گھنٹے کی خوفناک اور ہمت شکن جنگ کے بعد دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے اور اُن کی صفوں میں ابتری پھیل گئی۔ ہمارے توپ خانے، مشین گنیں اور چھوٹی توپیں لگاتار چار گھنٹے تک دشمن کے بھاگتے ہوئے جتھوں پر گولہ باری کرتی رہیں۔ نوشہرہ کی جنگ میں شاہی ہندستانی ہوائیہ کے لڑاکو جہازوں نے موثر امداد دی۔ انھوں نے دشمن کے مورچوں پر حملہ کیا۔ راستے میں رکاوٹیں حائل کیں اور رسد رسانی اور فرار کی راہیں مسدود کر دیں۔

نوشہرہ پر تقریباً...۱۵ حملہ آوروں نے حملہ کیا تھا۔ دشمن کے تقریباً ۲ ہزار آدمی مارے گئے اور لا تعداد مجروح ہوئے۔ ۹۴۱ مقتولین کی لاشیں تو میدان جنگ میں ملیں بھی اِسی طرح بہت زیادہ مالِ غنیمت بھی ہمارے ہاتھ آیا جس میں بڑی تعداد میں برن اور اسٹن گنیں، رائفلیں اور تلواریں شامل تھیں۔ ہماری فوج کے ۲۹ سپاہی ہلاک اور ۹۰ مجروح ہوئے۔

تائیں دھار کا معرکہ خاص طور سے سخت تھا۔ ہماری فوجوں نے دشمنوں سے دست بدست جنگ کی اور انھیں پسپا کر دیا۔

ایک موقع تو وہ آگیا کہ دشمن حملہ کر کے نہ صرف ہندستانی مورچوں سے ۵۰ گز کے فاصلہ پر پہنچ گئے بلکہ ایک جگہ تو وہ ہمارے مورچوں میں گھس بھی آئے۔ ہندستانی فوجوں اور پٹھانوں میں جو تلوار سے مسلح تھے، دست بدست لڑائی شروع ہوئی۔ حملہ سے ذرا دیر پہلے برگیڈیر عثمان نے اس امدادی فوج کے ایک حصہ کو جو ابھی ابھی پہنچی تھی اس علاقہ میں پھیلا دیا۔ ہمارے مورچے میں دشمن کے گھس آنے سے صرف چند منٹ پہلے یہ کمک پہنچی تھی۔ دشمن کا حملہ رد کر دیا گیا اور اسے زبردست نقصان اُٹھانا پڑا۔

بریگیڈیر عثمان کے پچاسویں پاڑا بریگیڈ کے ہر افسر اور این۔سی۔او نے اس لڑائی میں حصہ لیا۔ رسد اور انجینئر یونٹوں کے افسروں اور عملہ نے پیدل پلٹنوں کے دوش بدوش دشمنوں سے جنگ کی۔ ہندستانی فوج کی ایک مشین گن چوکی نے دشمن کی صف پر بالکل ہی قریب سے ۹۰۰۰ راؤنڈ گولی چلائی۔ حملہ آوروں میں سو دن، پٹھان، اور سوالات اور دیر کے باشندے نیز دیگر قبائلی اور پاکستانی شامل تھے۔

اس روز تمام رات ہندستانی فوجیں جگہ جگہ دشمنوں کے پکڑنے کے لئے گھات لگائے بیٹھی رہیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ دشمن اپنے ساتھیوں کی لاشیں لے جانے کے لئے واپس آئیں گے دوسرے روز تمام دن دشمنوں کا تعاقب کیا جاتا رہا۔ ہندستانی توپ خانے اور شاہی ہندستانی ہوائیہ نے جہاں کہیں دشمن کو دیکھا ان پر گولہ باری کی۔ خاص طور سے نوشہرہ کے جنوب مغرب میں ہندستانی توپ خانے اور شاہی ہندستانی ہوائیہ کو اس میں بہت زیادہ کامیابی ہوئی۔

ہندستانی بکتر بند لڑاکو گاڑیوں نے اس پوری جنگ میں بری فوج کو بیش قیمت مدد دی۔ ۸ فروری کی صبح کو بکتر بند لڑاکو گاڑیوں کو جبکہ وہ جھنگر سڑک پر گشت کر رہی تھی ۲۰۰۰ سے زیادہ حملہ آور نظر آئے۔ ان میں سے بعض موٹر گاڑیوں میں بھاگ رہے تھے۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ کو اطلاع دی گئی اور ان دونوں نے مل کر اس دستہ پر حملہ کیا اور اسے تتر بتر کر دیا۔

نوشہرہ سے جنوب مغرب میں پاکستانی سرحد کے قریب ہماری فوجوں نے جنگل جنگل ہو کر ۳۰۰ حملہ آوروں پر مشتمل ایک کارواں کو اچانک راستہ میں جا لیا جو لوٹ کا مال لئے جا رہے تھے۔ ۶۰ حملہ آور مارے گئے اور جو مال و دولت وہ لوٹ کر لے جا رہے تھے اس پر قبضہ کر لیا گیا۔

نوشہرہ کی جنگ میں جو کامیابی ہوئی تھی اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے طے کیا گیا کہ جھنگر پر دوبارہ قبضہ کیا جائے۔ جھنگر کی فوجی کارروائی کی کمان جموں و کشمیر فوجوں کے جنرل افسر کمانڈنگ میجر جنرل کلونت سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ یہ پیش قدمی ۱۵ مارچ کو شروع ہوئی۔

ہندستانیوں کو جھنگر تک پہنچنے میں گھنے جنگلوں سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں میں جنگ کرنا پڑی۔ سب سے بڑا مقابلہ دشمنوں سے گائیکوٹ کے جنگل میں ہوا جہاں حملہ آور ہلکی اور متوسط مشین گنوں سے مسلح مورچہ بند تھے۔ ہندستانی فوجیں جھاڑیوں سے ہوتی ہوئی دشمن پر اچانک ٹوٹ پڑیں اور وہ فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہاں سے ہندستانی آگے بڑھے اور درہال کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

جھنگر پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے فیصلہ کن جنگ پیر تھل میں لڑی گئی۔ یہ ایک ڈھلواں پہاڑی

ہے جو جھنگر سے بالکل سامنے نظر آتی ہے۔ دشمن اس پہاڑی پر خندقوں میں اپنے مورچے قائم کئے ہوئے تھے۔ شروع شروع میں انھوں نے زبردست مقابلہ کیا لیکن ہندستانی فوجوں کے مسلسل دباؤ کی تاب نہ لا سکے اور انھیں مجبوراً اپنے مورچے خالی کر دینا پڑے۔ وہ اس قدر عجلت اور سراسیمگی کے عالم میں بھاگے کہ انھیں اپنے سامان، ذخائر حرب اور پکے ہوئے کھانے لے جانے کا بھی موقع نہ مل سکا یہاں تک کہ جب وہ بھاگے ہیں تو ان کی گاڑیوں کے انجن چل رہے تھے جنھیں وہ بند نہ کر پائے "V" نشان کی سرنگیں، بڑی مقدار میں اسلحہ اور بم بھی ہندستانی فوجوں کے ہاتھ لگے۔

جھنگر پر دوبارہ قبضہ کرنے میں شاہی ہندستانی ہوائیہ نے قابل قدر حصہ لیا۔ نوشہرہ سے ہندستانی دستوں کی روانگی کے کئی روز قبل سے شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ٹمپسٹ جہاز دیکھ بھال کے لئے بلند اور جنگلوں سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں پر اور پیچ در پیچ وادیوں نیز دشوار گذار گھاٹیوں کے درمیان پرواز کر کے دشمن کے پوشیدہ مورچوں کا نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے پتہ لگانے اور ان پر منظم طریقہ سے راکٹ بم اور گولیوں کی بوچھار کر کے انھیں زبردست نقصان پہنچانے میں مشغول تھے۔

شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ڈکوٹا جہازوں کے دستہ نے ونگ کمانڈر کے۔ ایل۔ بھاٹیہ کی کمان میں خاردار تار سے لیکر راشن اور اسلحہ تک سیکڑوں ٹن فوجی سامان تمام اور فوجی ضروریات بری فوج کے ہراولی مستقروں تک پہنچائے اور اس طرح کافی بیش قیمت وقت بچالیا۔

جھنگر پر ۱۸ر مارچ کو دوبارہ قبضہ ہوگیا۔ اس سے ایک طرف تو وادی نوشہرہ تک کا اہم راستہ محفوظ ہوگیا اور دوسری طرف دشمن کے رسد رسانی کے سلسلے میں خلل پڑ گیا۔

اس دوران میں پونچھ نے دشمن کے متواتر حملوں کا جو گھیرا ڈالے ہوئے تھے ہمت و استقلال سے مقابلہ کیا۔ بریگیڈیر پریتم سنگھ جنھوں نے اب محافظ دستے کی کمان سنبھال لی تھی محصور شہر میں از سر نو زندگی شروع کرنے اور حالات کو اعتدال پر لانے میں مشغول ہو گئے۔

فضائی راستہ سے مسلسل رسد رسانی کی سہولتیں بہم پہنچانے کی غرض سے ہوائی جہازوں کے اُترنے کے لئے ایک ہوائی پٹی تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ہزاروں پناہ گزینوں نے دن رات کام کر کے ایک ہفتہ میں اسے مکمل کر لیا۔ ۱۳ر دسمبر کو شاہی ہندستانی ہوائیہ نے پہاڑی توپ خانے کا ایک حصہ وہاں اتارا۔ پیدل فوج کی ایک اور پلٹن ہوائی جہازوں سے جنوری کے اوائل میں پونچھ پہنچی۔ بریگیڈیر پریتم سنگھ نے مقامی طور پر پناہ گزینوں کی رضا کار فوجی پلٹنیں ہندستانی اور ریاستی فوجوں کے دوش بدوش لڑنے کے لئے تیار کیں۔

ایک وقت ایسا بھی تھا جبکہ . . . . ہم پناہ گزیں پونچھ میں تھے جن کی خبر گیری کی جارہی تھی ۔ ان کی دیکھ بھال، فلاح و بہبود اور خوراک کی ذمہ داری محافظ دستے پر تھی ۔ جب کبھی رسد اور سامان کی قلت ہوتی ـــــ اور ایسا اکثر ہو جاتا ـــــ تو فوجی اپنے راشن میں سے پناہ گزینوں کو حصہ دے دیتے اور اپنے حصہ کا ڈبوں کا دودھ بچوں، عورتوں اور مریضوں کو تقسیم کر دیتے۔

غلے اور سامان خوراک کے ذخیرہ کو بڑھانے کے لئے پڑوس کے دشمن کے مقبوضہ علاقہ سے فصلیں کاٹ لائی جائیں۔ ہندستانی فوجی دستے کی حفاظت میں پناہ گزینوں کے جتھے جاتے اور گولیوں کی بوچھار میں کھیتوں سے تیار فصلیں کاٹ لاتے۔ اس طرح کی ایک مٹ بھیڑ میں نو ہندستانی سپاہی مارے گئے اور ۲۲ زخمی ہوئے۔

پونچھ پر دشمنوں نے زبردست دھاوے کے ساتھ ساتھ باہری چار چوکیوں پر حملہ کیا۔ آدھے گھنٹے کی جنگ کے بعد یہ حملہ رد کر دیا گیا۔ یکم جنوری کو دشمن نے ہماری تین اور چوکیوں پر زبردست حملہ کیا مگر اسے بھی پسپا کر دیا گیا۔

۱۷ مارچ کی شام کو ساڑھے پانچ بجے آخری ڈکوٹا ہوائی جہاز کی روانگی کے بعد دشمن نے پہلی بار ۳٫۷ والی دور انداز توپوں سے گولہ باری کی۔ ان کا خاص نشانہ ہوائی جہاز کے اترنے والی پٹی تھی۔ اس رات دشمن نے ۲۰۰ گولے پھینکے۔ ہمارے توپ خانے نے بھی جواب میں گولہ باری کی۔ دوسرے روز دن میں بھی دشمن گولہ باری کرتے رہے جس سے ہوائی پٹی کو کافی نقصان پہنچا۔ لیکن شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ٹمپسٹ اور ہارورڈ جہاز دشمن کے علاقہ پر برابر ہوائی حملے کرتے رہے اور انھوں نے فوٹو گرافی اور نظر سے جائزہ لیکر دشمن کے مورچوں کی جائے وقوع کا پتہ چلایا۔

پونچھ کے محافظ دستے کے کمانڈر بریگیڈیر پریتم سنگھ نے ۲۵۔۲۵ پونڈ کے گولے کی دو توپیں مع گولے بارود اور ربند توپچیوں کے جو انھیں چلا سکیں مانگیں اس لئے کہ پونچھ میں جو پہاڑی توپیں موجود تھیں وہ دشمن کی دور انداز توپوں کے مقابلہ میں جو کئی روز سے پونچھ پر گولہ باری کر رہی تھیں غیر موثر تھیں۔

شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ہوابازوں نے اس موقع پر شاندار کارنامے دکھائے۔ ۲۱ مارچ کو تین ڈکوٹا جہاز دوپہر سے پہلے مطلوبہ سامان لیکر روانہ ہوئے۔ ہوائی صدر کپتان مہر سنگھ جنرل کلونت سنگھ کے ساتھ ہارورڈ ہوائی جہاز میں پونچھ روانہ ہوئے۔ پہلا ڈکوٹا جہاز جیسے ہی پونچھ میں اترا اور ہوائی پٹی کے دوسرے سرے پر پہنچا دشمن نے گولہ باری شروع کر دی۔ ایک گولہ جہاز کے

پہلو والے پہیئے کے قریب پھٹا اور اس سے جہاز کو نقصان پہنچا۔

مہر سنگھ نے جو فضا سے اس جہاز کے اُترنے کا حال دیکھ رہے تھے اور آر۔ ٹی کے برگیڈ کمانڈر سے مسلسل رابطہ قائم کئے ہوئے تھے اس کارروائی کو ملتوی کر دینے کا فیصلہ کیا۔

اسی روز شام کو ڈکوٹا جہازوں کا ایک بیڑہ مدھم چاندنی میں پھر روانہ ہوا۔ ان میں سے ایک جہاز کے پائیلٹ خود ہوائی صدر کپتان مہر سنگھ تھے۔ پہلا جہاز اندھیرے میں بچتا بچاتا ہوائی پٹی پر اترنے میں کامیاب ہو گیا اور وہاں سامان حوالے کر کے واپس ہوا۔ اسی طرح دوسرا، تیسرا اور چوتھا جہاز بھی منزل مقصود پر پہنچا اور سامان حوالے کر کے روانہ ہو گیا۔ جب ایک جہاز ہوائی اڈے پر سامان آتارتا ہوتا دوسرے جہاز دشمن کو مغالطہ میں رکھنے کے لئے فضا میں اس علاقہ کا چکر لگاتے رہتے۔

ہماری ان پچیس ۲۵ پونڈ کے گولے کی توپوں کی مار دشمن کی پہاڑی توپوں کی مار سے زیادہ تھی جس سے پونچھ کے مغرب میں دشمن کے مورچوں کو توڑنے اور انھیں اپنے توپ خانے پیچھے ہٹانے پر مجبور کرنے کے لئے ان فوجی کارروائیوں میں بڑی مدد ملی۔ پورے ایک مہینے کی خاموشی کے بعد ۲۰ اپریل کو پھر اس ہوائی پٹی پر سرگرمیاں شروع ہو گئیں۔

پونچھ کے دفاع میں شاہی ہندستانی ہوائیہ کے بارہویں دستے کا بڑا حصہ تھا۔ اس دستے نے ۶۱ روز کے اندر ۳۷ اڑانیں کیں اور ۱۴۴۰۰۰ پونڈ سامان پونچھ پہنچایا۔ اس مہم کو اُن لوگوں نے پونچھنگ کا نام دے رکھا تھا۔

پونچھ کی ہوائی پٹی چاروں طرف سے اونچی اونچی پہاڑیوں سے گھری ہوئی ہے اس لئے اس پر جہازوں کو آتارنے اور وہاں سے پرواز کرنے میں بڑی جرأت اور ہوشیاری کی ضرورت تھی۔ وہاں تک رسد پہنچانے کے علاوہ شاہی ہندستانی ہوائیہ نے ۳۵۰۰۰ پناہ گزینوں کو بھی باہر نکالا۔

اس دستے کی قابل قدر خدمات کے اعتراف میں پونچھ کے راجا نے اسے بھرا ہوا چیتا انعام کے طور پر پیش کیا۔

باب ۴

موسم سرما سے جنگ

موسم سرما میں ہندستانی فوجوں کو کشمیر میں دو دشمنوں سے لڑنا پڑا۔ حملہ آوروں کو پسپا اور تتر بتر کردینا آسان تھا۔ اس تمام عرصے میں حملہ آور ایک انچ زمین پر بھی قبضہ نہ کرسکے اور ہمارے مورچوں کو توڑنے یا اوڑی سے کترا کر آگے بڑھ جانے کے لئے ان کی ہر کوشش مستعدی کے ساتھ رائیگاں کردی گئی۔ لیکن کشمیر کے شدید موسم سرما سے ہندستانی فوجوں کی جنگ یقیناً سخت اور دلیرانہ تھی۔

ہماری فوجوں کے بیشتر جوانوں نے اس سے پہلے نہ کبھی برف کی صورت دیکھی تھی اور نہ برفباری کا مقابلہ کرنے کے لئے خاص قسم کے سازوسامان سے مسلح کئے گئے تھے۔ برفباری کی وجہ سے سری نگر جانے والی تنہا سڑک کے بند ہوجانے اور ہوائی سروس کے رُک جانے کی وجہ سے رسد کی صورت حال سنگین ہوگئی۔

بہت سے ممالک میں فوجوں کو برف باری سے لڑنے کی مخصوص ٹریننگ دی جاتی ہے اور انھیں خاص قسم کے سازوسامان سے مسلح کیا جاتا ہے۔ لیکن جن غیر معمولی حالات میں ہندستان کی مسلح فوجوں کو کشمیر کی لڑائی پر روانہ کیا گیا ان میں نہ تو اتنا وقت تھا کہ انھیں ٹریننگ دی جائے اور نہ اس کا موقع کہ قطب شمالی کے سے حالات اور موسم میں لڑنے کے لئے مناسب سازوسامان سے آراستہ کیا جائے۔

جب ان فوجوں کی خبر گیری اور دیکھ بھال جو کشمیر میں موجود تھیں مشکل ہوگئی تو مزید کمک بھیجنے کا اگر یہ ممکن بھی ہوتا، کوئی سوال ہی نہیں تھا۔

عناصر پر ہندستانی فوجوں کی فتح نے ان کی شاندار اور زریں تاریخ میں جس کے اوراق بہادری اور صبر و استقلال کے کارناموں سے پہلے ہی پُر تھے ایک نئے باب کا اضافہ کردیا۔ ہر دو دشمن سے مرعوب ہونا یا پیچھے ہٹنا تو درکنار ہماری فوجوں نے اوڑی کے یخ بستہ محاذ پر اپنی قوتیں مجتمع کیں اور بہادری کے ساتھ ڈٹی رہیں۔



شمال کے برف پوش علاقہ میں ہندستانی سپاہی گشت کر رہے ہیں

درہ بانہال پر ایک فوجی دستہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا ہے





بریگیڈیر ہربخش سنگھ دوسرے دو افسروں کے ساتھ دشمن کے مورچوں کے جائے وقوع کا تعین
کر رہے ہیں اور انھیں نقشے پر پن کے ذریعہ دکھا رہے ہیں

موسم سرما میں ہندستانی فوجیں کشمیر میں زیادہ تر مدافعتی تدبیریں کرتی رہیں اور ان کی سرگرمیاں دور دور تک فوجی دیکھ بھال اور جارحانہ گشتی کارروائیوں ہی تک محدود رہیں عناصر کے خلاف جنگ تنے تنہا برف پوش پہاڑوں پر قائم حفاظتی چوکیوں اور ان گشتی دستوں نے کی جو اولہ باری اور برف کے شدید طوفان کا مقابلہ کرتے ہوئے گشت پر نکلتے۔

جنوری کے وسط میں ۱۵۰۰ حملہ آوروں کا ایک جتھا جہلم کے شمالی ساحل کے کنارے کنارے بڑھتا ہوا مہورا بجلی گھر کی دوسری جانب پہونچا۔ یہاں حملہ آوروں کے جمع ہونے کا مقصد مہورا بجلی گھر پر قبضہ کرلینا یا اُسے بیکار کر دینا تھا۔

ہماری فوجوں نے دریائے جہلم کے ۱۰۰ گز چوڑے پاٹ کو رسیّوں اور چرخیوں کے ذریعہ رات کے اندھیرے میں پار کیا۔ ان کے بھاری سامان اور اسلحہ کشتیوں کے ذریعہ پار اتارے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے حملہ آوروں پر آدھی رات کو حملہ کیا۔ حملہ آور بالکل بے خبر تھے۔ اس اچانک حملہ سے ان کی صفوں میں بدنظمی پھیل گئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس حملہ میں ان کا کمانڈنگ افسر بھی مارا گیا۔

ایک ہندستانی گشتی دستہ نے جو ۱۸ اور ۱۹ سالہ نوجوانوں پر مشتمل تھا اوڑی کے شمال میں حملہ آوروں کے ایک مورچہ پر اچانک حملہ کیا اور سنگینوں کی دست بدست لڑائی کے بعد دشمن کو بھگا دیا۔ یہ نوجوان بوائز کمپنیوں سے ابھی ابھی پاس کرکے آئے تھے۔ حملہ آوروں نے جوابی حملہ کیا اور اس میں چھوٹے اسلحہ اور ۳ انچ دہانے کی توپوں سے ۱۰۰۰ راؤنڈ گولیاں اور بم برسائے لیکن ان نوجوانوں نے توپ خانے کی مدد سے انھیں پسپا کر دیا۔

اس معرکہ میں ۹۲ حملہ آور ہلاک ہوئے جن کی لاشیں میدان جنگ میں ملیں۔ ان میں سے بیس ایسے تھے جو پاکستانی فوج کے سرحدی رجمنٹ کے فوجی بلے لگائے ہوئے تھے۔ زخمی ہونے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ ان نوجوانوں کو دشمن کے مورچے کی صرف دیکھ بھال کرنے کی ہدایت دے کر بھیجا گیا تھا لیکن وہ اتنے پُرجوش تھے کہ اُنھوں نے دشمن پر سنگینوں سے حملہ کرکے ان کو بھگا دیا اور اس مورچے پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔

حملہ آوروں نے یکے بادیگرے ہماری تمام چوکیوں پر یلغار کرنے کی بار بار کوشش کی لیکن ہر بار انھیں پسپا کر دیا گیا۔ حملہ آوروں کو جب اوڑی میں گھس آنے یا کترا کر اس کے آگے بڑھ جانے میں کامیابی نہیں ہوئی تو وہ اس راستہ پر آگے بڑھے جو مظفر آباد کو ٹوں سے

لاتا ہے اور وادی سری نگر کے شمالی راستوں میں واقع ہنڈواڑہ کی طرف رُخ کیا۔ یہاں ایک ہندستانی دستے نے ان کا مقابلہ کرکے انھیں پسپا کردیا اور بہت سے دیہاتوں پر جو دشمنوں کے قبضے میں چلے گئے تھے ہمارا دوبارہ قبضہ ہوگیا۔

مارچ میں جب سردی کا زور کم ہونے لگا تو ہماری فوجوں نے بھی رفتہ رفتہ اپنی سرگرمیاں بڑھادیں۔ اوڑی کے اردگرد اور مہورا کے شمال میں حملہ آور بہت سے بلند پہاڑی سلسلوں پر قابض تھے جس سے ہمارے مورچوں کو مستقل خطرہ تھا۔ ان پہاڑیوں کو دشمن سے واپس لینے کے لئے ہمارے مستقروں سے دو دستے روانہ ہوئے۔

گڑھوالی اور کمایونی جوانوں نے مختلف مقامات سے پیشقدمی شروع کی۔ گڑھوالیوں نے شمال کی جانب ۱۲ میل چلکر دریائے جہلم پار کیا اور دشمنوں سے ۷۰۰۰ فٹ بلند ایک پہاڑی واپس لے لی۔ اس مٹ بھیڑ میں دشمن کے ۴۰ افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔ ہمارے دستہ کا صرف ایک سپاہی ہلاک ہوا۔ اس دستہ نے اپریل تک برابر اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور اس درمیان میں دوسرے مقامات پر بھی قبضہ کیا۔ ان میں سے اوڑی کے آگے ۹۰۰۰ فٹ بلند ایک پہاڑی بھی تھی۔ اس پہاڑی پر کمایونیوں اور توپ خانوں کی مشترکہ مدد سے قبضہ کیا گیا۔

ان دونوں دستوں نے اپنے مستقر سے ۳۰ میل کا دشوار گزار اور کٹھن راستہ طے کرکے حملہ آوروں کے پہاڑی ٹھکانوں تک کے سلسلۂ رسل و رسائل کو تباہ و برباد کردیا اور انھیں اپنے مستقر سے جدا کردیا۔

اس مہم میں کمایونی مہورا سے ۳ میل شمال میں ۷۶۰۰ فٹ بلند ایک پہاڑی مقام اور ۸۰۰۰ فٹ بلند کوبرا کی پہاڑی پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ پہلی مٹ بھیڑ میں دشمن کے ۵۰ آدمی مارے گئے اور ایک ہلکی مشین، چند رائفل اور چھوٹے اسلحہ کے ۶۰۰۰ راؤنڈ کا گولہ بارود ہاتھ لگا۔ دوسرا معرکہ نو گھنٹے جاری رہا۔ اس میں بھی دشمنوں کو شکست ہوئی اور وہ بڑی مقدار میں اسلحہ اور دوسرے سامان چھوڑ کر بھاگے۔ ان کارروائیوں سے بالآخر وہ خطرہ دور ہوگیا جو اوڑی جانے والی سڑک کو لاحق تھا۔

اس تمام عرصہ میں کشمیر کے شدید موسم سرما کے خلاف پوری طاقت سے جنگ جاری رہی۔ اگرچہ مارچ تک ہندستانی فوجیں اس پر بہت کچھ غالب آچکی تھیں اور انھوں نے یہ جنگ قریب قریب جیت لی تھی لیکن شروع شروع میں انھیں بڑی دشواریوں اور مصیبتوں کا مقابلہ

کرنا پڑا۔ فروری میں ایک منزل تو وہ آگئی تھی جب سری نگر میں ہندستانی فوج کے سپلائی ڈپو میں ہوائی جہاز کی صرف دس گیلن اسپرٹ باقی رہ گئی تھی۔ دوسرے فوجی سامان بھی خطرناک حد تک کم تھے۔ نمک کی قلت کی وجہ سے شہری آبادی کو جن کا ضبط و نظم ان فوجی کارروائیوں میں بیحد اہمیت رکھتا تھا سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ نمک کی قلت کا یہ حال تھا کہ سری نگر میں ۔ادوپیہ سیر نمک فروخت ہو رہا تھا۔

بہر حال موسم سرما کے خلاف جنگی صعوبتیں اور سختیاں سب سے زیادہ ہندستانی فوج کے ڈرائیوروں اور سفر مینا کو برداشت کرنی پڑیں۔ اس سے قبل جاڑوں میں چار مہینے تک درۂ بانہال برف باری کی وجہ سے ناقابل گزر ہو جاتا اور آمد و رفت بالکل بند رہتی۔ مدراسی سفر مینا نے مردانہ وار جد وجہد کرکے اس درہ کو برف سے صاف رکھا اور ڈرائیوروں نے برف سے محصور شہر تک رسد اور سامان پہنچانے کے لئے آرام کئے بغیر مقررہ اوقات سے زیادہ کام کیا۔

ڈیڑھ سو گز لمبی بانہال سرنگ کی دونوں جانب چودہ میل تک حقیقی معنوں میں موت کا گھر تھا۔ سرنگ کے دونوں سروں پر ۳۰ فٹ اونچی برف بار بار جم جاتی اور اس سے آمد و رفت بند ہو جاتی۔ اس جنگ میں کامیابی کا سہرا بل ڈوزروں، پھاوڑوں اور بیلچوں سے مسلح سفرمینا کے مٹھی بھر آدمیوں، جفاکش ڈرائیوروں اور بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس مقامی مزدوروں کے سر رہے۔

بسا اوقات تو سفر مینا کے آدمیوں نے سات بجے صبح سے دو بجے رات تک لگاتار کام کرکے برف میں دبی ہوئی گاڑیاں باہر نکالیں۔ برف پر کام کرتے کرتے ان کے پیر سوج جاتے برف باری کی وجہ سے ان کے جسم پر پھوڑے نکل آتے اور وہ بوائی کا شکار ہو جاتے۔

یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ ۲۲ر دسمبر سے مارچ کے آخر تک ۲۰۰ لاریوں پر مشتمل تین بیڑے سری نگر پہنچ پائے۔ لیکن ہر مرتبہ بیڑے کے پچھلے حصہ کی چند لاریاں برف میں پھنس جاتیں اور اس کے نیچے دبی پڑی رہتیں۔ برف اتنی زیادہ اور تیز گرتی کہ ۱۵ فٹ لمبی بلی بھی برف کی تہوں کو توڑ کر دبی ہوئی لاریوں کے بالائی حصہ تک نہ پہنچ سکتی۔

برف باری ۲۲ر دسمبر کو شروع ہوئی اور ۲۵ر دسمبر تک خطۂ بانہال کی سڑک ناقابل گذر ہو گئی۔ تین ٹن وزن کھینچنے والی ۲۵ لاریوں کا ایک بیڑا جو ۲۰۰ پناہ گزیں اور رسد لئے جا رہا تھا برف میں پھنس گیا۔ چند لاریاں سرنگ سے باہر آچکی تھیں اور کچھ ابھی سرنگ ہی میں تھیں کہ برف باری

شروع ہو گئی اور وہ لاریاں وہیں پھنس کر رہ گئیں۔ بڑی جدو جہد اور محنت و مشقت سے چند روز بعد پناہ گزینوں کو موت کے منہ سے نکالا جا سکا۔ کچھ لوگ برف باری کی تاب نہ لا سکے اور ہلاک ہو گئے۔ فروری میں ۱۳ لاریوں کا ایک اور بیڑا بھی اسی مصیبت کا شکار ہوا۔

جنوری کے وسط میں ایک بار پھر درۂ بانہال کو برف سے صاف کر کے آمد و رفت کے قابل بنایا گیا اور دونوں جانب سے ایک ایک بیڑا گذرا۔ دوسری مرتبہ ۲۰ر فروری کو اسے قابل گذر بنایا گیا لیکن ۲۲ر فروری کو وہ پھر بند ہو گیا۔ ۵ر مارچ کو پھر برف ہٹا کر راستہ صاف کیا گیا مگر فوراً برف باری نے اسے ناقابل گزر بنا دیا۔ آخر کار ۲۰ر مارچ کو برف صاف کر کے درۂ بانہال پورے طور پر آمد و رفت کے قابل بنا دیا گیا۔

اگرچہ موسم سرما کی جنگ جیت لی گئی تھی لیکن اب پگھلتے ہوئے برف نے ہندستانی فوج کے انجینیروں اور لاری ڈرائیوروں کو ایک نئے مسئلہ سے دوچار کر دیا۔ ایک طرف تو درۂ بانہال برف سے صاف کیا گیا اور دوسری طرف ۲۰۰ میل لمبی پتلی سڑک پر جو ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے کے سینے کو چیرتی ہوئی چلی گئی ہے پہاڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے اور پہاڑ کے بڑے بڑے ٹکڑوں اور چٹانوں نے سڑک کو قطعاً ناقابل گذر بنا دیا۔

سفر مینا کے لوگ سڑک کو پہاڑی چٹانوں اور پہاڑ کے بڑے بڑے ٹکڑوں سے برابر صاف کرتے رہے تاکہ رسدی بیڑوں کے لئے جو ان چٹانوں کی وجہ سے رُک جاتے راستہ صاف ہے۔

اس طرف وادیٔ کشمیر بس تو بلا کی سردی پڑ رہی تھی چپہ چپہ برف کا سفید لبادہ اوڑھے نظر آتا تھا اور اس طرف جموں میں کچھ اور ہی سماں تھا۔ یہاں بارش کی وجہ سے ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ اور دلدل ہی دلدل دکھائی پڑتی جس نے ہماری فوجوں کی نقل و حرکت دشوار اور ان کی زندگیاں دوبھر کر رکھی تھیں۔ غیر معمولی بارش کی وجہ سے پٹھان کوٹ سے آنے والی واحد سڑک کے پل تک بہہ گئے تھے اور فوجوں تک رسد کا پہنچنا دشوار ہو گیا تھا۔

اس طرح محاذ کشمیر پر تو خاموشی چھائی ہوئی تھی لیکن جموں کے محاذ پر دشمن نے بہتر اور رسل و رسائل کے متعدد راستوں سے جن کے فاصلے بہت کم تھے فائدہ اٹھا کر اپنی سرگرمیاں اور بڑھا دی تھیں۔

جموں سے نوشہرہ تک ۵۰ میل لمبی صرف ایک سڑک ہمارے لئے تھی اور وہ بھی موسم سرما کی بارش سے اکثر و بیشتر ناقابل عبور ہو جاتی لیکن حملہ آوروں کے پاس متعدد دوسرے

راستوں کے علاوہ ہر موسم میں کام آنے والی بہترین قسم کی جہلم۔ میر پور سڑک اور سیالکوٹ۔ جموں سڑک تھی جن سے وہ اپنی فوجوں تک رسد اور سامان بہم پہنچاتے۔

ہندستانی فوجوں کے ہاتھوں ابتدائی منزلوں میں ہزیمتیں برداشت کرکے اور بہتر راستوں عمدہ سڑکوں اور رسل و رسائل نیز رسد رسانی کی سہولتوں سے جو انھیں حاصل تھیں فائدہ اٹھا کر دشمن جاڑے بھر جموں میں برزدر جوابی حملے کرتے رہے۔ وہ ایک حملوں میں انھیں عارضی کامیابیاں بھی ہوئیں۔ مثلاً جھنگر پر اُن کا دوبارہ قبضہ۔ دشمن اپنے علاقہ میں مضبوطی کے ساتھ مورچہ بند تھے لیکن ہماری فوجیں موسم سرما کی پیدا کی ہوئی دشواریوں اور رکاوٹوں کی وجہ سے صرف دفاعی سرگرمیوں میں مشغول رہیں۔

جہاں موسم سرما کی وجہ سے ہمیں مختلف قسم کی دشواریوں اور مصیبتوں کا سامنا ہوا وہاں ہمارے کمانڈروں کو سوچنے، منصوبہ بنانے اور از سرِ نو ترتیب دینے کا پہلی بار موقع بھی ملا۔

۲۷ اکتوبر کو سری نگر میں اُترنے کے بعد سے ہماری فوجوں کو دم مارنے کی مہلت نہیں ملی اور انھیں مختلف محاذوں پر دشمنوں کا مقابلہ کرنے، عجلت میں ترتیب دیئے ہوئے دفاعی مورچوں کے رخنوں کو پُر کرنے، ریاستی فوج کے محصور محافظ دستوں کو نکالنے اور ہزاروں غیر مسلم پناہ گزینوں کو بچانے کے لئے بھاگ دوڑ کرتے ہی گذری۔

جموں و کشمیر ریاستی فوج کے سپہ سالار میجر جنرل کلونت سنگھ نے ایک طاقتور اور ہر طرح تیار دشمن سے جنگ کرنے کے ساتھ ساتھ جلدی میں جمع کئے ہوئے بے ترتیب فوجی دستوں سے ایک منظم لشکر تیار کرنے کی دیرانہ جد و جہد بھی کی۔ اب انھوں نے منظم جارحانہ کارروائیوں کے لئے اس لشکر کو ساز و سامان سے لیس کرنا شروع کیا۔

سری نگر محفوظ کر لیا گیا تھا۔ پٹھان کوٹ۔ جموں کے سلسلۂ مواصلات کو جو خطرہ لاحق تھا وہ پوری طرح دور کر دیا گیا تھا۔ آگے بڑھ کر دشمن سے مقابلہ کرنے کی پالیسی اور طلایہ چوکیوں کا ایک سلسلہ قائم کر دینے کی وجہ سے پاکستان جموں سرحد پر اُس پار سے حملہ کا خطرہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ ہمارے ہراول مورچے مضبوط بنا لئے گئے تھے۔ ہندستانی فوج کے مقبوضہ علاقے میں حالات استوار ہو گئے تھے اور وہاں کی روزمرہ کی زندگی اعتدال پر آ گئی تھی۔

دشمنوں کے چنگل سے آزاد کرائے ہوئے ہزاروں پناہ گزینوں کی دیکھ بھال اور ان کی امداد کا کام بھی بہت کچھ ہندستانی فوجوں کے ذمّہ آپڑا۔ سری نگر میں تو فرقہ وارانہ تعلقات

انتہائی خوشگوار تھے لیکن جموں میں فرقہ وارانہ کشیدگی کی وجہ سے صورت حال پیچیدہ تھی جس سے میجر کلونت سنگھ اور ان کی فوجوں کے لئے اور بھی دشواریاں پیدا ہو گئی تھیں۔

جموں کی صورت حال ان ہولناک واقعات کی پس رد موج تھی جو ملحقہ پنجاب میں رونما ہوئے تھے۔ کثیر تعداد میں غیر مسلم پناہ گزیں سرحد اس پار سے جموں میں داخل ہوئے۔ ان کے آلام ومصائب کی دل خراش داستانیں سن سن کر ریاست میں بے چینی پھیلی اور انتقامی بد نظمی کے چند واقعات ہوئے۔

موسم بہار کی آمد سے ان تمام مسائل پر پوری طرح قابو پالیا گیا اور اب جنرل کلونت سنگھ نے پیش قدمی کرنے کا منصوبہ تیار کیا۔

جیسا کہ اس سے پہلے باب میں بتایا جا چکا ہے نوشہرہ میں دشمنوں کو زبردست شکست دینے کے بعد ہماری فوجوں نے ۸ رمارچ کو جھنگر پر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا اور اب جموں اور کشمیر میں ہندستانی فوج جارحانہ کارروائی کے لئے تیار کھڑی تھی۔

باب ۵

تیز پیش قدمی

موسم بہار میں پہلے حملہ کے لئے راجوڑی کو جو نوشہرہ سے ۳۰ میل شمال مغرب میں واقع ہے منتخب کیا گیا تھا راجوڑی پر بری اور فضائی حملہ کا جو مکمل اور جامع منصوبہ بنایا گیا تھا اس نے اسے ایک ممتاز حیثیت دے دی۔ ۸ اپریل کو پیش قدمی شروع ہوئی۔ ہندستانی فوجوں کو ۳۰ میل لمبے جس قطعہ ارض سے گزرنا تھا وہ گھنے جنگلوں سے ڈھکا اور دشمن کی مشین گنوں اور توپوں سے پوری طرح محفوظ تھا۔

نوشہرہ سے سات میل شمال میں بڑوالی کی چوٹی حائل تھی جس سے ہندستانی فوجوں کو سب سے پہلے سابقہ پڑا۔ اس چوٹی پر باوردی حملہ آوروں کا قبضہ تھا جو آہنی خود پہنے ہوئے تھے اور ۳ انچ دہانے کی توپوں، دو متوسط مشین گنوں اور آٹھ ہلکی مشین گنوں سے مسلح تھے۔

ہندستانی بکتربند گاڑیوں اور ایک ڈوگرا پلٹن کو حکم دیا گیا کہ وہ نادپور سرائے میں جو بڑوالی کی چوٹی کے بالکل مقابل تھی جمع ہوں۔ حملہ کے لئے ساڑھے بارہ بجے دن کا وقت مقرر تھا لیکن دشمن نے پہل کردی اور ۱۱ بجے دن میں پہلا گولہ آگرا۔ مگر ہماری بندوقوں اور مشین گنوں نے فوراً جوابی گولہ باری کر کے دشمن کی توپ کو خاموش کر دیا۔

بڑوالی کے پہاڑی سلسلہ کے تمام راستے چونکہ دشوار گذار تھے اس لئے سامنے سے حملہ کرنا ضروری تھا۔ ڈوگرے کمر کمر بھر پانی میں ہوتے ہوئے آگے بڑھے اور پہاڑی کے دونوں پہلوؤں سے گولیوں کی زد میں آگئے۔ مگر وہ گولیوں کی زبردست بوچھار کی آڑ لیکر اور ٹینکوں کی مدد سے آگے بڑھے اور دشمن کے مورچوں پر حملہ کر کے ۴ بجے شام کو بڑوالی کی چوٹی پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد دن رہے دشمنوں نے جوابی حملہ کیا جو رد کر دیا گیا۔

ہماری دوسری منزل چنگس تھی جو راجوڑی کے نصف راستے میں واقع ہے۔ نوشہرہ اور راجوڑی کو ملانے والے قدیم مغل راستہ پر واقع چنگس دشمنوں کا مستقر تھا۔ جہاں سے انھوں نے نوشہرہ پر ناکامیاب حملے کئے تھے۔ اس علاقے کے باشندوں پر حملہ آوروں کے مظالم اور ان کی بربریت

کی اطلاعیں بھی ملی تھیں۔

بڑوالی کی چوٹی سے ہندستانی دستے کئی حصوں میں بٹ گئے اور جنگس اور راجوڑی کے اردگرد مختلف مقامات پر جو جنگی اعتبار سے اہم تھے قبضہ کر لینے کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں کمایونی اور جاٹ سپاہیوں کا زبردست مقابلہ دشمن سے بڑوالی کے پہاڑی سلسلے کے متوازی ایک پہاڑی پر ہوا۔ دشمنوں کو شکست ہوئی اور یہ جوان موضع کٹاری پہنچ گئے جہاں سے جنگس سامنے نظر آرہا تھا۔ جب ہماری بکتر بند کاریں جنگس میں داخل ہوئیں تو سارے قصبہ میں آگ کے شعلہ بھڑک رہے تھے۔ حملہ آوروں سے جب اور کچھ بن نہ پڑی تو انھوں نے انتقامانہ زمین سوز" پالیسی اختیار کی اور جنگس چھوڑنے سے قبل قتل و غارت گری کا بازار گرم کر کے قصبہ میں آگ لگا دی تھی۔

اس طرف راجپوتانہ رائفلز نے جو کوٹ سے حملہ آور ہوئے تھے داہنے پہلو پر اپنی پیش قدمی برابر جاری رکھی اور موضع ل پہنچ گئے۔ ۱۲ اپریل کی صبح کو جاٹ جنگس کی وادی میں پہنچے اور توی پار کرنے کے بعد ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا جو راجوڑی سے نظر آتی تھی۔ اسی روز شام ہو جانے کے بعد ایک بکتر بند دستہ اور اس کے پیچھے پیچھے کمایونی راجوڑی میں داخل ہوئے۔ اس کارروائی سے ۱۲۰۰ سے ۱۵۰۰ پناہ گزینوں کی جن میں زیادہ تر عورتیں تھیں جانیں بچ گئیں۔ جب ہمارے دستے راجوڑی پہنچے تو ان پناہ گزینوں میں سے ۲۰۰ سے ۵۰۰ تک گولی مار دینے کے لئے قطار میں کھڑے کئے جا چکے تھے۔

اس پیش قدمی میں ہندستانی فوجوں کو نہ صرف دشمن کے ان مورچوں سے ٹکر لینی پڑی جو نہایت موزوں مقامات پر قائم اور پوری طرح لیس تھے بلکہ انھیں پہاڑی چٹانوں کے گرنے کے متعدد حادثات اور مسدود سڑکوں سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ راجوڑی کی جنگ میں دشمن کے تقریباً ۵۰۰ آدمی مارے گئے۔ ہندستانی فوج میں ۱۱ ہلاک اور ۴۸ زخمی ہوئے۔

راجوڑی میں دشمنوں نے جو مظالم ڈھائے ان کے مقابلہ میں بارہ مولا کے مظالم ماند پڑ گئے۔ ہماری فوجوں کو توقع تھی کہ راجوڑی کے باشندے اور ۵۰۰۰ پناہ گزیں ان کا پرجوش خیرمقدم کریں گے لیکن جب وہ شہر میں داخل ہوئیں تو وہاں کی بھیانک خاموشی نے ان کے رونگٹے کھڑے کر دئے۔ راجوڑی شہر خموشاں بنا ہوا تھا۔

راجوڑی چھوڑنے سے پہلے حملہ آوروں نے غیر مسلموں کا قتل عام کر دیا تھا۔ اگر ایک طرف ٹوٹے پھوٹے مکانوں کے ڈھیر، لاتعداد قبریں اور بگڑتی ہوئی لاشیں زبان بے زبانی سے حملہ آوروں

کے مظالم کی داستانیں سُنا رہی تھیں تو دوسری طرف جو لوگ زندہ بچ گئے تھے اور رفتہ رفتہ اپنے تباہ حال مکانوں میں واپس آرہے تھے ان کے تلواروں اور کلہاڑیوں کے زخم اور جلے ہوئے جسم بھی ان کے مظالم کا ثبوت دے رہے تھے۔

پچاس پچاس مربع گز رقبہ کے تین گڑھے جو ۱۵-۱۵ فٹ گہرے تھے لاشوں سے پٹے ہوئے تھے۔ حملہ آوروں کو اتنا موقع نہیں ملا تھا کہ وہ ان سب کو دفن کر سکتے۔ اس کے علاوہ بھی ہمارے گشتی دستوں کو مختلف جگہوں پر روزانہ لاشیں دستیاب ہوتیں۔ ایک جگہ ٹوٹی ہوئی رنگ برنگی چوڑیاں اور عورتوں کے سینڈل اور خون کے نشانات پائے گئے۔ قبروں سے باہر نکلے ہوئے بچوں کے ہاتھ حملہ آوروں کے مظالم کی خاموش فریاد خدا سے کر رہے تھے۔

شہر کے ۶۰۰ مکانات میں نصف ایسے تھے جو نذر آتش کر دئے گئے تھے یا کھود کر ڈھا دئے گئے تھے۔ بازار میں چند برتن، زنگ دان اور کچھ چپاتیوں کے سوا جنھیں حملہ آور بھاگتے ہوئے جلدی میں چھوڑ گئے تھے اور کچھ بھی باقی نہیں تھا۔ یہ دوسرا قتل عام تھا جو راجوڑی نے دیکھا تھا پہلا قتل عام اس وقت ہوا تھا جب حملہ آور فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے تھے۔

جو لوگ زندہ بچ گئے تھے ان میں مقامی اسکول کی بڑی اُستانی بھی تھیں۔ ان کے جسم پر سات زخم لگے تھے۔ حملہ آوروں نے ان کے شوہر اور دوسرے اعزا کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ چند بچی کھچی بوڑھی عورتوں نے نوجوان لڑکیوں کے اغوا کا حال بتایا جنھیں حملہ آور اُٹھا لے گئے تھے۔

ایک ایسے مکان میں اٹھارہ مہینے کا ایک بچہ حیرت انگیز طور پر پایا گیا جس میں متعدد اشخاص زندہ جلا ڈالے گئے تھے۔ بچے کی آواز سُن کر فوجی سپاہی اس طرف متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ وہ تنہا پڑا رو رہا ہے۔ اگرچہ بچہ بری طرح جل گیا تھا لیکن فوجی ڈاکٹروں کے علاج اور تیمار داری سے وہ اچھا ہو گیا۔

اس علاقہ میں ہندستانی فوجوں کے اولین فرائض میں ان "یرغمالوں" کو آزاد کرانا تھا جو حملہ آوروں کی قید میں تھے۔ ایک ہفتہ کے اندر گشتی دستوں نے ان میں سے ۱۰۴ کو آزاد کرایا جن میں ۳۰۰ مسلمان بھی شامل تھے۔

راجوڑی کے ہاتھ سے نکل جانے پر دشمنوں نے جواباً جھنگر پر پوری طاقت سے ایک اور زبردست حملہ کیا۔ ۱۶؍ اپریل کو ۶۰۰۰ حملہ آوروں نے اس بیرونی چوکی پر دھاوا کیا لیکن وہ پسپا کر دئے گئے اور ان کے ۲۰۰ آدمی ہلاک ہوئے۔

یہ پہلی شکست تھی جس نے دشمن کے حوصلوں پر ایک کاری ضرب لگائی تھی اور وہ جھنجھلا جھنجھلا کر جھنگر پر زبردست حملے کرتے لیکن وہ کبھی اپنے آپ کو منظم نہ کر سکے اور میرپور اور کوٹلی کے درمیان اس اہم روڈ جنکشن پر قبضہ نہ کر سکے جس کی انھیں سخت ضرورت تھی۔

چونکہ جموں اور کشمیر میں محاذ جنگ وسیع ہوگیا تھا اور فوجوں کی تعداد بڑھ گئی تھی اس لئے اس بات کی ضرورت محسوس کی جانے لگی کہ جموں وکشمیر کی فوجوں کو از سر نو منظم اور انھیں دو حصوں میں منقسم کر کے ایک کا ڈویژنل ہیڈ کوارٹر جموں میں اور دوسرے کا سری نگر میں قائم کیا جائے۔

۴ مئی کو یہ دونوں ہیڈ کوارٹر قائم کر دئے گئے اور فوجی کارروائیوں کا انتظام براہ راست مغربی کمان کے تحت آگیا۔ اس مقصد کے لئے ایک کمانڈ ٹیکنیکل ہیڈ کوارٹرز جموں میں قائم کیا گیا۔ میجر جنرل کے۔ ایس۔ تھمیا کو سری نگر ڈویژن کی کمان سپرد کی گئی۔ یہ ڈویژن آگے چل کر ۱۹ ویں ڈویژن کے نام سے موسوم ہوئی۔ میجر جنرل آتما سنگھ نے جموں ڈویژن کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ آئندہ چل کر اس ڈویژن کا نام ۲۶ ویں ڈویژن پڑا۔ ساتھ ہی ساتھ سلسلہ مواصلات کے ایک سب ایریا کا اضافہ بھی جموں اور کشمیر کے اس نظام میں کیا گیا۔ میجر جنرل کلونت سنگھ فوجی ہیڈ کوارٹرز پر چیف آف دی جنرل اسٹاف ہو کر گئے۔

اس کے بعد اکتوبر میں ایک کور ہیڈ کوارٹر قائم کیا گیا جسے دونوں ڈویژنوں اور مذکورہ بالا سب ایریا کی کمان سونپی گئی تاکہ مغربی کمان کی براہ راست ذمہ داری ختم ہو جائے۔ لفٹیننٹ جنرل ایس۔ ایم۔ سری نگیش کور کمانڈر مقرر کئے گئے اور ایر کموڈور اے۔ ایم۔ انجینیر نے شاہی ہندستانی فضائیہ کے پہلے آپریشنل گروپ کی کمان اپنے ہاتھ میں لی جس نے جموں اور کشمیر میں تمام فضائی کارروائیوں کا نقشہ تیار کیا اور اسے عملی جامہ پہنایا۔

کشمیر کے موسم بہار میں دونوں فریق ان فوجی سرگرمیوں کے لئے تیاری کرتے رہے جو اس محاذ پر وسیع پیمانہ پر ہونے والی تھیں۔ ایک طرف ہندستانی فوجیں اوڑی سے ڈومیل اور مظفر آباد کی جانب پیش قدمی کا ایک اولوالعزم منصوبہ بنا رہی تھیں اور دوسری طرف دشمن اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے دفاعی مورچوں کو مضبوط کرنے میں مشغول تھے اور ساتھ ہی ساتھ ایک اور محاذ کھولنے اور عقب سے وادی کشمیر میں پہنچنے کے لئے گلگت ہو کر شمال مغرب میں بڑھ رہے تھے۔

اس محاذ پر پیش قدمی کا جو نقشہ بنایا گیا تھا اس میں جنرل تھمیا کو مغربی سرحد پر مظفر آباد

کی جانب پیش قدمی کرنا تھی، برگیڈیر سین کواوڑی سے ڈومیل سڑک پر بڑھنا تھا اور برگیڈیر ہربخش سنگھ کو ہندواڑہ ہو کر ٹٹول پر جو مظفر آباد کے شمال کی جانب مشکل سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر واقع تھا حملہ آور ہونا تھا۔

۱۷۔۱۸ مئی کی شب میں ہندواڑہ سے جو اوڑی سے ۴۰ میل شمال مشرق میں واقع ہے چل کر برگیڈیر ہربخش سنگھ کا دستہ تیزی سے آگے بڑھا اور دشوار گذار علاقوں سے جن میں سڑکیں بھی نہیں تھیں ہوتا ہوا چھ روز میں ۴۰ میل کا فاصلہ طے کر کے ۲۳ مئی کو ٹٹول میں داخل ہوا۔

ٹٹول میں اس دستہ کے اچانک داخلہ سے حملہ آور حیران رہ گئے۔ یہاں پینتیس ۳۵ قیدی جن میں لفٹی ننٹ کرنل سکندر خاں اور پاکستانی فوج کے دوسرے چار سپاہی شامل تھے گرفتار ہوئے اور ۳ انچ دہانے کی ایک توپ ہاتھ آئی۔ اس پیش قدمی میں دشمن کے ۶۷ آدمی مارے گئے جن کی لاشیں میدانِ جنگ میں ملیں۔ ہماری طرف ۱۷ ہلاک اور ۲۱ زخمی ہوئے۔

اس پیش قدمی کے دوران میں ہندستانی فوجوں کو خندقوں سے پوری طرح محفوظ دشمن کے مورچوں کا جو بلند پہاڑیوں پر قائم تھے مقابلہ کرنا پڑا۔ ان میں سے بیشتر مورچے خونریز اور زبردست لڑائیوں کے بعد توڑ دئے گئے۔ کمین گاہ سے دشمن کی متعدد گولہ باریوں کا بھی منہ توڑ جواب ہندستانی توپخانے نے دیکر انھیں خاموش کر دیا۔

ہوابازوں نیز دوسرے ذرائع سے جو اطلاعات موصول ہوئیں ان سے پتہ چلا کہ دشمن نے خاص طور سے ٹٹول کے علاقے میں اور مغربی پٹی کے کنارے کنارے اپنے طیارہ شکن مورچوں کی تعداد کافی بڑھائی ہے اور متحرک اور ساکن دونوں قسم کی طیارہ شکن توپیں لگا رکھی ہیں۔ دشمن کی شدید اور ٹھیک نشانے پر گولہ باری نے یہ بات بخوبی ثابت کر دی کہ ان توپوں کو استعمال کرنے اور چلانے والے بندوقچی اعلیٰ تربیت یافتہ اور اپنے کام میں ماہر تھے۔ کبھی کبھی یہ توپیں ہمارے ہوائی جہازوں کو گولیوں کا نشانہ بناتیں مگر ہمارے ہواباز بچ نکلتے اور اپنے جہاز مستقر پر صحیح و سالم اُتار لاتے۔

ایک موقع پر فلائنگ افسر اے۔ ایم پالم کوٹ ایک ٹمپسٹ ہوائی جہاز چلا رہے تھے۔ دشمن نے ٹٹول کے علاقہ میں ۲۰ ملی میٹر کی طیارہ شکن توپوں سے جہاز پر گولہ باری کی اور اس کے سکان کا ایک بڑا ٹکڑا اس کے گولے سے اڑ گیا۔ اسی علاقہ میں ایک اور ٹمپسٹ جہاز دریائے کشن گنگا سے تھوڑے ہی فاصلہ پر گولیوں کی بارش میں جو مخالف سمتوں سے ٹھیک جہاز

کے اوپر کی جار ہی تھی پھنس گیا لیکن فلائنگ افسر یو۔ جی۔ رائٹ جہاز کو ہمارے مورچوں میں صحیح و سالم اتار لائے۔ حملہ آوروں نے بین الاقوامی ضابطہ جنگ کی کھلی ہوئی خلاف ورزی کرتے ہوئے بے بس پائلٹ پر جبکہ وہ محفوظ جگہ پہنچ جانے کیلئے نیچے اتر رہا تھا لائٹ مشین گنوں اور رائفلوں سے گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ ہوائی چھتری ایک درخت کی شاخوں میں پھنس گئی اور پائلٹ چھتری کی رسیوں کے سہارے ہوا میں معلق لٹکنے لگا۔ دشمن نے اس پائلٹ کو ختم کر دینے کا مصمم ارادہ کرکے ۳،۷ دہانے کی دور انداز توپ اور چھوٹی توپوں سے درخت پر گولیوں کی بوچھار شروع کر دی۔ بعد میں دیکھا گیا کہ وہاں درخت کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے۔ گولیوں کی بارش سے چھتری کی رسیاں اڑ گئیں اور پائلٹ زمین پر آ رہا اور بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

ٹٹول پر قبضہ ہو جانا دشمن کے لئے ایک کاری ضرب تھی کیونکہ یہ مظفر آباد سے جو ان کا خاص مستقر تھا بالکل ملا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ٹٹول کے ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے شمال اور شمال مشرق میں ان کے اگلے مورچوں تک رسد رسانی کا سلسلہ بھی مسدود ہو گیا۔

ساتھ ہی ساتھ ایک اور دستہ جو ٹٹول پر براہ راست حملہ میں اعانت کر رہا تھا ترہ گام کی طرف جو ہندواڑہ سے ۲۰ میل شمال مغرب میں ہے بڑھا اور شدید مزاحمت کے باوجود آگے بڑھتا گیا اور ٹٹول کی طرف پیش قدمی کرتا ہوا بالآخر نوشاچار پر قابض ہو گیا۔

برگیڈ یر سین اوڑی سے ۲۰ مئی کو روانہ ہوئے۔ ان کی ایک پلٹن جہلم کے شمال میں، دو پلٹنیں سڑک کے جنوب میں اور ایک پلٹن اور ایک بکتر بند دستہ سڑک پر آگے بڑھا۔ برگیڈیر سین کو جو فریضہ سپرد کیا گیا تھا وہ کوئی وہم یا دھوکا نہ تھا۔ ان کے مقابلہ پر دشمن کے سب سے بڑے اور مضبوط ترین مورچے قائم تھے جو ساز و سامان سے پوری طرح لیس اور توپ خانے سے مسلح تھے۔

اس معرکہ میں ۔۔۔ ۷ اور ۔۔۔۔ ۱ فٹ بلند اور گھنے جنگلوں سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں کے نشیب و فراز پر جن کا سلسلہ سڑک کی دونوں جانب چلا گیا تھا اور جن کی چوٹیوں پر دشمن کی چوکیاں صاف نظر آ رہی تھیں لڑائیاں ہوئیں۔ سڑک صرف اسی وقت صاف کی جا سکتی تھی جب دشمن کے وہ مورچے جو دو رویہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر قائم تھے صاف کر دئے جاتے۔

سڑک کے دونوں طرف جو اہم مقامات تھے ان کے لئے خونریز جنگیں ہوئیں۔ بعض مقامات تو ایسے تھے جو ایک دن میں تین تین بار ایک کے قبضہ سے نکل کر دوسرے کے قبضہ میں گئے ۲۴ مئی کو پانڈو پر جو اوڑی سے ۹½ میل شمال مغرب میں ایک اہم پہاڑی مقام تھا قبضہ کر لیا گیا یہاں

دشمن کا راشن اور اسلحہ سے بھرپور ایک گودام ہمارے ہاتھ آیا۔ پاکستانی فوج کے فرنٹیر فورس رائفلز اور فرنٹیر فورس رجمنٹ کے دو قیدی بھی گرفتار کئے گئے۔ ۲۷ مئی کو یہ دستہ پیش قدمی کرتا ہوا اردسا پہنچا جہاں سے چکوٹی جو سڑک کے کنارے حملہ آوروں کا مضبوط مورچہ تھا نظر آتا تھا۔

اس پیش قدمی سے اور ٹٹوال نیز اوڑی کے ارگرد ابتدائی کامیابیوں سے مظفر آباد کو جو خطرہ پیدا ہوگیا تھا اس سے پاکستان اور "آزاد کشمیر" میں خوف وہراس اور سنسنی پھیل گئی۔ انھوں نے سمجھ لیا کہ اگر ہندستانی فوجیں ڈومیل اور مظفرآباد پہنچ گئیں تو حملہ آوروں کا سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ پاکستان جواب تک حملہ آوروں کی درپردہ مدد کررہا تھا اب کھل کر میدان میں آگیا اور اس نے ہندستانی فوجوں کی مغرب کی جانب پیش قدمی کے سیلاب کو روکنے کے لئے باقاعدہ پاکستانی فوج کی مزید پلٹنیں میدانِ جنگ میں جھونک دیں۔ یہ پلٹنیں اپنے ہمراہ ۲ر۴ انچ دہانے کی توپیں اور متوسط توپیں بھی لائیں۔

اردسا سے آگے ہندستانی فوج کا باقاعدہ پاکستانی پلٹنوں سے سخت مقابلہ ہوا اور خونریز اور ہولناک معرکہ آرائی ہوئی۔ ہماری پیش قدمی رک گئی۔ ۲۰ مئی اور ۲۷ مئی کے درمیان میں دشمن کے ۱۲۶ آدمی مارے گئے، چھ قیدی گرفتار ہوئے اور کثیر تعداد میں زخمی ہوئے ہماری فوج کے ۱۵ ہلاک اور ۸۰ زخمی ہوئے۔ چار کا پتہ نہ چل سکا۔ کشمیر کی مہم میں اس سے پہلے ہندستانی فوج میں ہلاک اور زخمی ہونے والوں کی تعداد کبھی اتنی زیادہ نہ تھی۔

چونکہ خاص دستہ کی پیش قدمی رک گئی تھی اس لئے ایک دوسرا دستہ جھیلم کے شمال میں روانہ کیا گیا۔ اسی وقت بریگیڈیر ہربخش سنگھ کو حکم دیا گیا کہ وہ ٹٹوال سے مظفر آباد کی طرف حملہ کریں۔ اول الذکر دستہ نے ۲۹ مئی کو پانڈو پر یلغار کی اور ۸۷۵۰ فٹ بلند پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ سنگینوں کے تین حملوں کے بعد دشمن کے قدم اکھڑ گئے۔ ان کے ۲۰ آدمی مارے گئے اور ۳۵ زخمی ہوئے۔ ۱۶ ہلکی مشین گنیں بھی ہمارے قبضہ میں آئیں۔ اسی دوران میں ٹٹول کے دستہ نے کشن گنگا کے شمالی علاقہ کو دشمنوں سے صاف کر دیا

اس کے بعد موسم کی خرابی نے رکاوٹ پیدا کر دی۔ دو روز تک لگاتار بارش ہوتی رہی۔ خشک نالے اُبلتے ہوئے چشمے بن گئے۔ مذکورہ بالا دونوں دستے فضائی نگرانی میں پیش قدمی کر رہے تھے۔ مگر شدید بارش کی وجہ سے ہمارے ہوائی جہازوں کی پرواز رک گئی اور یہ کارروائی ملتوی کردینا پڑی۔ اوڑی سے جو دستہ روانہ ہوا تھا وہ اپنے مستقر پر واپس آگیا۔

موسم کی اس خرابی کے باوجود پیش قدمی کا ایک اور نقشہ بنایا گیا اور اب کی مرتبہ بائیں پہلو سے دشمن پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ایک گورکھا پلٹن جنوب کی طرف اردوسا نالے کے برابر برابر روانہ کی گئی۔ ایک اور پلٹن لیڈی گلی کی طرف روانہ ہوئی۔ بموں اور گولیوں کی بارش میں گورکھوں نے کھکری سے حملہ کرکے ۲۸ جون کو ۱۰۹۲۴ فٹ بلند پیر کنٹھی کی پہاڑی پر قبضہ کرلیا۔ دشمن کے ۵۴ آدمی مارے گئے جن کی لاشیں دستیاب ہوئیں۔ ہماری طرف ۷ ہلاک اور ۱۵ زخمی ہوئے۔

اوڑی سے ایک دستہ باغ کی طرف جو چکوٹی سے دس میل جنوب میں دشمن کا ایک مضبوط ٹھکانا تھا اس غرض سے روانہ کیا گیا کہ دشمن کو اوڑی کے محاذ سے نکال دے۔ اس دستہ کی سخت جھڑپ دشمن سے ہوئی اور اسے اپنے مقصد میں تھوڑی سی کامیابی ہوئی۔

۱۰ جولائی کو اقوام متحدہ کا کشمیر کمیشن ہندستان پہنچا۔ کمیشن نے ایک طرف تو دونوں فریق سے جارحانہ کارروائیاں بند کرنے کی اپیل کی اور دوسری طرف اپنی تحقیقات میں مشغول ہوگیا۔ حکومت ہند نے اس اپیل پر فوراً لبیک کہا اور کشمیر و جموں میں ہندستانی فوجوں کو ہدایت دی گئی کہ وہ کوئی نیا جارحانہ اقدام نہ کریں۔

لیکن پاکستان نے اس اپیل پر توجہ نہیں کی اور پانڈو پر جوابی حملہ کرکے اس پر قبضہ کرلیا اور ٹٹول کے علاقہ میں کشن گنگا کے جنوب میں بھی ہمارے مورچوں پر حملہ کیا۔

پاکستان نے جو اب تک جنگ کشمیر میں براہِ راست شرکت سے انکار کرتا آ رہا تھا اقوام متحدہ کمیشن سے اس بات کا اقرار کیا کہ مئی سے پاکستانی فوج کی پلٹنیں کشمیر میں جنگ کر رہی ہیں اور اس علاقہ میں جو پاکستان کی طرف پڑتا تھا جموں اور کشمیر میں فوجی کارروائیوں کی پوری کمان پاکستانی فوجی ہیڈ کوارٹرز کے ہاتھ میں ہے۔ اس شرکت کا سبب یہ بتایا گیا کہ موسم سرما میں ہندستانی فوجوں کی پیش قدمی سے کشمیر میں نیز سرحد کے اُس پار پاکستان کے مفاد کو خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔

۱۷ مئی کو پیش قدمی شروع ہونے کے بعد سے جنرل تھمیا کے دستوں نے اردوسا اور اوڑی کے درمیان ۱۱ میل لمبی سڑک کو صاف کیا، ہندواڑہ، کپواڑہ، کیرن اور ٹٹول پر قبضہ کیا، مظفرآباد سے تقریباً ۱۸ میل کے فاصلہ پر ایک سرادلی مورچہ قائم کیا اور شمال میں دشمن کے مورچوں یک رسد رسانی کے سلسلہ کو منقطع کردیا۔ انھوں نے ۲۵۰۰ مربع میل علاقہ دشمنوں سے واپس لیا۔

اس دوران میں جموں میں بھی دشمن سے برابر جھڑپیں ہوتی رہیں جنھیں آئندہ کے

بڑے واقعات کی ابتدا سمجھنا چاہیئے۔ جھنگر، نوشہرہ اور راجوڑی کے ارد گرد گشتی کارروائیاں بڑھادی گئیں۔

پونچھ کو مدد پہنچانے کی ایک اور کوشش کی گئی۔ اب کی مرتبہ یہ کوشش راجوڑی سے کی گئی۔ ایک دستہ راجوڑی سے اور ایک دستہ پونچھ سے ساتھ ساتھ ۱۵ جون کو روانہ ہوا اور ۱۷ جون کو پوتھا میں دونوں دستے جا ملے۔

رابطہ قائم کرنے کی اس کارروائی کے دوران میں ڈکوٹا پائلٹ فلائنگ افسر ڈی۔ او۔ بارٹی کو پونچھ سے واپس ہوتے ہوئے راستہ میں ریڈیو سے اطلاع ملی کہ ہمارے چند شدید زخمی جوانوں کو ہوائی جہاز کے ذریعہ منتقل کردیا جائے اس لئے کہ انھیں مناسب طبی امداد دی جاسکتی تھی اور نہ ان کے لئے محافظ دستے کا انتظام کیا جاسکتا تھا اور اگر انھیں فوراً منتقل کرنے کا انتظام نہ کیا گیا ہوتا تو یا تو وہ ہلاک ہو جاتے یا ہماری پیش قدمی رک جاتی۔ چنانچہ تمام اصول و قواعد کو بالائے طاق رکھ کر اور اپنے آپ کو زبردست خطرے میں ڈال کر بارٹی نے اپنے ڈکوٹا جہاز کو ایک آسٹرپٹی پر اُتارا اور زخمیوں کو لیکر واپس ہوئے۔

جی۔ او۔ سی۔ اِن۔ سی مغربی کمان نے جموں اور کشمیر میں آر۔ آئی۔ اے۔ ایف ونگ کے افسر کمانڈنگ کو ایک پیغام میں لکھا کہ

"ٹرانسپورٹ اسکواڈرن کے فلائنگ افسر بارٹی نے ہمارے زخمیوں کو لانے کے لئے پوتھا میں ایک خطرناک پٹی پر اپنا ڈکوٹا جہاز ۱۹ جون کو اُتارنے میں جس ہمت و جرأت کا مظاہرہ کیا اس کی اطلاع مجھے ابھی ابھی ملی۔ جموں اور کشمیر کے ان معرکوں میں شاہی ہندستانی ہوائیہ کے بہادر نوجوان افسروں کا یہ ایک اور دلیر کارنامہ ہے۔ اس نوجوان افسر کو میری دلی مبارکباد پہنچا دیجئے۔"

پونچھ سے رابطہ قائم ہوجانے کے بعد ایک دستہ مینڈھر جو دشمن کا ایک اہم ٹریننگ مرکز تھا روانہ کیا گیا اور ۱۰۰ پناہ گزیں واپس لائے گئے۔ اس معرکہ میں دشمن کے اندازاً ۲۸۰ آدمی ہلاک یا زخمی ہوئے۔ ۱۲۲ کی لاشیں دستیاب ہوئیں۔ ہماری طرف ایک افسر اور ۱۰ سپاہی ہلاک اور ایک افسر اور ۱۷ سپاہی مجروح ہوئے۔ رابطہ قائم کرنے کے لئے ہماری فوجوں کو مضبوطی کے ساتھ مورچہ بند دشمن سے شدید جنگ کرنے کے علاوہ گھنے جنگلوں میں اور بلند پہاڑیوں پر لگاتار ۵۶ گھنٹوں تک چلنا پڑا۔

لیکن پونچھ سے جو رابطہ قائم کیا گیا تھا وہ عارضی ثابت ہوا کیونکہ ہمارے پاس اس رابطہ کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری فوجیں نہیں تھیں۔

اس تمام عرصہ میں دشمن کے توپ خانے جھنگر کو مسلسل ہدف بناتے رہے۔ ۴-۳ جولائی کی رات میں جھنگر پر پہلے کے مقابلہ میں شدید گولہ باری کی گئی۔ اس رات دشمن نے جھنگر میں ہمارے مورچوں پر ۶۰۰ گولے برسائے۔ ان میں سے ایک گولے نے جنگ نوشہرہ کے ہیرو بریگیڈیر محمد عثمان کو ہلاک کر دیا۔ بریگیڈیر عثمان ایک ایسے افسر تھے جنھوں نے اپنے آپ کو ایک جانباز سپاہی، نڈر قائد اور ہر دلعزیز فرد کی حیثیت سے ممتاز کیا، جن سے ان کے جوانوں کو محبت تھی اور جن پر مقامی باشندوں کو کامل اعتماد۔

بریگیڈیر محمد عثمان پہلے بریگیڈیر تھے جو کشمیر مہم میں کام آئے۔ ان کی موت پر "آزاد کشمیر" کے علاقے نیز پاکستان میں خوشیاں منائی گئیں کیونکہ دشمن اُن کے نام سے لرزتے تھے۔ ہندستان میں وہ ایک قومی ہیرو بن گئے۔ ان کی لاش ہوائی جہاز سے دہلی لائی گئی جہاں پورے فوجی اعزاز کے ساتھ سرکاری طور پر ان کی تجہیز و تکفین ہوئی۔ گورنر جنرل، وزیر اعظم اور کابینہ کے دوسرے وزرا تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔



ہندستانی سپاہیوں کی قیادت میں خچروں کے ذریعہ راشن اور اسلحہ نوشہرہ کے علاقے میں
اگلی چوکیوں تک لے جائے جا رہے ہیں

ایک مشین گن چوکی۔ اوڑی کے علاقہ میں جنگ شروع ہونے سے پہلے ایک این۔سی۔
او۔ دوربین کے ذریعہ دشمن کے مورچے کی ٹھیک جگہ دریافت کر رہا ہے





ایک بل ڈوزر درہ بانہال میں ایک فوجی دستے کی قیادت کر رہا ہے



ہندستانی فوجی انجینیر ایک دریا پر پُل بنانے کے لئے زمین برابر کر رہے ہیں

ہندستانی سپاہی نوشہرہ کے علاقے میں آگے بڑھ رہے ہیں





اوڑی کے علاقے میں
ایک اگلی چوکی ہندستانی
سپاہی ایک پہاڑی
خندق سے باہر آرہے
ہیں اور گشت پر
روانہ ہو رہے ہیں



زوجی لا کے علاقے
میں ۳ انچ دہانے کی
توپ جو بآسانی
منتقل ہو سکتی ہے
گولہ باری کے لئے
تیار ہے

باب ۶

برفانی محاذ

موسم گرما کے لئے حملہ آوروں نے جو نقشہ مرتب کیا تھا اس میں حملہ کا رُخ مختلف یعنی شمال مشرق کی طرف رکھا تھا۔ مغرب میں اوڑی اور جنوب مغرب میں جموں میں ہندستانی فوجوں کے آہنی حلقہ کو توڑ کر اندر گھس آنے کی طرف سے بالکل مایوس ہو کر حملہ آوروں نے حملوں کا رُخ بدل دیا اور بلتستان اور لداخ کے دور افتادہ برف پوش اور اُجاڑ اضلاع میں قسمت آزمائی کا ارادہ کیا۔

ان دونوں اضلاع اور وادیٔ کشمیر کے درمیان ہمالیہ کے مہیب اور ناقابل گذر پہاڑی سلسلے حائل تھے۔ ان اضلاع تک پہنچنے کا واحد ذریعہ صرف چند دشوار گذار اچھے موسم میں کام آنے والے اور برف پوش راستے تھے جو ان پہاڑوں سے ہو کر گذرتے۔ چونکہ ان اضلاع تک ہندستانی فوجوں کی رسائی نہایت مشکل تھی اس لئے حملہ آوروں کو اطمینان کے ساتھ اس علاقہ میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کا موقع مل گیا۔

حملہ آوروں کی مجوزہ گرمائی مہم کے تین مقاصد تھے جن کا منشا ہماری فوجوں کو منتشر کر دینا تھا۔ ان میں سے دو مقاصد تو یہ تھے کہ دو نئے محاذ، ایک شمال میں گریز ہو کر اور دوسرا شمال مشرق میں زوجی لا ہو کر قائم کیا جائے اور تیسرا مقصد یہ تھا کہ بلتستان نیز لداخ میں زیادہ سے زیادہ علاقہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ گریز اور زوجی لا وادیٔ کشمیر کے بالترتیب شمالی اور شمال مشرقی دروازے ہیں۔

جاڑے بھر حملہ آور شمالی سرحد کے علاقے میں گلگت کو جس پر ان کا قبضہ تھا اپنی گرمائی مہم کے لئے ایک مستقر بنانے اور اُسے ہر طرح لیس کرنے میں مصروف رہے۔ حملہ آوروں کے دستے گلگت سے چل کر جنوب اور جنوب مشرقی علاقوں میں در آئے۔

جنوری تک سکردو میں ریاست کے مختصر محافظ دستہ پر دباؤ بڑھ گیا۔ یہ محافظ دستہ جو دو کمپنیوں پر مشتمل تھا کرنل شیر جنگ تھاپا کی کمان میں حملہ آوروں کے متواتر حملوں کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا۔ پناہ گزینوں کی ایک بڑی تعداد اس دستہ کے ساتھ تھی اس نے مع پناہ گزینوں کے اپنے آپ کو سکردو کے قلعہ میں بند کر لیا۔ حملہ آوروں نے قلعہ کو گھیر لیا اور اس سے کترا کر مشرق کی جانب کرگل اور لداخ کی طرف بڑھے۔

سکردو کے محصور محافظ دستے کو سری نگر سے امداد بھیجنے کی بار بار کوشش کی گئی لیکن اس علاقہ کی نوعیت اور دشواریوں کی وجہ سے جو موسم سرما میں خصوصیت سے بڑھ جاتی ہیں یہ کوششیں ناکام رہیں۔ امدادی دستوں کو برف پوش پہاڑی راستوں سے گذرنا پڑتا تھا۔ مسلمان مزدور بعض وقت راستے سے مفرور ہو جاتے۔ اس کے علاوہ دشمن بھی ان دستوں کو زچ کرتے۔

دو کمپنیوں پر مشتمل پہلا امدادی دستہ سری نگر سے ۱۵ر جنوری کو روانہ ہوا اور چھوٹے چھوٹے جتھوں میں آگے بڑھا۔ تین جتھے برف کے شدید طوفانوں اور برف باریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک مہینے کے بعد اپنی منزل مقصود پر پہنچے۔ دوسرا امدادی دستہ جو ایک کمپنی پر مشتمل تھا ۱۷ فروری کو سری نگر سے روانہ ہوا۔ جب یہ دستہ اور پہلے دستہ کے بقیہ لوگ جو راستہ میں رہ گئے تھے گول پہنچے تو ۱۰۰ حملہ آوروں نے جو ۲ انچ دہانے کی توپوں سے مسلح تھے ان پر حملہ کیا۔

پرکٹا سے آٹھ میل شمال میں تین سو حملہ آوروں نے اس دستہ کے پچھلے حصہ پر کمین گاہ سے حملہ کیا اور پہاڑ کی چوٹی سے پتھر اور چٹانیں پھینکیں۔ امدادی دستہ کے کمانڈر بریگیڈیر فقیر سنگھ زخمی ہوئے اور یہ دستہ منتشر ہو گیا۔ امداد پہنچانے کی اس کوشش میں ہمارے ۲۶ جوان ہلاک اور ۱۸ زخمی ہوئے۔ سات کا پتہ نہ چلا جن کے متعلق یقین ہے کہ وہ بھی ہلاک ہو گئے۔ حملہ آوروں نے اسلحہ اور سامان لوٹ لئے۔ دستہ کے بقیہ لوگ پسپا ہو کر سکردو سے ۷۰ میل جنوب میں کرگل پہنچے۔

تیسرا دستہ ۸ر اپریل کو سکردو روانہ کیا گیا۔ اس دستہ کا اگلا حصہ ۸ر مئی کو پرکٹا پہنچا۔ بقیہ لوگ ۱۱ر مئی کو تولتی پہنچے۔ لیکن دشمن کی زبردست مزاحمت کے باعث مزید پیش قدمی ناممکن تھی۔ دشمن نے دستہ کو منقطع کر دیا۔ کوئی ۱۵۰ آدمی دوسرے راستہ سے سری نگر واپس آئے۔ یہ دیکھ کر شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ٹمپٹ جہازوں کے پائلٹوں نے سکردو میں محصور محافظ دستہ کے لئے فضا سے بند ڈبوں میں رسد گرائی۔ لیکن موسم کی مسلسل خرابی کی وجہ سے اس میں بھی دشواریاں پیش آئیں اور یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا۔

اگرچہ سکردو میں محصور دستہ تک امدادی فوجیں اور کافی مقدار میں رسد نہ پہنچ سکی پھر بھی یہ دستہ جسے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم تھا جب تک اس کا "ایک آدمی بھی زندہ اور ایک گولی بھی باقی ہے" دلیری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔

اسی دوران میں حملہ آور سکردو سے کترا کر آگے بڑھے اور انھوں نے کرگل میں ریاست کے ایک اور مختصر محافظ دستہ کو پسپا کر کے دراس پر قبضہ کر لیا اور اس طرح مشرق کی جانب اپنی پیشقدمی کی منزل مقصود لداخ اور اس کے دارالسلطنت لیہ تک کا راستہ صاف کر لیا۔

جب حملہ آور ضلع لدّاخ میں داخل ہو گئے اور ریاستی فوجوں سے جھڑپیں ہونے لگیں تو لیہہ کے لئے خطرہ بڑھ گیا۔ چنانچہ باقی ماندہ ریاستی فوجیں جو لداخ کی پوری وادی میں پھیلی ہوئی تھیں سمٹ کر لیہہ واپس آگئیں اور شہر کے دفاع کو مضبوط کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ فروری میں ہندوستانی فوج کے بدھی سپاہیوں کا بھی ایک جتھا لیہہ بھیجا گیا۔

۲۴ مئی کو ایر کموڈور مہر سنگھ نے ایک غیر معینہ راستے سے ۲۳۰۰۰ فٹ کی بلندی پر اور دنیا کے بلند ترین پہاڑی سلسلوں کے اوپر اوپر لیہہ تک پرواز کر کے جرأت اور بہادری کا ایک نیا ریکارڈ قائم کیا اور اپنے فضائی کارناموں میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا۔ دوران پرواز میں اُنکے پاس آکسیجن تک نہیں تھا۔ اس پرواز میں انکے ہمراہ جنرل تھمیا بھی تھے۔ مہر سنگھ لیہہ میں ایک ناہموار پٹی پر اُترے جسے ایک لداخی انجینیر نے سطح سمندر سے ۱۱۵۵۴ فٹ کی بلندی پر فوری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے تعمیر کیا تھا۔

موقع پر حالات کا جائزہ لینے کے بعد جنرل تھمیا نے فوراً بذریعہ ہوائی جہاز کمک بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ شاہی ہندوستانی ہوائیہ نے مئی اور جون میں دو گورکھا کمپنیاں لیہہ پہنچائیں۔

یہ اقدامات بروقت کئے گئے۔ ۱۱ جولائی کو ۱۰۰۰ حملہ آوروں نے جو ۳-۷ دور انداز توپوں سے مسلح تھے لیہہ کی باہری چوکیوں پر حملہ کیا۔ ان کا یہ حملہ رد کر دیا گیا۔ لیہہ پر حملہ آوروں کا دباؤ جس جس طرح بڑھتا گیا رسد اور کمکی دستوں کی مانگ بھی بڑھتی گئی۔ ایک بار پھر راستے کی دشواریاں اور موسمی حالات ہماری راہ میں حائل ہوئے۔

لیہہ تک خشکی کے صرف دو راستے تھے۔ ایک راستہ سری نگر سے تھا جو زوجی لا کے ۱۱۵۰۰ فٹ بلند برف پوش درے اور کرگل سے ہو کر گذرتا تھا۔ اس ۲۳۰ میل لمبے راستے پر صرف ۴۰ میل تک موٹر لاریاں چل سکتی تھیں۔ بقیہ سفر پیدل یا گھوڑوں کے ذریعہ طے کرنا پڑتا تھا۔ یہ راستہ ویران اور برف پوش پہاڑوں کے درمیان اور ان کے نشیب و فراز سے ہوتا ہوا گذرتا ہے۔ کرگل دشمن کے قبضہ میں تھا اس لئے اس راستہ سے رسد یا کمک پہنچانے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ لیہہ جانے کے لئے دوسرا راستہ منالی سے تھا جو مشرقی پنجاب میں واقع ہے۔ ۲۰۰ میل سے زیادہ لمبا یہ راستہ بھی جو گھنے جنگلوں اور ہمالیہ کے پہاڑی سلسلوں سے ہو کر گذرتا تھا اتنا ہی دشوار گذار اور پیچ در پیچ تھا۔

لیہہ تک فوری کمک اور امداد کا پہنچنا انتہائی ضروری تھا۔ خشکی کے راستوں کی دشواریوں اور رکاوٹوں کی وجہ سے ایک بار پھر شاہی ہندوستانی ہوائیہ کے نقل و حمل کے جہازوں کا سہارا لینا پڑا

اور فوری ضرورت کے مطابق آکسیجن کے آلات سے لیس ڈکوٹا جہازوں نے سری نگر اور لیہہ کے درمیان رسد رسانی کا ایک سلسلہ قائم کر دیا۔ ۱۱۵۰۰ فٹ بلند پہاڑی پٹی پر جہازوں کا اترنا کوئی کھیل نہ تھا۔ جتنی دیر تک سامان جہازوں سے اتارا اور لادا جاتا، ان کے انجن برابر چلتے رہتے کیونکہ انجن بند کر دینے میں اس بات کا خطرہ تھا کہ اتنی بلندی پر وہ دوبارہ چل نہ پاتے۔

شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ذریعہ جو سامان پہنچ رہا تھا اس کی مدد سے لیہہ کے محافظ دستے نے مستعدی کے ساتھ اپنے مورچے قائم کر لئے۔ لداخ کے مسلمان اور بدھی رضاکاروں کی ایک مقامی فوج ہندستانی اور ریاستی فوجوں کے دوش بدوش لڑنے کے لئے تیار کی گئی۔

مشرق کی جانب پیش قدمی کے تقریباً ساتھ ساتھ حملہ آور گلگت سے جنوب کی طرف وادی گریز میں بڑھے اور درۂ رازداں گام (۱۱۵۸۶ فٹ) سے ہوتے ہوئے تراگ بل پہنچ گئے، جہاں سے بانڈی پورہ جو سری نگر سے ۳۵ میل شمال میں جھیل ولر کے علاقہ میں واقع ہے، سامنے نظر آتا ہے۔

جھیل ولر کے شمال میں پہلا ہوائی حملہ تراگ بل میں دشمن کے مورچوں پر ۲۰ اپریل ۱۹۴۸ء کو ہوا جس میں ٹمپسٹ جہازوں نے حصہ لیا۔ تراگ بل جھیل ولر سے ۶ میل شمال اور گریز سے ۱۴ میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اس علاقہ میں مکانوں کے ایک بڑے جھرمٹ پر جو دشمن کی سرگرمیوں کا مرکز بنے ہوئے تھے بمباری کر کے انھیں تباہ کر دیا گیا۔ دشمن کے اس ٹھکانے کی سراغ رسانی کا سہرا ایک ٹمپسٹ پائلٹ کے سر ہے جس نے بڑی ہوشیاری اور مستعدی سے کام لے کر برف پر پیر کے تازہ نشانات معلوم کئے جو دیکھنے میں ان سیدھے سادے مکانات تک چلے گئے تھے۔ فضائی پرواز کے لئے اگرچہ حالات ناموافق تھے پھر بھی موثر فضائی حملوں کا سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ مکمل دو مہینے کے بعد گریز پر قبضہ کر لیا گیا۔

اس دوران میں جنرل تھمیّا نے شمال سے اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری مکمل کر لی۔ اس زبردست فضائی حملہ کے فوراً ہی بعد جس نے دشمنوں کو تراگ بل چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا فوجی انجنیئر جیپ گاڑی کے راستہ پر تراگ بل کی طرف جو سطح سمندر سے ....۱ فٹ کی بلندی پر واقع ہے چل پڑے۔

پہلی جیپ ۲۱ مئی کو تراگ بل پہنچی۔ یہاں سے آٹھ میل اور آگے رازداں گام تک جو ہماری فوجی کارروائیوں کا مستقر تھا خچروں اور قلیوں کے ذریعہ رسد اور اسلحہ پہنچائے جاتے۔ دو پیدل بٹالین اور ایک پہاڑی توپ خانہ اس کام پر مامور تھا۔ ہمارے مقابلہ پر سرحدی کانسٹبلری کی پانچ

کمپنیاں، ۲۵۰ چترال اسکاؤٹ اور ۳۰۰ گلگت اسکاؤٹ تھے جو وادی گریز میں مورچہ بند تھے۔ انکی قیادت باقاعدہ فوج کے افسران کر رہے تھے، جن میں ریاستی فوج کے مفرورین بھی شامل تھے جو مقامی حالات سے بخوبی واقف تھے۔

گریز ہی کی وادی سے ہو کر دریائے کشن گنگا بہتا ہے جس کے دونوں جانب ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے ایک دوسرے کے متوازی چلے گئے ہیں۔ ان میں سے کسی سلسلہ کی بلندی ۱۱۰۰۰ فٹ سے کم نہیں ہے اور بیشتر سلسلے ایسے ہیں جو سال بھر برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ ۲۵ رجون یوم یلغار تھا۔ اس فوجی کارروائی کا مقصد برف پوش اور ڈھلوان پہاڑی سلسلوں پر پہنچکر انھیں دشمنوں سے آزاد کرانا تھا۔ اس کی ابتدا کوہ منن (۱۲۸۵۷ فٹ) اور کوہ شیتے (۱۱۹۷۸ فٹ) پر قبضہ سے ہوئی اور ۱۴۲۱۸ فٹ بلند ناقابل عبور کیسر کی چوٹی کو فتح کرنے کے بعد ختم ہوئی۔ اس چوٹی پر ہماری فوجوں نے برف کے شدید طوفانوں میں آدھی رات کو حملہ کیا۔

سر سے پیر تک بھیگے اور سردی سے کانپتے ہوئے ہندستانی فوج کے سپاہیوں نے مشین گن اور توپ کی گولیوں کی بوچھار میں اپنی پیش قدمی برابر جاری رکھی اور ۲۸ رجون کو گریز میں داخل ہوئے۔ تسخیر گریز کے پس پشت ہندستانی فوجوں اور فوجی انجینیروں کی غیر معمولی ہمت وجرأت اور استقلال کی ایک داستان مضمر ہے۔ درحقیقت یہ برفانی جنگ کے ماہروں کی لڑائی تھی جو منطقہ باردہ کے سے حالات میں لڑی گئی۔ اس قسم کی سردی کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمارے فوجیوں کے پاس مناسب وردیاں بھی نہ تھیں۔ ۴۵ خچر سردی کی تاب نہ لاکر ہلاک ہوگئے اور فوجیوں کو خود برف کے طوفان اور برفباری میں پہاڑی توپیں ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کرلے جانا پڑیں۔

بھاگتے ہوئے حملہ آور اپنے مقتولین کی بے شمار لاشیں چھوڑ گئے۔ ان کے سامان اور رسد کو بھی زبردست نقصان پہنچا۔ سب سے بیش قیمت مال غنیمت جو ہماری فوجوں کے ہاتھ لگا وہ سرحدی کانسٹبلری کے کمبل تھے۔ ایک طرف ہماری فوجیں آگے بڑھ رہی تھیں اور دوسری طرف ان کے پیچھے پیچھے فوجی انجینیر بانڈی پور سے گریز تک جیپ گاڑیوں کی آمدورفت کے لئے ایک سڑک تعمیر کرتے جارہے تھے اور چار ہفتوں میں انھوں نے ۴۲ میل لمبی سڑک تعمیر بھی کر دی۔

شمال مشرق میں حملہ آور ذوجی لا میں داخل ہو کر وادئ سون مرگ میں گھس آئے۔ سری نگر کے اس دروازہ کی حفاظت پٹیالہ جوان کر رہے تھے۔ انھوں نے پوری قوت سے حملہ آوروں کو روکا

اور ذوجی لا کے باہر بھگا دیا۔ ایک طرف پٹیالہ سپاہی ... ۱۶ فٹ بلند چوٹیوں پر پکٹ قائم کرکے درہ ذوجی لا کی حفاظت کر رہے تھے اور دوسری طرف سون برگ سے اس پکٹ تک جیپ کی آمد و رفت کے لئے ایک راستہ بنایا جا رہا تھا۔

۱۴ اگست کو سکردو کے محافظ دستے پر حملہ آور اپنی تعداد کی وجہ سے غالب آگئے اور اسے بالآخر ہتھیار ڈالدینا پڑا۔ اگرچہ ریاست کے فوجی دستوں کو امداد پہنچنے یا فتحیاب ہونے کی کوئی اُمید نہیں تھی پھر بھی انھوں نے آخر وقت تک حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ فاتح پاکستانی دستوں کے افسر کمانڈنگ نے اپنے ہیڈکوارٹرز پر اطلاع بھیجی کہ "تمام سکھ گولیوں کا نشانہ بنا دیئے گئے اور تمام عورتوں کی عصمت دری کی گئی"۔

سکردو کے ہاتھ سے نکل جانے پر حملہ آوروں نے اپنا دباؤ لیہہ پر بڑھا دیا جس کا اندیشہ پہلے ہی سے تھا۔ اگست میں ایک اور گورکھا کمپنی بذریعہ ہوائی جہاز لیہہ بھیجی گئی۔ اگست ہی میں دو مزید گورکھا کمپنیاں اور ... رائفلیں ۳۰۲ میل لمبے پہاڑی راستہ سے براہ منالی جو شرقی پنجاب میں واقع ہے لیہہ بھیجی گئیں۔ اس کے علاوہ ۱۲ ستمبر کو ایک اور دستہ ..۴ خچروں اور ...۱ قلیوں کے ساتھ اسی راستہ سے ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ اس طرح اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے لیہہ کے دفاع کو بروقت مضبوط کر دیا گیا۔

باب ۷

لیہہ کی طرف

گرمیوں کے قیمتی ایام ختم ہو چلے تھے مگر ہندستانی فوجوں کو یہ اطمینان تھا کہ وادیٔ کشمیر کے اردگرد مضبوط دفاعی مورچے قائم کر کے اسے شمال اور شمال مشرق سے حملہ سے محفوظ کر لیا گیا ہے۔

لیکن اب بھی دو اہم کام سرانجام دینا تھے۔ آئندہ کی مصیبت اور خطرے سے بچنے کے لئے ان دونوں کاموں کو جاڑوں سے قبل ہی مکمل کر لینا ضروری تھا۔ ان میں سے ایک تو سری نگر سے لیہہ جانے والی سڑک کو قابل گذر بنانا اور بدھیوں کے ضلع لداخ کے خطرے کو دور کرنا تھا اور دوسرا پونچھ کے محافظ دستے کو کمک پہنچانا تھا۔ یہ دستہ دشمن کے متواتر حملوں کے باوجود ایک سال سے دلیری کے ساتھ اُن کے مقابلہ پر ڈٹا ہوا تھا اور اس کی حالت محاصرہ کرنے والی فوجوں کے زبردست دباؤ کی وجہ سے سنگین ہوتی جارہی تھی۔ یہ دونوں کام خالص اصلاحی کارروائیوں کی حیثیت رکھتے تھے اور ان سے متحدہ اقوام کمیشن سے کئے ہوئے اس معاہدہ کی کسی شکل میں بھی خلاف ورزی نہیں ہوتی تھی کہ ایسا کوئی اقدام نہیں کیا جائے گا جس سے صورت حال اور بھی خراب ہو جائے۔

درہ زوجیلا سری نگر سے ۶۴ میل شمال مشرق میں واقع ہے۔ یہ درہ جو تقریباً دو میل لمبا اور وادیٔ کشمیر کو لداخ سے ملاتا ہے۔ گمری کی وادی میں نکلتا ہے۔ اس کے دونوں طرف اونچی اونچی پہاڑی چوٹیاں چلی گئی ہیں۔

زوجی لا کے مغربی راستوں پر ہندستانی فوجوں کا تسلط تھا لیکن درہ کے اردگرد تین چوٹیاں حملہ آوروں کے قبضہ میں تھیں۔ قبل اس کے کہ ہندستانی فوجیں کرگل کی جانب جو شمال سے لداخ تک حملہ آوروں کے خاص رسدی سلسلے کا ایک اہم جنکشن تھا بڑھ سکیں ان تینوں چوٹیوں کو جنھیں ہندستانی "چبوترہ" "شین گن" اور "گنبد" کے نام سے پکارتے دشمن سے صاف کر دینا ضروری تھا۔

حملہ آوروں کے پاس اپنے دفاعی مورچوں کے لئے مناسب جگہوں کے انتخاب کا کافی وقت تھا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی مشین گنیں وغیرہ ایسی جگہوں پر نصب کر رکھی تھیں جہاں سے اس پورے پہاڑی راستے کی حفاظت ہو سکتی تھی جس سے ہماری فوجیں گذرتیں۔ ساتھ ہی انھوں نے ان مورچوں کے قلب سے کافی نیچے ایک انتہائی ڈھلواں پہاڑی پر جو "شمالی چوٹی" کے نام سے موسوم

تھی ایک پہاڑی توپ لگا رکھی تھی تاکہ وہاں سے پورا درّہ زد میں رہے۔
درّہ زوجی لا سے ہو کر گذرنے کی پہلی کوشش اوائل ستمبر میں کی گئی۔ پٹیالہ جوانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے مورچوں پر جو زوجی لا کے ایک پہلو پر قائم تھے ڈٹے رہیں۔ ساتھ ہی ساتھ گورکھا سپاہیوں کی ایک بٹالین کو بائیں بازو پر ایک تنگ راستہ سے براہ بوٹ کلم گنج دراس پہنچنے کا حکم ملا اور گورکھا بٹالین کی ایک اور کمپنی کو پہل گام سے چل کر سورو کی طرف بڑھنا تھا اور مرہٹوں اور جاٹوں کو سامنے سے حملہ کرنا تھا۔
گورکھا بٹالین بوٹ کلم گنج کی طرف بڑھتی ہوئی برف کی چٹانوں (گلیشیر) سے دوچار ہوئی اور اسے پتہ چلا کہ نقشے پر جو راستے دکھائے گئے تھے ان کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے اس لئے اسے واپس ہو جانا پڑا۔ گورکھا کمپنی کا جو سورو کی جانب بڑھ رہی تھی دشمنوں سے سخت مقابلہ ہوا اور خاص دستے نے درّہ کی دوسری جانب ۶ ستمبر کو ایک پہاڑی فتح کر لی۔ لیکن دشمن نے اس پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ہندستانی دستہ اس محاذ پر آگے بڑھا جس پر دو بٹالین لڑ رہی تھیں
۱۳-۱۴ ستمبر کی رات کو مرہٹوں اور جاٹوں نے دو پہاڑیوں پر حملہ کیا۔ وہ ان پہاڑیوں سے ۳۰ گز کے اندر پہنچ گئے لیکن دشمن کی شدید گولہ باری نے انھیں آگے نہ بڑھنے دیا اور وہ گھر گئے۔ ہندستانی دستے کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ ایک پوری کمپنی معرض خطر میں تھی۔ چنانچہ دوسرے روز لڑاکو گشتی دستے انھیں نکال لانے کے لئے روانہ کئے گئے۔
یہ دیکھ کر کہ دشمن کی گپھائیں جو چٹانوں کی بغل میں تھیں ہمارے توپ خانے کی زد سے باہر ہیں اور ان حالات میں فضائی امداد بھی موثر نہیں ہو سکتی یہ کارروائی ملتوی کر دی گئی۔ کسی اور طرف سے وہاں تک پہنچنے کا بھی موقع نہیں تھا اس لئے کہ دشمن کے مورچے کھڑی چٹانوں کی بلندی پر قائم تھے اور ان چٹانوں پر چڑھ کر مورچوں تک پہنچنا دشوار تھا۔
چنانچہ یہ طے کیا گیا کہ ہماری جانب سے پیش قدمی صرف رات میں یا ٹینکوں کی گولہ باری کی آڑ لے کر ممکن ہے۔ پہلی صورت اس لئے ترک کر دی گئی کہ راتوں رات یہ کارروائی مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔
دوسری صورت صرف اسی وقت ممکن تھی جب جموں سے یہاں تک کا فاصلہ طے کر کے ٹینک لائے جاتے اور اس بلندی تک پہنچائے جاتے اگر یہ ٹینک یہاں تک پہنچ جاتے تو درہ میں


کشمیر و جموں کا نقشہ جنگ
بتاریخ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۸ء
میل
ہندستانی فوج کی فارورڈ لائن
جموں و کشمیر کے زیر انتظام علاقہ
حملہ آوروں کا مقبوضہ علاقہ
حملہ آوروں کے داخلہ کا راستہ
دشمنوں کے داخلہ کا نقطہ آخر
میدان جنگ
ہر موسم میں کام آنے والی سڑکیں
راستے
سوویت روس
افغانستان
بلتت
ناگر
بازار دارا
بونجی
سکردو
ننگا پربت
دراس
راولپنڈی
مری
جہلم
گجرات
سیالکوٹ
وزیر آباد
گوجرانوالہ
جموں
ریاسی
پٹھانکوٹ
گورداسپور
کانگڑہ
پالم پور
دھرمسالہ
کائیلنگ
ہندستان پنجاب

اوڑی کے علاقہ میں خچر
راشن لے جارہے ہیں۔
کشمیر کے برف پوش
پہاڑوں میں باربرداری
کا واحد قابل بھروسہ
ذریعہ خچر ہی ہیں





ہراولی علاقے میں ایک تنہا چوکی



نوشہرہ کے علاقے
میں خچر ایک پہاڑی
چشمہ پار کر رہے ہیں



شاہی ہندستانی
ہوائیہ کا پہلا ڈکوٹا
جہاز جو لبیہ میں اترا



دو اسٹوورٹ ("ہنیز")
ٹینک زوجی لا سے
دراس تک کا
دشوار گذار راستہ
طے کر رہے ہیں



ہندستانی سپاہی
زوجی لا سے آگے
ڈھلواں پہاڑیوں
پر چڑھ رہے ہیں

بے خطر بیٹھ کر دشمن کے چھوٹے اسلحہ کی گولیوں کا جواب گولیوں سے دیتے اور ہماری پیدل فوج آگے بڑھتی لیکن ٹینکوں کو یہاں تک لانے کے لئے پہلے ایک سڑک تعمیر کرنا ضروری تھا۔

اگرچہ یہ کوئی معمولی کام نہ تھا لیکن اسے انجام دینے کا فیصلہ کر ہی لیا گیا اور دو مہینے سے کم مدت میں بال تل سے ذوجی لا تک تھنگراجو سڑک تعمیر کر دی گئی جو میجر تھنگراجو کے نام سے جنھوں نے اس کا منصوبہ تیار کیا تھا موسوم ہے بعض بعض جگہوں پر یہ سڑک سر بفلک چٹانوں کو کاٹ کر نکالی گئی ہے۔

جموں سے ۲۶۰ میل کا فاصلہ طے کر کے سات اسٹوورٹ ("ہنیز") ٹینک بھیس بدل کر نہایت خفیہ طریقہ سے بال تل پہنچے۔ دوران سفر میں ان پر غلاف ڈال دئے گئے تھے تاکہ دشمن انھیں پہچان نہ سکیں۔ راستہ میں ان ٹینکوں نے رام بن کے کمزور اور چھوٹے پل کو پار کیا۔

بال تل سے ذوجی لا تک ان ٹینکوں کو پتلے اور تنگ موڑوں سے جن پر بہت زیادہ پھسلن تھی اور ... ۳ فٹ کی چڑھائی پر چار میل تک گذرنا پڑا۔

۲۰ اکتوبر یوم یلغار تھا لیکن اس روز بارش اور برفباری کی وجہ سے یہ کارروائی ملتوی کر دینا پڑی۔ اس بارش اور برفباری کی وجہ سے ایک بار تو ایسا محسوس ہوا کہ اب پیش قدمی آئندہ موسم بہار تک ممکن نہیں۔ بہر حال اس مہم کے آغاز کے لئے اب آخری تاریخ یکم نومبر مقرر کی گئی اس لئے کہ اس کے بعد پھر ذوجی لا کے اس پار فوجوں اور اسلحوں کو مجتمع کرنا ناممکن ہو جاتا کیوں کہ برفباری کی وجہ سے دسمبر میں درۂ ذوجی لا ناقابل عبور ہو جاتا ہے۔

خوش قسمتی سے موسم یکم نومبر سے پہلے ہی صاف ہو گیا اور بادلوں کی قدرتی آڑ میں ہمارے ٹینک یکم نومبر کو دس بجے دن میں روانہ ہوئے۔ جب ٹینک ذوجی لا کی پگ ڈنڈی پر پہنچے تو برف گر رہی تھی۔ ہمارے سفرمینا نے جیپ کے لئے جو سڑک بنائی تھی اس کے آگے دو میل تک پیچ در پیچ راستہ چلا گیا تھا لیکن اس کے آگے بھی کوئی راستہ تھا یا نہیں یہ کسی کو معلوم نہ تھا۔

بہر حال ہمارے ٹینک آگے بڑھے اور ذوجی لا پار کر کے گمری کی وادی کے بین محاذ علاقہ میں بڑی احتیاط کے ساتھ داخل ہوئے۔ اپنی رہنمائی کے لئے صرف فضائی دیکھ بھال کی رپورٹوں پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ ٹینک چبوترہ کی پہاڑی کے دامن تک پہنچنے کے لئے برف کے تودوں، گلیشیروں اور پہاڑی چشموں سے ہوتے ہوئے اور برف کی چٹانوں پر سے گذرتے ہوئے آگے بڑھے۔

یہ دیکھ کر دشمن نے گولیوں کی لگاتار بارش شروع کر دی لیکن ان کی گولیاں ٹینک کے بجائے خول کو چھوتی ہوئی نکل جاتیں اور ان کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ اس پر ہمارے ٹینکوں نے جوابی گولہ باری

کرکے دشمن کے تقریباً ۲۵ ٹھکانے تباہ کر دئے اور دوپہر تک گمری پر ہمارا پورا تسلط ہوگیا۔ ٹینکوں کے پیچھے پیچھے پیدل فوج بغیر کسی خاص مزاحمت کے آگے بڑھی۔

برف سے ڈھکے ہوئے درہ سے پہلا ٹینک گذار لے جانے کا سہرا قائم مقام لانس دفعدار بچن سنگھ ساکن موضع رام پور منڈر، تحصیل منسال، ریاست پٹیالہ کے سر ہے۔

چٹانی گلیشیروں کے برف پوش اور خطرناک راستوں اور پگھلے ہوئے برف کے چشموں کو عبور کرتے ہوئے بچن سنگھ اپنا ٹینک لے کر دشمن کی گولیوں کی بارش میں جو ارد گرد کی پہاڑیوں سے ہو رہی تھی آگے بڑھے۔ بقیہ ٹینک کی توپیں اس پیدل فوج کی حفاظت کر رہی تھیں جو گمری میں بڑھ رہی تھی۔

بچن سنگھ نے اس معرکہ کا حال ان الفاظ میں بیان کیا "جب ہمیں یکم نومبر کو دس بجے دن میں مارچ کرنے کا حکم ملا اور ہم زوجی لا میں دشمن کے مورچوں کو توڑ کر آگے بڑھ جانے کیلئے روانہ ہوئے تو اس وقت شدید برفباری ہو رہی تھی اور دشمن کو ہمارے کوچ کا علم نہ ہو سکا۔ انھیں اس کا گمان بھی نہ تھا کہ اس درہ سے ٹینک گزارے جا سکتے ہیں۔

"ہمارے سفر میناؤں نے راتوں رات درہ سے ۵۰۰ گز آگے ایک راستہ بنا دیا تھا لیکن ہمیں اس بات کا کوئی علم نہیں تھا کہ اس کے آگے کیا ہے۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ جن گلیشیروں پر ہمیں اپنے ٹینک لے جانے ہیں وہ ان کے وزن کو برداشت کر سکیں گے یا ہمیں کئی کئی فٹ برف کے نیچے دفن کر دیں گے۔ بہرکیف ہم نے ہرچہ باداباد کہکر قسمت آزمائی کی اور جلدی ہی نیچے گمری کی وادی میں پہونچ گئے۔

"یہاں دشمن کو ہمارا پتہ چل گیا اور انھوں نے ہم پر مشین گن، ٹینک شکن رائفل اور برن گن سے گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ انھوں نے ۷ء۳ والی دور انداز توپ سے بھی گولے برسائے لیکن ان سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا چھوٹے اسلحوں کی چند گولیاں میرے ٹینک پر اچٹتی ہوئی پڑیں اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ یہ دیکھکر ٹینک کے بندوقچی نے دشمن کے ٹھکانوں پر گولے برسائے اور انھیں بالکل خاموش کر دیا۔ اس کے بعد ہماری پیدل فوج بخیر و خوبی اس پار پہنچی اور گمری کے نچلے ڈھال پر قبضہ کر لیا جس سے دشمن کا عقبی سلسلہ منقطع ہوگیا۔ ہم دو گھنٹے کے بعد گمری پہنچ گئے۔"

گمری میں ہمارے ٹینک دیکھکر دشمن حیرت زدہ رہ گئے۔ اور ان میں ابتری پھیل گئی

انھیں اس کی توقع بھی نہ تھی کہ ہمارے ٹینک گمری پہنچ سکیں گے۔ یکم نومبر کو نو بجے رات میں پٹیالہ جوان لفٹیننٹ کرنل سکھدیو سنگھ کی کمان میں گمری کی وادی سے روانہ ہوئے۔ چھپتے چھپاتے راتارات پیدل چل کر پٹیالہ جوانوں کی ایک کمپنی مجھوئی پہنچی اور دشمن پر عقب سے حملہ کر دیا۔

چاروں طرف سے اپنے آپ کو گھرا ہوا دیکھ کر دشمنوں میں کامل ابتری پھیل گئی۔ جن لوگوں نے بھاگنے کی کوشش کی وہ ہمارے رائفل بردار سپاہیوں کا نشانہ بن گئے۔ بقیہ نے ہتھیار ڈال کر اپنی جانیں بچائیں۔ "شمالی چوٹی" پر ہماری فوجوں کو ۷ر۳ والی ایک دوراندازتوپ ملی جس کے جوڑ جوڑ علیحدہ تھے۔ اس سے پتہ چلا کہ دشمن نے اس کے جوڑ جوڑ اس لئے الگ کئے تھے کہ بھاگتے وقت اپنے ساتھ آسانی سے لے جاسکیں۔

پٹیالہ جوانوں نے تو دم لینے کے لئے ۲ ر نومبر کو مجھوئی میں قیام کیا کیونکہ چالیس گھنٹے سے زیادہ ہو گئے تھے کہ وہ خشک راشن پر تھے مگر راجپوت جوان لفٹیننٹ کرنل گردھاری سنگھ کی کمان میں مجھوئی سے چھ میل شمال شرق میں ماتائن کی طرف بڑھے اور ۳ ر نومبر کو ۳ بجے صبح ماتائن پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔

یہاں ہمارے گشتی دستوں نے دیکھا کہ بٹ کنڈی کی چوٹی پر جو پنڈراس سے شروع ہو کر مغرب میں چلی گئی ہے دشمن کثیر تعداد میں جمع ہیں۔ یہاں انھوں نے جاپانی نمونوں کی زمین دوز محفوظ جگہیں، پتھر کی گپھائیں اور خندقیں بنا رکھی تھیں۔ بٹ کنڈی کے پیچھے ایک اور چوٹی تھی جس کا نام ایک گورکھا بٹالین کے کمانڈر لفٹیننٹ کرنل اننت سنگھ پٹھنیا کے نام پر جنھوں نے بعد کو اس چوٹی پر قبضہ کیا " اننت چوٹی " پڑا۔ اس چوٹی پر بھی توپوں سے لیس دشمن کے متعدد مورچے قائم تھے۔ اننت چوٹی اور " براؤن فیچر " سے دراس میں داخل ہونے کے راستہ کی پوری طرح نگرانی کی جاسکتی تھی۔

دشمن کے ان مضبوط مورچوں پر حملہ کرنے میں جو خطرات تھے انھیں ہماری فوجیں مول نہیں لے سکتی تھیں، گمری سے ٹینکوں کے پہنچنے کے لئے انھیں آٹھ روز تک انتظار کرنا پڑا۔ گمری سے یہاں تک کوئی سڑک موجود نہ تھی اور جاڑوں میں کوئی سڑک تعمیر کرنا ممکن نہ تھا۔ بہر کیف کمانڈر نے ہر جبر بادا باد کہہ کر ٹینکوں کو گھٹنے گھٹنے بھر پانی میں گمری نالے سے اور بڑی بڑی چٹانوں پر ہو کر آگے بڑھایا اور بالآخر کسی رکاوٹ کے بغیر ماتائن پہنچ گئے۔

چونکہ دن میں کوئی حملہ کارگر نہ ہوتا اس لئے رات میں حملہ کرکے دشمن کو ان کے مضبوط مورچوں سے بھگا دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ ہمارے فوجی دستوں نے ۱۳۔۱۴ ارنومبر کی رات میں دشمن پر حملہ کیا مگر وہ ناکامیاب رہا۔

۱۴ ارنومبر کو ۱۰ بجے دن میں ہماری فوجوں نے بکتر بند گاڑیوں کی مدد سے حملہ کیا اور اننت چوٹی کے نچلے ڈھال پر قبضہ کرلیا۔ اسی روز شام کو ۷ بجے دو طرفہ حملہ کیا گیا۔ ایک اننت چوٹی پر اور دوسرا براؤن نامی پہاڑی کے دامن میں اس راستہ پر جو گری نالے اور دریائے دراس سے ہو کر دراس کو جاتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ایک اور حملہ دشمن کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے بٹ کنڈی کی پہاڑی پر کیا گیا تاکہ ہماری وہ فوجیں جو اننت چوٹی اور دراس کے راستہ پر حملہ آور ہوئی تھیں پہاڑی سے کترا کر نکل جانے اور منزل مقصود تک پہنچ جانے میں کامیاب ہو جائیں۔

گری میں ہمارے ٹینکوں کے اچانک پہنچنے کا تلخ تجربہ دشمن کو پہلے ہو چکا تھا چنانچہ اس مرتبہ اس نے خود حرکی مشینوں سے ہم پر زبردست گولہ باری شروع کی لیکن ہندستانی بندوقچیوں نے دشمن کو منہ توڑ جواب دیا اور ان بندوقچیوں کی گولہ باری کی آڑ لے کر ہمارے دونوں دستے جو دو طرف سے حملہ آور ہوئے تھے اننت چوٹی کو فتح کرنے کے لئے آگے بڑھتے گئے۔

ایک دستہ اپنی منزل مقصود سے ۲۰۰ گز کے اندر پہنچا ہی تھا کہ دشمن کی گولیوں کی براہ راست زد میں آگیا۔ لیکن جوانوں نے ہمت نہیں ہاری اور سامنا چھوڑ کر بغل سے آگے بڑھے اور پیٹ کے بل رینگتے ہوئے دشمن کی گپھاؤں تک جا پہنچے اور ایک بار پھر ان کو محو حیرت کر دیا۔ پہلا دستہ دشمن پر ان کے غاروں میں اچانک ٹوٹ پڑا اور ۹ بجے شام کو پہاڑی پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔

اننت کی پہاڑی پر حملہ کے دوران میں ایک اور ہندستانی دستہ دشمنوں سے جو پنڈراس میں داخل ہونے والے رستہ سے متصل بٹ کنڈی کی پہاڑی پر مورچہ بند تھے کترا کر گری نالے اور دریائے دراس کو عبور کرکے آگے بڑھا۔ رات کے اندھیرے میں ہمارے دستوں نے برف پوش پہاڑوں پر چل کر، اور دریا سے پایاب اتر کر انتہائی صعوبتیں اور دشواریاں جھیلتے ہوئے دریا کو چھ مختلف جگہوں پر پار کیا۔ ہر مرتبہ جب جوان



گورکھا سپاہی دشمن کی ایک توپ کا معائنہ کر رہے ہیں جس پر زوجی لا کے علاقے میں قبضہ کیا گیا



ایک ہندستانی ڈکوٹا جہاز لیہہ جاتے ہوئے ۲۵۰۰۰ فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا ہے



خودحرکی مشینوں
اور بیلچوں سے مسلح
ہندستانی سپاہیوں
کو دراس جاتے
ہوئے برف ہٹاکر
راستہ بنانا پڑتا ہے



دراس سے آگے
ایک پہاڑی توپ
خچروں کے ذریعہ
لے جائی جارہی ہے

برف کے مانند سرد پانی سے باہر آتے انھیں ایسا محسوس ہوتا کہ ان کے پیر کٹ کر گر گئے ہیں۔ سردی کا یہ عالم تھا کہ پانی ان کی پتلونوں اور جوتوں پر برف کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں جم کر رہ جاتا۔

ماتائن سے تقریباً چار میل پر پنڈراس کے دامن میں جب ان دستوں نے پہلا چشمہ پار کیا تو شفاف چاندنی میں دشمن نے گولیوں کی لگاتار بارش شروع کر دی۔ انھوں نے بڑی بڑی چٹانوں کی آڑ لی اور پانچ گھنٹے تک گولہ باری کرتے رہے یہاں تک کہ ان کا گولہ بارود ختم ہو گیا۔ اس دوران میں ہمارے ایک چھوٹے سے دستے نے براؤن کی پہاڑی پر اپنا مورچہ قائم کر لیا تھا۔

دوسرے روز صبح سویرے جب ہندستانی فوجیں پہاڑی پر چڑھیں تو دشمن بدحواسی کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن براؤن کی پہاڑی پر بیٹھے ہوئے ہمارے دستے اور سروں پر منڈلاتے ہوئے شاہی ہندستانی ہوائیہ کے لڑاکو جہازوں نے انھیں نشانہ بنا لیا۔

یہاں سے دس میل سے زیادہ کا ناہموار اور دشوار گذار علاقہ طے کر کے جس میں جگہ جگہ دشمن کے بندوقچی کمین گاہوں میں چھپے بیٹھے تھے پٹیالہ جوان ۱۵ نومبر کو شام کے ۴ بج کر ۲۰ منٹ پر دراس کے میدان میں پہنچے۔ دراس کے رہنے والوں کا ایک وفد جو دو آدمیوں پر مشتمل تھا ہمارے فوجی دستے کے کمانڈر بریگیڈیر کے۔ ایل۔ اٹل سے جو، ۷۷ پاڈا بریگیڈ کے کمانڈر تھے ملا۔ غلام ظفر ذیلدار (مکھیا) اور غلام رسول لمبردار ساکنان دراس نے ہندستانی دستوں کا استقبال کیا اور بتایا کہ حملہ آور ۲ بجے دن کو دراس خالی کر کے جا چکے ہیں۔

دراس پہنچنے پر رائفلیں، برن گن، ۳ انچ اور ۲ انچ دہانے کی توپ کے گولوں کے ۵۰ خول، کمبل، گراؤنڈ شیٹ، گرم بنڈیاں، طبی ذخائر اور ۳۰۰ من جلانے کی لکڑی ہمارے دستوں کے ہاتھ لگی۔

دوسرے روز ۱۶ نومبر کو پٹیالہ جوانوں نے دراس میں گرو نانک کا یوم پیدائش منایا۔ اس تقریب میں ۱۹ ویں ڈویژن کے جنرل افسر کمانڈنگ میجر جنرل کے۔ ایس۔ تھمیّا نے بھی شرکت کی۔ پٹیالہ جوانوں نے قرب و جوار کے دیہاتوں کے بچوں کو جمع کر کے مٹھائیاں تقسیم کیں۔

اس تمامتر کارروائی کے دوران میں شاہی ہندستانی ہوائیہ نے ہمارے پیش قدمی کرنے والے دستوں کو پوری پوری مدد دی اور دشمن کے بندوق اور توپ کے مورچوں پر جو زوجی لا میں گھاٹی کے دونوں جانب پہاڑ کی ڈھلانوں پر خندقوں میں قائم تھے گولہ باری کی۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ کے

جہازوں نے دراس اور آس پاس کے علاقوں پر ہزاروں کی تعداد میں پرچے بھی گرائے جن میں مقامی باشندوں کو مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ اپنے مکانات چھوڑ کر نہ بھاگیں۔

دراس سے آگے دشمن کے ٹھکانوں کا صفایا کرتے ہوئے ہندستانی دستوں نے ۲۳؍نومبر کی صبح کو کرگل میں اپنے مورچے قائم کر لئے۔ کرگل شمال میں سکردو، مغرب میں دراس اور سری نگر اور مشرق میں لیہہ کو جانے والے راستہ پر واقع ایک اہم تجارتی اور مواصلاتی مرکز ہے۔

اس دوران میں دوسری طرف سے ہندستانی دستوں نے وادی نوبرا میں اپنی قوتوں کو مجتمع کر کے کھلاتسی کو دشمنوں سے صاف کر دیا۔ کھلاتسی جو شمال مغرب میں گلگت اور سکردو نیز جنوب مغرب میں سری نگر، دراس اور کرگل سے آنے والے راستوں کے جنکشن پر واقع ہے لیہہ کا دروازہ ہے۔

کرگل اور کھلاتسی میں ہمارے جو فوجی دستے تھے ان کے درمیان اب صرف ۵۴ میل کا پیچ در پیچ برف پوش پہاڑی راستہ حائل تھا۔ کھلاتسی سے ایک ہندستانی گشتی دستہ اس راستہ پہ پیش قدمی کرتا ہوا بڑھا اور کرگل میں ہمارے ہراول دستوں سے ۲۴؍نومبر کو رابطہ قائم کر لیا۔ اس کے بعد ہندستانی فوجیں اس علاقہ کو دشمنوں سے صاف کرنے میں مشغول ہو گئیں۔

اس طرح تقریباً ۶ مہینے کے بعد خشکی کے راستے سری نگر اور لیہہ کے درمیان رابطہ قائم ہو گیا۔ اس تمام کارروائی میں ۲۱۰ حملہ آور مارے گئے اور ۲۰۶ زخمی ہوئے۔ دشمن کی ۷،۲ کی ایک دور انداز توپ ۳،۷ انچ دہانے کی ایک ہلکی توپ، ۳ انچ دہانے کی ایک ہلکی توپ اور ۲ انچ دہانے کی دو ہلکی توپ اور ۱۴ رائفلیں ہمارے قبضہ میں آ گئیں۔ ہماری طرف ۴۰ آدمی ہلاک اور ۸۶ زخمی ہوئے اور ۳۷ کا کوئی پتہ نہ لگا۔ اس کے علاوہ ۳۵۰ آدمی برفباری کے اثر سے پیدا ہونے والے عارضوں کا شکار ہوئے۔

اس دوران میں وادیٔ کشمیر کے مغربی محاذ پر حملہ آوروں نے ٹٹول میں ہمارے مورچوں کو توڑ کر اندر گھس آنے کی جان توڑ کوشش کی پہلے تو انھوں نے زبردست گولہ باری کی اور اس کے بعد ۲۰۰۰ حملہ آوروں نے ۱۳؍اکتوبر کی صبح کو ٹٹول کے جنوب اور جنوب مغرب میں ہمارے ہراول مورچوں پر دو طرفہ حملہ کیا۔ ہندستانی دستے فوراً میدان میں آ گئے اور چار گھنٹے کی جنگ کے بعد دشمن کو زبردست نقصانات پہنچا کر پسپا کر دیا۔

اس کے بعد دن میں حملہ آوروں نے اپنی قوتوں کو دوبارہ مجتمع کر کے توپ خانے اور ہلکی توپوں کی گولہ باری کی آڑ لے کر دو اور حملے کئے۔ ساتھ ہی ساتھ انھوں نے ایک اور

مقام سے بھی حملہ کیا۔ ہمارے دفاعی مورچوں نے ثابت قدمی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور حملہ آور واپس گئے۔ اب کی مرتبہ ان کے اور زیادہ آدمی مارے گئے۔ اسی روز رات ہو جانے پر حملہ آور تیسری بار آئے۔ اس مرتبہ انھوں نے ٹٹول کے جنوب۔ جنوب مغربی علاقے میں ہمارے مورچوں پر حملہ کیا لیکن انھیں پھر پسپا کر دیا گیا۔

ٹٹول کے ارد گرد کے ہراولی مورچوں سے ہندستانیوں کو ہٹا دینے کی کوششوں میں ناکام ہو کر حملہ آور ۲۵ پونڈ گولے والی توپوں اور ۷، ۳ کی دور انداز توپوں سے مسلسل گولہ باری کرتے رہے۔ ۱۳؍ اکتوبر کو ۵ بجے صبح تک دشمن نے ۳۰۰۰ گولے اور اسی قدر ہلکی توپوں سے بم برسائے۔ ہندستانی فوجوں کو جموں اور کشمیر میں دشمن کی جن بے پناہ بم باریوں کا مقابلہ کرنا پڑا یہ ان میں سے ایک تھی۔

دوسرے روز یہ سمجھ کر کہ ہمارے دستوں نے اپنے مورچے خالی کر دیئے ہیں حملہ آوروں نے ساڑھے سات بجے شام کو پھر ہمارے ہراول مورچوں پر حملہ کیا لیکن انھیں جلد ہی منتشر کر دیا گیا۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ کے جہازوں نے اس حملہ کے دوران میں اور اس کے بعد ہمارے دستوں کو پوری پوری مدد دی اور دشمن کے ان ٹھکانوں اور توپ کے مورچوں پر جن کا علم تھا ٹھیک ٹھیک گولہ باری کی اس سے دشمن کی ہمتیں اس قدر پست ہو گئیں کہ ہمارے ایک فوجی افسر نے جو جنگ میں خود بھی شریک تھا کہا کہ "اگر ٹمپسٹ جہاز نہ ہوتا تو دشمن نے ہمارے مورچوں کو یقیناً تہ و بالا کر دیا ہوتا"۔

اوڑی۔ چکوٹی کے حلقہ میں ۲۹؍ اکتوبر کو دشمن نے اپنی متوسط توپوں سے اور سا کے علاقہ میں ہمارے ہراول مورچوں پر ۴۲ بم برسائے۔ اسی روز ہمارے ہوائی جہازوں نے بھی دشمن کے توپ کے مورچوں پر کامیاب گولہ باری کی۔ نومبر کے پہلے ہفتہ میں ۲۰۰ حملہ آوروں نے متوسط توپوں، ۲۵ پونڈ گولے والی توپوں اور ۷، ۳ دہانے کی دور انداز توپوں کی مدد سے چکوٹی سے پانچ میل شمال مشرق میں ایک ہندستانی مورچہ پر حملہ کیا۔ لیکن ہماری فوجوں نے اس حملہ کو رد کر کے دشمن کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

باب ۸
پونچھ کو کمک

جموں میں جنرل آتما سنگھ نے پونچھ کو کمک پہنچانے کے لئے تمام تفصیلات کے ساتھ تیار کئے ہوئے نقشے کے مطابق حملہ شروع کیا۔ ستمبر تک پونچھ کے چاروں طرف دشمن نے اپنا حلقہ مضبوط کر لیا تھا جس سے محافظ دستے کے مغلوب ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ دشمن نے ۲۵ پونڈ گولے کی توپوں سے بم باری کر کے اُس ہوائی پٹی کو جو باہر کی دنیا سے رابطہ کا واحد ذریعہ تھی بیکار کر دیا۔ سراغ رسانوں اور دیکھ بھال کرنے والے ہوابازوں کی اطلاعات سے پتہ چلا کہ دشمن نے باغ میں جو پونچھ کے شمال مغرب میں ان کا ایک مستقر تھا زبردست تیاریاں کر رکھی تھیں۔ ان تیاریوں کا واضح مقصد یہ تھا کہ پونچھ کے محافظ دستے کو جو دشمن کے علاقہ میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا نکال باہر کیا جائے۔

پونچھ کو کمک پہنچانے کی کارروائی کی پہلی منزل راجوڑی سے ۱۲ میل شمال میں تھانہ منڈی کی تسخیر تھی۔ ۱۹ ویں برگیڈ نے راجوڑی میں ایک لشکر جمع کیا جس میں ہلکی توپوں کے دو دستے، جنگی توپ خانے کا ایک دستہ کمایوں رائفلز کی ایک بٹالین اور راجپوتانہ رائفلز کی ایک بٹالین شامل تھی۔

۱۹-۲۰ ستمبر کی رات میں اس لشکر نے تھانہ منڈی کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ دو روز کی پیش قدمی کے بعد تھانہ منڈی پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔ پوائنٹ ۱۱،۷ پر کمایونیوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد تھانہ منڈی کی قسمت کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو گیا۔ اس پہاڑی پر دشمن کی دو کمپنیوں کا قبضہ تھا جو ۱۲ انچ دہانے کی دو توپوں اور چار مشین گنوں سے مسلح تھیں۔

اس پہاڑی پر ۲۲ ستمبر کو قبضہ کرنے میں ہماری فوجوں کو اولہ باری اور شدید کہرے کی وجہ سے بڑی مدد ملی اور ہمیں کوئی نقصان بھی نہیں اٹھانا پڑا۔ ساتھ ہی ساتھ دشمن کو بھی آسانی پسپا ہونے میں اس موسم سے مدد ملی لیکن اس مٹ بھیڑ میں حملہ آوروں کے تین آدمی مارے گئے اور ۱۲ زخمی ہوئے۔

تھانہ منڈی پر ہمارا قبضہ ہو جانے کی وجہ سے تھانہ منڈی۔ راجوڑی راستہ کے مشرق میں ضلع ریاسی میں دشمن کے ٹھکانے اپنے مستقروں سے منقطع ہو کر محصور ہو چکے تھے۔

اب پونچھ کو کمک پہنچانے کی کارروائی کی دوسری منزل کی تیاریاں مکمل کی جا رہی تھیں۔ بریگیڈیر یدھوناتھ سنگھ کی کمان میں دو بریگیڈ راجوڑی میں مجتمع ہوئے۔ اس کے علاوہ تین بٹالینوں پر مشتمل ایک اور راجوڑی دستہ بریگیڈیر یدھوناتھ سنگھ کی کمان میں دیدیا گیا۔ یہ کارروائی تین منزلوں میں کی جانے والی تھی۔ پہلی منزل میں پیر بڈیسر اور پیر کلیوہ پر قبضہ کرنا تھا دوسری منزل میں سنگوٹ پر قبضہ کرکے اسے ایک مستحکم مستقر بنانا تھا اور آخری منزل میں دشمن کے دفاع کو توڑ کر پونچھ سے رابطہ قائم کر دینا تھا۔

ہماری فوجوں کے مقابلہ پر دشمن کے دو بٹالین راجوڑی۔ تھانہ منڈی کے مشرق میں تھے اور ایک بریگیڈ راجوڑی کے مغرب میں ایک بریگیڈ پونچھ کے راستہ پر واقع مینڈھر میں اور ایک بریگیڈ پونچھ کے جنوب میں تھا۔

پیر بڈیسر ۵۳۳۲ فٹ کی بلندی پر دشمنوں کا ایک مضبوط مورچہ تھا جہاں سے جھنگر کے شمال مشرق میں نوشہرا اور سیری کی پوری وادی دکھائی دیتی تھی۔ یہ کارروائی بریگیڈیر ہربھجن کی کمان میں ۱۴-۱۵ اکتوبر کی رات میں شروع ہوئی۔ چاندنی رات میں ہمارا ایک دستہ جو زیادہ تر گورکھا جوانوں پر مشتمل تھا دشوار گذار اور کوہستانی علاقوں کو جہاں راستے بھی نہیں تھے طے کرتا ہوا موضع گیران کی طرف بڑھا جو دشمن کے قبضہ میں تھا۔ اونگھتے ہوئے ایک سنتری نے ہمارے ہراول دستہ کو ٹوکا اور لفظ شناخت دریافت کیا۔ اس کا جواب اسے گولیوں سے ملا۔ ایک لمحہ بعد طرفین سے بے پناہ گولی چلی۔ دشمن زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کرسکے اور ان کے پیر اکھڑ گئے۔ وہ اپنے مقتولین اور زخمیوں کو بھی چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اسی دوران میں پنجابیوں اور رکمایونیوں پر مشتمل ایک دوسرا دستہ اس جگہ سے جہاں یہ معرکہ ہوا تھا کترا کر آگے بڑھا اور پارن کے قریب اپنا مورچہ قائم کر لیا۔

صبح ہوتے ہی شاہی ہندستانی ہوائیہ کے دو ٹیمپسٹ جہاز برق رفتار سے سروں پر نمودار ہوئے اور دشمن کے مورچوں کو جو پیر بڈیسر پر قائم تھے راکٹ کا نشانہ بنایا۔ ان کے واپس ہوتے ہی پہاڑی سے دھوئیں کی چادریں بلند ہوتی ہوئی دکھائی دیں۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد دو ٹیمپسٹ جہاز آسمان سے باتیں کرتے ہوئے صنوبر کے درختوں کے جھنڈ سے نمودار ہوئے اور دشمن کے ٹھکانے پر بم برسا کر غائب ہو گئے۔

دشمن کے مورچوں پر ہمارے ہوائی حملے سینہ وقفہ کے ساتھ تمام دن ہوتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ

ہماری پہاڑی اور میدانی توپیں بھی ان پر بم باری کرتی رہیں۔ دوپہر تک پنجابیوں کے ایک دستہ نے پارن اور اس کے ارد گرد چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ اس دوران میں کمایونی پیر بڈیسر پر آخری حملہ کی تیاریاں کرتے رہے۔

کمایونیوں کا ہراولی دستہ متعدد چھوٹی چھوٹی جھڑپوں کے بعد جن سے دشمنوں میں اور بھی ابتری پھیل گئی تھی پیر بڈیسر کی پہاڑی پر چڑھنے لگا اور غروب سے ایک گھنٹہ قبل چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس معرکہ میں دشمن کے ۱۰۲ آدمی مارے گئے، ۹ قیدی گرفتار ہوئے اور ۲۷ رائفلیں ہمارے ہاتھ لگیں۔

درحقیقت پیر بڈیسر پر حملہ دشمن کو مغالطے میں رکھنے کے لئے کیا گیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دشمن ہمارے حملہ سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ ہمارا اصل مقصد پونچھ کے بجائے کوٹلی پر قبضہ کرنا ہے۔

راجوڑی۔ تھانہ منڈی سڑک پر واقع پیر کلیوا کی اہم پہاڑی پر ایک اور بریگیڈ نے ۲۶ اکتوبر کی شام کو آسانی سے قبضہ کر لیا۔ اس معرکہ میں چار حملہ آور مارے گئے جن کا علم ہوا لیکن یقین ہے کہ اس سے کہیں زیادہ حملہ آور مارے گئے اور زخمی ہوئے۔

پونچھ سے رابطہ قائم کرنے کی بقیہ کارروائی کچھ دنوں کے لئے اس وجہ سے ملتوی کر دینا پڑی کہ ہمارے سلسلہ مواصلات کو پاکستانی سرحد کے اُس پار سے دشمنوں سے ایک نیا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

اکتوبر کے آخر تک جموں پاکستان سرحد پر پٹھان کوٹ سے چھمب تک دشمن کا دباؤ یکایک بڑھ گیا۔ چنانچہ ہندستان سے تین مزید پیدل بٹالینیں سانبہ، چھمب اور نوشہرا میں رکھنے کے لئے منگانی پڑیں۔

اکتوبر کے آخری ہفتہ میں ہمارے دستوں نے چھمب کے علاقے میں حملہ آوروں کی ایک جماعت پر کمین گاہ سے حملہ کیا اور ان کے ۱۵ آدمی مارے گئے۔ بعد میں حملہ آور مشین گن کی گولیوں کی آڑ کھڑی کر کے کمک لائے لیکن ہمارے مورچوں پر دوبارہ حملہ کرنے کی غرض سے حملہ آوروں نے فوجیں اکٹھا کرنے کی جو کوشش کی تھی اسے ہندستانی فوجوں نے توپ خانے اور ہلکی توپوں کی مدد سے ناکام بنا دیا۔

تقریباً ۲۰۰ حملہ آوروں نے جو ہلکی توپوں سے مسلح تھے ۲۹ اکتوبر کی رات کو چھمب کے جنوب میں ہمارے مورچوں پر حملہ کیا۔ دشمن کو اس حملے میں پاکستانی علاقہ سے توپ خانے کی مدد مل رہی تھی جو ہمارے مورچوں پر گولہ باری کر رہے تھے۔ شدید جنگ کے بعد ہماری فوجوں نے

۳ انچ دہانے کی توپوں کی مدد سے اس حملہ کو رد کر دیا۔ چند روز بعد دشمن نے چھمب کے علاقہ میں ۲۵ پونڈ گولے کی توپوں اور ۵ء۵ انچ دہانے کی متوسّط توپوں سے ۳۰۰ گولے پھینکے۔

سانبہ۔ کٹھوعہ کے سرحدی علاقے میں دشمن سے دو جھڑپیں ۴ر اور ۵ر نومبر کو ہوئیں۔ پہلی جھڑپ سانبہ سے ساڑھے آٹھ میل جنوب مشرق میں اور دوسری میران صاحب کے ۱۲ میل جنوب مغرب میں موضع نکووال میں ہوئی۔ ہمارے سرحدی گشتی دستے دشمن سے معرکہ آرا ہوئے اور انہیں مار بھگایا۔ چھ حملہ آور مارے گئے اور پانچ زخمی ہوئے۔

بیر بڈیسر اور بیر کلیوا کی فتوحات کے بعد اپنی قوتوں کو مجتمع کر کے اور جموں پاکستان سرحد پر پٹھان کوٹ چھمب علاقہ کی دفاع کے لئے مزید دستے بھیج کر ہندستانی فوجوں نے پونچھ سے رابطہ قائم کرنے کے لئے دوبارہ حملہ شروع کیا۔

اس کارروائی کی دوسری منزل سنگیوٹ کی تسخیر تھی لیکن جو منصوبہ ابتداً بنایا گیا تھا اس میں تبدیلی کر دی گئی اس لئے کہ سفر بمینا مینڈھر ہو کر پونچھ تک سڑک تعمیر کرنے کو ترجیح دیتے تھے دشمن کا ایک طاقتور بریگیڈ مینڈھر میں اور دوسرا رام گڑھ میں مقیم تھا۔

۷-۸ر نومبر کی رات کو ۵ واں بریگیڈ مینڈھر کے داہنے بازو پر اور ۱۹ واں بریگیڈ بائیں بازو پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ راجوڑی دستہ قلعہ رام گڈھ اور اس کے ارد گرد کی پہاڑیوں پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا گیا تاکہ ۱۹ویں بریگیڈ کا بایاں بازو محفوظ رہے۔ اسی دوران میں بیر بڈیسر میں جو بٹالین تھی وہ کوٹلی کی طرف اور جو بٹالین پوائنٹ ۷۷۰۱ میں تھی وہ تھانہ منڈی کی طرف بڑھی۔ بھمبر گلی اور رام گڈھ پر پہلے ہی حملہ میں قبضہ کر کے بھمبر گلی کو ایک مضبوط مستقر میں تبدیل کر دینا ضروری تھا تاکہ مزید پیش قدمی میں مدد مل سکے۔

ہندستانی فوجیں راجوڑی سے ۶-۷ر ستمبر کی رات میں روانہ ہو کر اسی رات کو ۹ میل شمال میں کین بسان میں مجتمع ہوئیں۔ دوسرے روز ۶ بجے صبح کو حیات پورہ کی پہاڑی سے چل کر وادئ سکھتا و نالہ میں ۹ بجے رات کو داخل ہوئیں۔ نالہ پار کرنے کے بعد وہ ڈھیری دار اکی پہاڑی کے برابر برابر آگے بڑھیں۔

دو گھنٹے کے بعد پوائنٹ ۶۲۰۷ کے ڈھال پر پہلی بار ہمارے ہراول دستہ کا مقابلہ دشمن سے ہوا۔ لیکن دشمن کو پسپا ہونا پڑا اور ہمارا دستہ گھپ اندھیرے میں برابر آگے بڑھتا رہا۔ اس

مٹ بھیڑ میں دشمن کے کچھ آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے۔

اس کے بعد موضع منگل نار تک کوئی واقعہ نہیں پیش آیا۔ اس علاقہ میں دشمن نے کافی مضبوط مورچے قائم کر رکھے تھے اور منگل نار جانے والے تمام راستوں کی حفاظت دشمن کے . . اسپاہی کر رہے تھے جو برادننگ اور اطالیہ کی بنی ہوئی بریڈا مشین گنوں، ہلکی توپوں، ہلکی خود حرکی مشینوں اور رائفلوں سے مسلح تھے۔

رات ہوجانے کی وجہ سے ہماری فوجوں کو توپ خانے کی مدد نہ مل سکی اس لئے انھوں نے دشمن کے اس مضبوط مورچے پر خود اپنی توپوں کی گولہ باری کی آڑ لے کر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ دشمن نے جان توڑ مقابلہ کیا لیکن اسے دست بدست لڑائی کے بعد جس میں اس نے دستی بم کافی تعداد میں استعمال کئے پسپا کر دیا گیا۔ اس معرکہ میں دشمن کے تقریباً ۲۵ آدمی مارے گئے اور کافی تعداد میں زخمی ہوئے۔ ڈھائی بجے رات سے انھوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔

اس کے بعد ہندستانی فوجوں کو دوبارہ ترتیب دے کر مزید پیش قدمی شروع کی گئی۔ منگل نار اور پوائنٹ ۶۳۰۷ کے درمیان دشمن مختلف مقامات پر مزاحم ہوئے لیکن ہماری فوجیں ۸ نومبر کو ۶ بجے اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئیں۔ اس وقت تک اس فوج نے اندھیری رات میں ۱۲ میل دشوار گذار پہاڑی راستہ طے کیا تھا اور پانچ لڑائیاں لڑ کر دشمن پر فتح حاصل کی تھی۔

اس دوران میں ایک اور ہندستانی دستہ پیچھے پیچھے بڑھتا آرہا تھا۔ راستہ میں دشمن کے متعدد مورچوں کو توڑنے کے بعد اس دستہ نے دوسری پہاڑی پر قبضہ کرنے کی تیاری کی۔ یہاں راستہ اتنا تنگ تھا کہ اس پر خچر بھی نہیں گذر سکتے تھے۔ چنانچہ اس دستہ نے توپیں اور مشین گنیں اپنے اوپر لادیں اور دوپہر کے وقت پوائنٹ ۶۲۷۴ اور اس سے متصل شمال میں ایک پہاڑی کی طرف رخ کیا اور توپ خانے کی گولہ باری کی آڑ لے کر اس نے اگلے دن کو ان دونوں پر قبضہ کر لیا۔ دشمن پسپا ہو کر برابر کی پہاڑی پر بھاگے۔ انکے ۱۰ آدمی مارے گئے، جنھیں وہ چھوڑ گئے اور چار گرفتار ہوئے۔

اس حملہ کی آخری منزل بھمبر گلی کے مغربی بازو پر پوائنٹ ۶۹۴۴ کی تسخیر تھی۔ ناہموار کوہستانی علاقہ ہونے کی وجہ سے یہاں جنگی توپیں نہیں استعمال کی جاسکتی تھیں۔ ہندستانی انجنیروں نے انتہائی تیزی سے کام کر کے ۹ گھنٹے میں ۱۲ میل لمبا راستہ تیار کر دیا اور



ایک زخمی سپاہی ہوائی جہاز کے ذریعہ پونچھ سے جموں منتقل کیا جا رہا ہے



میجر جنرل آتما سنگھ پونچھ سے رابطہ قائم کرنے کی کارروائیوں کے کامیابی کے ساتھ ختم
ہو جانے پر بریگیڈیر یدھوناتھ سنگھ کو مبارک باد دے رہے ہیں۔



دجی لاریوں کا ایک بیڑہ زوجی لا سے سون مرگ واپس آرہا ہے



ٹیمپسٹ جہاز کے ہوا بازوں کو پرواز
سے قبل ہدایتیں دی جا رہی ہیں

بریگیڈیر پریتم سنگھ پونچھ کے علاقے میں دشمن کے کچھ گرفتار شدہ سامان حرب میجر جنرل آتما سنگھ
(بائیں جانب کھڑے ہوئے) کو دکھا رہے ہیں





کشمیر کی کارروائیوں کے کمانڈر
بائیں سے دائیں: میجر جنرل کے۔ ایس تھمیا، لفٹیننٹ جنرل ایس۔ ایم۔ سری نگیش اور
جنرل کے۔ ایم۔ کری اپا



ہندستانی فوج کے
ایک افسر راجوڑی
کی آزادی کے بعد
وہاں کے باشندوں
سے استفسارات
کر رہے ہیں

جنگی توپیں اس راستہ پر ایک ایسی جگہ لائی گئیں جہاں سے مزید پیشقدمی میں مدد ملتی۔

ہمارا ایک تیسرا دستہ بھی یہاں پہنچ گیا اور جنگی توپ خانے اور شاہی ہندستانی ہوائیہ کی مدد سے ۵ بجے شام کو پہاڑی پر حملہ کیا گیا۔ ہماری فوجوں کو دشمن کی گولیوں کی بارش میں ... ۲ گز چلنا پڑا۔ حملہ آور پہاڑی کی چوٹی پر جمے پوری قوت سے مقابلہ کرتے رہے لیکن ہمارے جوانوں نے جب آخری حملہ کے لئے سنگینیں لگائیں تو دشمن کی ہمتیں پست ہوگئیں اور وہ بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس حملہ میں ۵۰ حملہ آور ہلاک اور کافی تعداد میں زخمی ہوئے۔

غروب ہوتے ہوتے بھمبر پر بھی ہمارا قبضہ ہوگیا۔ رات میں ہم نے اپنی قوتوں کو مجتمع کیا اور دوسرے روز ۹ رنومبر کو پوائنٹ ۶۲۰۷ پر قبضہ کرلیا گیا۔ پوائنٹ ۶۲۰۷ پر قبضہ ہوجانے کی وجہ سے مینڈھر کے تقریباً ۶ میل جنوب میں ٹرنی میں دشمن کا اڈا صاف نظر آتا تھا۔ ایک ہزار حملہ آور چوپایہ برداری کے جانوروں کے ساتھ اس علاقے میں مجتمع تھے ہماری توپوں اور مشین گنوں کی براہ راست زد میں تھے۔ ہماری گولیوں کی تاب نہ لاکر دشمن انتہائی افراتفری کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے اور ان کے کم سے کم ۶۰ آدمی مارے گئے جنھیں وہ چھوڑ گئے۔

راجوڑی سے بھمبر گلی تک ہندستانیوں کی ۱۸ میل پیش قدمی کے دوران میں دشمن کے ۱۷۵ آدمی مارے گئے، اس سے کہیں زیادہ تعداد میں زخمی ہوئے اور ۲۰ قیدی بنائے گئے۔ بڑی تعداد میں جنگی سامان اور ذخائر جن میں اسٹینڈرڈ اور پیراٹروپ رائفلیں، ۲۔۱ انچ دہانے کی توپوں کے بم، چھوٹے اسلحوں کے گولے بارود، سگنل کیبل اور غذائی ذخیرے شامل تھے ہمارے ہاتھ لگے۔ دشمن اپنے پیچھے ہندستان دشمن اور نفرت انگیز پروپیگنڈا پوسٹر اور اشتہارات کے ڈھیر کے ڈھیر بھی چھوڑ گئے۔

راجوڑی سے ۹ میل شمال مغرب میں رام گڑھ اور آس پاس کی پہاڑیوں پر راجوڑی دستہ کا دشمن سے شدید مقابلہ ہوا۔ صنوبر سے ڈھکی ہوئی پہاڑی کی چوٹی پر اس قلعہ کی حفاظت دشمن کی تین بٹالین کر رہی تھیں جن کی کمان "بریگیڈیر" رحمت اللہ (ریاستی فوج کے مفرور کپتان رحمت اللہ) کے ہاتھ میں تھی۔ دشمن کو پسپا کر دیا گیا اور قلعہ پر ۹ رنومبر کو دوپہر تک ہمارا قبضہ ہوگیا۔

رام گڈھ کی لڑائی میں یقین ہے کہ دو سو حملہ آور کام آئے۔ جو مالِ غنیمت ہمارے ہاتھ لگا اس میں چھوٹے اسلحوں کا ۵۰۰۰ راؤنڈ گولہ بارود، ۳۱ انچ دہانے کی توپ کے ۳۸ بم، ۰۵ ۶ میل بجری تار، ایک لاؤڈ اسپیکر، کرسیاں، میزیں اور ایک پاکستانی جھنڈا شامل تھا۔ ہر حملہ آور کو قرآن دیکر یہ قسم دلائی گئی تھی کہ "جب تک ایک آدمی بھی زندہ اور ایک راؤنڈ بھی گولہ بارود باقی رہے" وہ رام گڈھ کی حفاظت کرے۔ چنانچہ خود قلعہ پر نیگا نار، ہرج لالی، لامبی باری اور پوائنٹ ۶۴۸۰ کی شدید جنگ کے بعد ہمارا قبضہ ہوا۔

ادھر راجوڑی کے علاقے میں ہماری فوجوں نے پیش قدمی شروع کی اور ادھر جھنگر میں مقیم ہندستانی فوجوں نے جھنگر سے شمال مغرب میں دشمن کے مورچوں پر زبردست حملہ کیا۔ اس کارروائی کا مقصد کم وبیش دشمن کو مغالطے میں ڈالنا تھا۔

حملہ آدھی رات کو شروع ہوا۔ ہماری فوجیں اندھیرے میں گھنے جنگلوں سے ہوتی ہوئی صبح ہونے سے قبل دشمن کے مورچوں میں اندر تک گھس گئیں۔ یہ دیکھکر دشمن حیرت زدہ رہ گئے اور انھوں نے اندھادھند چاروں طرف گولیاں برسانی شروع کردیں لیکن ہمیں کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا اور ہماری فوجیں برابر آگے بڑھتی رہیں۔

صبح ہونے پر شاہی ہندستانی ہوائیہ کے لڑاکو جہاز اس حملہ میں شریک ہوئے اور دوسری طرف ہمارے توپ خانے نے دشمن کے پہاڑی مورچوں پر بم برسائے۔ وادی سیری میں ہمارے دائیں بازو کی مدد سے ہمارے ٹینک کھیتوں سے گذر کر تیزی سے آگے بڑھے اور دشمن کو زبردست نقصانات پہنچائے۔

آٹھ بجتے بجتے دشمن نے ۲۵ پونڈ گولے کی توپوں اور ۳ انچ دہانے کی ہلکی توپوں سے گولہ باری شروع کی دشمن نے جس مقدار میں آتش گیر اور زور سے پھٹنے والے گولے برسائے تھے اُس کے مقابلہ میں ہمارے مورچوں کو بہت کم نقصانات پہنچے۔ دشمن کو مغالطے میں ڈالنے کی اس کارروائی میں دشمن کے کل ۶۰ یا ۷۰ آدمی مارے گئے جن میں سے تقریباً نصف ہمارے ٹینکوں کا نشانہ بنے ہندستانی فوج کے ۳ آدمی ہلاک اور ایک درجن زخمی ہوئے۔

رام گڈھ پر قبضہ ہوجانے کے بعد چنگس اور پیر بڈیسر میں مقیم ہندستانی فوجوں نے رام گڈھ سے رابطہ قائم کرلیا۔ اس طرح راجوڑی کے علاقہ سے دشمنوں کو صاف کردیا گیا۔

بھمبر گلی میں ہندستانی فوجوں نے دونوں بازوؤں پر پیش قدمی شروع کی۔ لیکن پینڈھر کے

جنوب مشرق میں پوائنٹ ۵۳۲، ۵ سے بڑھ کر دشمن نے زبردست مزاحمت کی اور ۱۹ ویں بریگیڈ کی پیش قدمی رک گئی لیکن پانچویں بریگیڈ نے بغیر کسی خاص مزاحمت کے اپنی منزل مقصود پر قبضہ کر لیا۔

دشمن چونکہ محفوظ مورچوں میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان تک پہنچنا بیحد دشوار تھا اس لئے پوائنٹ ۳۲، ۵ پر قبضہ نہ ہو سکا۔ اب سامنے سے حملہ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا لیکن اس میں جانی نقصانات ناگزیر تھے۔ پھر مینڈھر کے جنوب میں دشمنوں کی کافی تعداد پہاڑیوں پر قابض تھی اسلئے حملہ کا نقشہ تبدیل کر دیا گیا اور ۱۹ ویں بریگیڈ کو حکم دیا گیا کہ وہ داہنی جانب سے حملہ آور ہو۔ چنانچہ اس بریگیڈ نے ایک بٹالین پیچھے چھوڑا اور پانچویں بریگیڈ کے علاقہ میں مورچہ قائم کیا۔

پونچھ سے رابطہ قائم کرنے کی آخری کارروائیوں کے آغاز کے لئے ۱۹۔ ۲۰ نومبر کی رات منتخب کی گئی تھی۔ ۱۶۸ وان بریگیڈ پونچھ سے آگے بڑھا اور اس کے جنوب میں پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ پانچویں بریگیڈ نے پوائنٹ ۵۹۸۲ پر قبضہ کر کے ۲۰ نومبر کو ۲ بجے دن میں پونچھ کے دستہ سے رابطہ قائم کر لیا۔ اسی طرح ۱۹ ویں بریگیڈ نے ٹوپا کی پہاڑی پر قبضہ کیا۔ خود مینڈھر پر ۲۳ نومبر کو ہمارا قبضہ ہوا اور مینڈھر کے جنوب کی پہاڑیاں بھی ہمارے قبضہ میں آگئیں۔ اور پونچھ کے محافظ بریگیڈیر پریتم سنگھ اور ہراول امدادی دستے کے کمانڈر بریگیڈیر یدھوناتھ سنگھ ایک دوسرے سے آکر مل گئے۔ ٹوپا کی پہاڑی پر ایک متوسط مشین گن، ۲ انچ دہانے کی چھوٹی توپیں، چھوٹے اسلحوں کے ۲۰۰۰۰ راؤنڈ گولے بارود، چھوٹی توپ کے ۲۰ بم، ۶۰ دستی بم ۲۰۰۰ کمبل اور ۲۰ خچر ہندستانیوں کے قبضہ میں آئے۔

پونچھ کو کمک پہنچانے کی کارروائیوں کی آخری منزل پونچھ کے محافظ دستے کے لئے جوش افزا اور ولولہ انگیز تھی۔ ۱۹۔ ۲۰ نومبر کی رات کو پونچھ کے محصور محافظ دستے اور راجوڑی کے امدادی دستے کے درمیان صرف پیر مرکھوٹ غازی کی ۶۰۰۰ فٹ بلند پہاڑی حائل رہ گئی تھی۔ پونچھ سے ایک دستہ خفیہ طور سے اس پہاڑی کی طرف روانہ ہوا۔ جب ہندستانی سپاہی پہاڑی کے دامن میں پہنچے ہیں تو انتہائی سرد ہوا چل رہی تھی۔ انھیں معلوم تھا کہ اس پہاڑی پر حملہ آوروں کی پانچ کمپنیاں متوسط مشین گنوں اور برن گنوں سے مسلح مقیم تھیں لیکن انھیں حیرت تھی کہ ان کی پیش قدمی کے باوجود دشمن کیوں خاموش تھے۔

بہرکیف ہندستانی فوجیں آگے بڑھتی جا رہی تھیں کہ اچانک ایک سنتری نے انھیں ٹوکا۔ کمپنی کمانڈر نے ذرہ برابر بھی گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار نہیں کیا اور نہایت اطمینان کے ساتھ چپکے سے کہا کہ "اپنے آدمی ہیں"۔ سنتری مطمئن ہو گیا اور اس نے شناخت کے الفاظ بھی نہ پوچھے۔ ایک سنگین آگے بڑھی اور اس نے سنتری کا کام تمام کر دیا۔ لیکن ہندستانیوں کے پیروں کی چاپ نے

حملہ آوروں کو ہشیار کر دیا اور آہٹ پاتے ہی انھوں نے گولہ باری شروع کر دی۔ انھوں نے ہمارے سپاہیوں پر دستی بم بھی برسائے۔ اس کے باوجود وہ ہندستانیوں کی پیش قدمی کو نہ روک سکے جنھوں نے سنگینوں کے چار حملے کے بعد دوپہر تک پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ ایک گھنٹہ بعد وہ دتّی ناپیر کی چوٹی پر پہنچ گئے اور ساری مفتوحات پر اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔

پیر مرکھوٹ غازی کی پہاڑی پر جو مال غنیمت ہاتھ لگا اس میں ایک وائرلس بیٹری چارج کرنے والا انجن، ۱۲ وولٹ کی دو بیٹریاں، چھوٹے اسلحوں کے ۱۲۰۰۰ راؤنڈ گولے بارود، ایک وائرلس سٹ، دو ٹیلیفون، ۳ انچ دبانے کی ہلکی توپ کے ۳۰ بم، طیارہ شکن توپ کے ۴۰۰ راؤنڈ گولے بارود اور چار رائفلیں تھیں۔

اگرچہ پونچھ کے محافظ دستے کے کمانڈر اور امدادی دستے کے کمانڈر آکر ایک دوسرے سے مل گئے تھے لیکن جو رابطہ قائم کیا گیا تھا اُسے مستحکم بنانے اور پونچھ کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں بہت کچھ کرنا باقی تھا۔ اب بھی یہ قصبہ حملہ آوروں کی توپوں کی زد میں تھا۔ اس خطرے کو دور کرنے کے لئے ۲۵ نومبر کو سلوتری کی پہاڑی پر حملہ کیا گیا۔ دشمن نے پوری طاقت سے مقابلہ کیا لیکن ان کی شدید مزاحمت کے باوجود پہاڑی پر قبضہ کر لیا گیا اور ایک برن گن، دو دی۔بی میگزین، توپ کی دو فاضل نالیں، دو رائفلیں، چھوٹے اسلحوں کے ۲۲۰۰ راؤنڈ گولے بارود، بجری تار، ایک مائیکروفون اور ایک وائرلس سٹ ہمارے قبضہ میں آیا۔

سلوتری کی پہاڑی پر قبضہ ہو جانے کی وجہ سے دشمن کے توپ کے مورچوں کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا اس لئے انھیں اپنے مورچے وہاں سے ہٹانے پڑے۔ پونچھ سے رابطہ قائم ہو جانے کے بعد پونچھ کے محافظ دستے نے سودن اور منڈی کی وادیوں کو جو شمال میں کشمیر جانے والے راستوں میں واقع تھیں آزاد کرایا۔

باب ۹

میزانیہ

جاڑے شروع ہونے سے پہلے جو دو اہم فوجی کام کرنا تھے وہ بھی ہندستانی فوجوں نے پورے کرلئے۔ وادیٔ لداخ اور لیہہ کو حملہ آوروں سے جو خطرہ پیدا ہوگیا تھا وہ دور ہوگیا اور بارہ مہینے کے بہادرانہ مقابلہ کے بعد پونچھ بھی محفوظ ہوگیا۔

پاکستانی فوج نے ہمارے محافظ دستوں کو گھیر رکھا تھا اور محاصرہ اٹھانے پر تیار نہ تھی اس سلسلے میں جو فوجی کارروائیاں کی گئیں وہ کشمیر کی مہم کی کسی دوسری فوجی کارروائی سے کسی طرح کمتر نہ تھیں۔ ان میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اور ہم اپنے محصور جری محافظ دستوں سے جا ملے۔ دشمن نے ہماری کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے کوئی جتن اٹھا نہیں رکھا اور سخت مقابلہ کیا۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جب حملہ آوروں کو ڈومیل سڑک سے نیچے ڈھکیل دیا گیا تھا تو ان کا سب سے بڑا مقصد سری نگر کو فتح کرنا تھا۔ لیکن پندرہ مہینے تک بے پایاں خون و خزانہ صرف کرنے کے بعد بھی وہ اپنے اس مقصد سے اتنے ہی دور رہے جتنے پہلے تھے۔

وادیٔ کشمیر کے چاروں طرف ہندستانی فوج کا آہنی حلقہ اب مکمل اور مستحکم ہوچکا تھا۔ حملہ آوروں نے ضلع لداخ کے شمالی مشرق میں جو علاقہ کچھ دن ہوئے فتح کیا تھا اب انھیں اس سے نکالا جا رہا تھا۔ جموں میں انھیں اس تیزی کے ساتھ نکالا جا رہا تھا کہ پیچھے ہٹتے ہٹتے وہ مغرب میں زمین کی ایک پتلی سی پٹی سے چمٹ کر رہ گئے تھے۔

ان شکستوں کے سیاسی اثرات پاکستان اور "آزاد کشمیر" کے کم ہوتے ہوئے علاقے پر بہت گہرے پڑ رہے تھے۔ کشمیر پر قبضہ کرنے کا خواب بکھر رہا تھا۔ لڑائی میں زبردست جانی نقصان ہوا تھا۔ ہزاروں آدمی بے گھر ہوکر کھلے کیمپوں میں فاقہ کر رہے تھے اور ان سنہرے وعدوں کی تکمیل کا مطالبہ کر رہے تھے جو باغیوں اور پاکستانی لیڈروں نے ان سے کئے تھے اور جب انھیں یہ اطلاع ملی کہ ہندستانی فوج کے مقبوضہ علاقے میں مسلمان بہتر زندگی بسر کر رہے ہیں تو ان کی بے اطمینانی میں کچھ اور اضافہ ہوگیا۔

ہندستانی فوج کے مفتوحہ علاقے میں مسلمان فوجی محافظت میں کھیتی باڑی کرنے لگے تھے۔

حکومت کی طرف سے کنٹرول کی دکانیں کھول دی گئی تھیں جہاں مناسب قیمت پر روزانہ کی ضرورت کا سامان ملتا تھا۔ ریاست اور ہندستانی فوج کی طرف سے بیماروں اور مریضوں کا مفت دوا علاج کیا جاتا تھا اور ہندستانی فوج میں کثیر تعداد میں مسلمانوں کو معقول اجرت پر ملازم رکھ لیا گیا تھا۔ ان کا پیدا کیا ہوا غلہ بازاروں میں بک رہا تھا اور تجارت میں دوبارہ جان آچلی تھی۔

بھوکے اور لاغر پناہ گزیں اب سرحد پار کر کے ہماری طرف آنے لگے۔ وہ چاہتے تھے کہ واپس آکر انھیں اپنے گھروں میں دوبارہ بسنے کی اجازت دے دی جائے۔

آدھی رات کو نیا سال شروع ہونے سے ایک منٹ پہلے جب رضا کارانہ اور غیر رسمی طور پر جنگ بندی ہوئی تو ہندستانی فوجیں شمال کی ظالم سردی میں کرگل سے آگے مصروف جنگ تھیں اور مردل کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ مردل، گلگت اور سکردو سے وادی لداخ جانے والی جنوب مشرقی سڑک پر ایک اہم مقام ہے۔

پونچھ کے دفاع کی داستان جرأت، قوت برداشت، عزم بالجزم اور سخت سے سخت مشکل میں متزلزل نہ ہونے کے آہنی ارادے کا ایک کارنامہ ہے۔ "اس درخشاں کامیابی کا سہرا شاہی ہندستانی ہوائیہ۔ بریگیڈیر پریتم سنگھ کے آدمیوں اور ان کے ساتھ کے ہزاروں پناہ گزینوں کے سر رہا۔"

متواتر ایک سال تک مجنون و مسلح حملہ آور فوج در فوج پونچھ پر یلغار کرتے رہے۔ ایک مرتبہ تو کم و بیش دس ہزار پٹھانوں نے بھاری اسلحہ (۲۵ پونڈ کا گولہ پھینکنے والی توپیں، ۳ر۲ دہانے کی دور انداز توپیں اور ۲ و ۴ انچ دہانے کی چھوٹی توپیں) لے کر پونچھ پر حملہ کیا لیکن ہندستانی فوجیں دس مربع میل کے چھوٹے سے علاقہ میں چٹان کی طرح جمی رہیں۔ دشمن کو اپنے اس تمرد کی قیمت ۲۶۲۸ آدمیوں کی ہلاکت اور ۳۰۰۶ زخمیوں کی شکل میں دینا پڑی۔

پونچھ میں ہندستانی فوجوں کے داخلہ کے پورے ایک سال بعد ۲۱ نومبر ۴۸ء کو پونچھ کو مکمل طور پر مخلصی حاصل ہوئی۔ پونچھ کی محافظت جموں اور کشمیر کی ریاستی فوجیں کر رہی تھیں کہ ۲۱ نومبر کو لفٹیننٹ کرنل (بعد کو بریگیڈیر) پریتم سنگھ کی سرکردگی میں کماؤں کا پہلا چھتری باز دستہ اوڑی سے پونچھ آیا۔ اس وقت حالات کچھ ایسے تھے کہ ریاستی فوجوں اور پناہ گزینوں کی ہمتیں بلند نہ تھیں دشمن نے انھیں چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ فضائی رابطہ ان کی تنہا اُمید تھی اور اس کے لئے ایک ایسی زمین کی ضرورت تھی جہاں ہوائی جہاز اُتر سکیں۔ ہوائی جہازوں کے اُترنے کے لئے ایک میدان تیار کیا گیا جس کی تیاری میں چھ ہزار پناہ گزینوں (مرد، عورت اور بچے) نے ایک ہفتہ

تک دن رات کام کیا۔

۸ر دسمبر کو ایر وائس مارشل کرجی اور ایئر کموڈور مہر سنگھ نے پونچھ میں پہلا ہوائی جہاز اُتارا جو ایک ہیکر لیفٹ تھا۔ ۱۲ر دسمبر کو اس ہوائی میدان میں پہلا ڈکوٹا جہاز اُترا، پھر تو ہندستانی شاہی ہوائیہ کے ہوائی جہازوں نے باقاعدہ پونچھ کو ضروری سامان پہنچانا اور یہاں سے پناہ گزینوں کو لے جانا شروع کر دیا۔ یہ ہوائی جہاز جو تحفے لائے ان میں کوہستانی توپ خانہ سب سے زیادہ پسند کیا گیا۔

مارچ میں جب دشمن نے پہلی مرتبہ اس محاذ پر ۸۰ر۳ کی دور انداز توپیں استعمال کرنا شروع کیں تو پونچھ کو محفوظ رکھنے کی جنگ بہت سخت اور نازک ہو گئی۔ ہوائی میدان ان لمبی مار کی توپوں کی زد پر تھا اس لئے پونچھ کا یہ 'غرفہ' جس سے وہ دنیا کو دیکھتا تھا بند ہو گیا۔

اس وقت طے کیا گیا کہ دشمن کی کوہستانی توپوں کو بیکار کرنے کے لئے پونچھ میں ۲۵ پونڈ کا گولا پھینکنے والی توپیں لائی جائیں۔ ۱۲ر مارچ کو جب دشمن کی توپیں گرج رہی تھیں اور گولے گر رہے تھے تب شاہی ہوائیہ کے ہوائی جہاز چاندنی رات میں ۲۵ پونڈ کا گولا پھینکنے والی توپیں لے کر اُترے، ایک گولا ایک ڈکوٹا کو لگا۔ برگیڈیر پرتیم سنگھ خود ہوائی میدان میں ان بہادر ہوابازوں کا استقبال کرنے گئے تھے ان کی ٹانگ زخمی ہوئی مگر وہ اپنے کام میں مصروف رہے۔

ان ۲۵ پونڈ کا گولا پھینکنے والی توپوں کی مدد سے پونچھ کی محافظ فوج نے دشمن کو کوہستانی توپیں اتنی دور لے جانے پر مجبور کیا کہ ہوائی میدان ان کی زد سے باہر ہو گیا۔ اس کے بعد پیش قدمی شروع کی گئی۔ اپریل کے تیسرے ہفتہ میں محافظ فوج نے آگے بڑھ کر کھیری دھرم شالہ کے موضع کو فتح کر لیا۔ اب ہمارا دائرہ وسیع ہو گیا تھا اس لئے مئی میں ہوائی جہازوں نے پونچھ کو ضروری سامان پہنچانے کا کام پھر شروع کر دیا۔

ہزاروں پناہ گزینوں کا ہوائی جہاز کے ذریعہ تخلیہ کرایا گیا۔ پھر بھی سب کے لئے کافی غلّہ نہ تھا اس لئے دشمن کے علاقہ میں محض غلّہ حاصل کرنے کے لئے حملے کئے گئے تاکہ بھوکوں کا پیٹ بھرا جا سکے۔

محافظ فوج کی غذا کا ذخیرہ خطرناک حد تک کم ہو چکا تھا۔ فوجیوں کو چپاتی اور دال کی شکل میں ۱۶ اونس راشن ملتا تھا۔ گوشت اور ترکاری کا نام ونشان نہ تھا۔ فوج کے پاس ڈبوں میں جو دودھ تھا اسے سپاہیوں نے خوشی خوشی پناہ گزینوں کے چھ ہزار بچوں کو دے دیا جنھیں اسکی شدید ضرورت تھی۔ حکومت ہند اور مغربی کمان نے بھی پناہ گزینوں کے لئے ڈبے میں بند دودھ

اور راشن بھیجا۔ فوجی ڈاکٹر پونچھ میں دن رات، بیمار باشندوں کی دیکھ بھال اور امراض سے جنگ کرنے میں مصروف رہے، جانوروں کی بیماریوں کا بھی تدارک کیا گیا۔

اگست میں دشمن نے پونچھ کی محافظ فوج پر سخت ترین حملہ کیا۔ اس حملہ میں انھوں نے میدانی کوہستانی اور ٹینک شکن توپیں استعمال کیں، اور دو مرتبہ پوری پوری بٹالین لے کر تیتری نوٹ کی پہاڑی تک آ گئے۔ اس پہاڑی کی حفاظت کے لئے گو ہماری صرف ایک کمپنی تھی پھر بھی دشمن کا حملہ ناکامیاب رہا اور ہم نے پیش قدمی کر کے اپنی پوزیشن کو مضبوط کر لیا۔

اس کے بعد دشمن نے بڑے پیمانہ پر سامنے سے براہ راست حملہ کرنے سے احتراز کیا اور یہ سوچا کہ محاصرہ کو مستحکم کر کے محافظ فوج کو بھوکوں مار ڈالا جائے تو کامیابی ممکن ہے۔ انھوں نے اپنی توپوں کو بلند مقامات پر نصب کیا اور ہوائی میدان کی گولا باری پر مطمئن ہو کر بیٹھ رہے۔ ۲ ستمبر کو ہوائی میدان پھر ناقابل استعمال ہو گیا۔ صرف چند ہارورڈ ہوائی جہاز اتر سکے، لیکن ہندستانی شاہی ہوائیہ کے ڈکوٹا پونچھ کی محافظ فوج کے لئے رسد گراتے رہے۔

۱۰ اکتوبر کو جب فضا ابر اور کہر آلود تھی تین ٹمپسٹ جہازوں کا ایک پرا بنا کر ایک ہارورڈ ہوائی جہاز کو بعافیت پونچھ پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ ان ٹمپسٹ ہوائی جہازوں کو فلائٹ لفٹیننٹ سی، جی، دیواشر، فلائنگ آفیسر جی. بی کبرال اور فلائنگ آفیسر ڈی، جی، کینل اڑا رہے تھے۔ جب فلائنگ افیسر اے، ای، نیوبی اپنا ہارورڈ ہوائی جہاز پونچھ میں اتارنے کی تیاری کر رہے تھے تب ایک ٹمپسٹ کے طیارچی نے نیچے کہر میں کچھ چمک سی دیکھی اور جلد ہی یہ معلوم ہو گیا کہ مسلسل کئی دنوں سے دشمن کی جو توپیں ہوائی میدان کو نشانہ بنائے ہوئے تھیں ان کے دہانے پھر کھل گئے ہیں۔ ٹمپسٹ اسی فکر میں تھے وہ فوراً ان جگہوں کی طرف بڑھے جہاں سے یہ توپیں داغی جا رہی تھیں۔ پونچھ سے ۹ میل جنوب مغرب میں توپیں چھوڑنے کے دو مشتبہ مقامات پر حملہ کیا گیا اور انھیں خاموش کر دیا گیا۔ ۲۵ پونڈ کا گولا پھینکنے والی توپوں کے ایک جائے وقوع کا پتہ لگایا گیا اور اس کا بھی یہی حشر کیا گیا۔ اس کے بعد اس علاقہ کو گرد کے ایک بادل نے ملفوف کر دیا۔

ایک طیارچی نے جس مقام کو اپنا ہدف بنایا تھا اس کے قریب ہی دوسرے طیارچی کو دشمن کی توپوں کے جائے وقوع کا پتہ لگا اور اس نے اس پر بم گرائے، اسی طرح چار مقاموں میں سے مین سے توپوں کی آواز آنا بند ہو گئی۔ ایک گھنٹے کے بعد دو اور لڑاکو ہوائی جہازوں


نقشہ کشمیر وجموں
پیمانہ
میل
جنگ بندی کی لائن
علاقہ جو فوجی انتظام کے تحت نہیں
چین
غیر متعینہ
سوویت روس
افغانستان
ہنزہ
یاسین
اشکومن
نگر
کوہ گذر
پونیال
گلگت
بلتستان
چیلاس
گلگت وزرات
سکردو
کرگل
دراس
لداخ
شمالی کشمیر
جنوبی کشمیر
پہلگام
میر پور
ریاسی
جموں
کٹھوعہ
ہندستان
ڈلہوزی
پٹھانکوٹ
اودھم پور



ایئر وائس مارشل ایس مکرجی
او۔بی۔ای، شاہی ہندستانی
ہوائیہ کے ڈپٹی چیف آف ایئر
اسٹاف اور ڈپٹی ایئر کمانڈر



ایئر کموڈور مہر سنگھ ڈی ایس او



ایئر کموڈور۔اے۔ایم۔انجینئر ڈی ایف
سی، اے او سی نمبر ا (او پی آئی) گروپ
آر آئی اے ایف



گروپ کیپٹن رنجن دت ایس اے ایس او،
نمبرا (او پی ایل) گروپ آر آئی اے ایف



ونگ کمانڈر ایم - ایم - انجینئر ڈی ایف سی،
او سی، نمبرا (او پی ایل) ونگ آر آئی اے ایف
اکتوبر ۱۹۴۷ء سے ستمبر ۱۹۴۸ء تک



ونگ کمانڈر کے - ایل - بھاٹیا، او سی ٹڈ کوٹا
اسکواڈرن جنھوں نے پونچھ اور لیہہ کے
ہوائی کارناموں میں شہرتِ حاصل کی



ونگ کمانڈر ایچ - مول گاڈکر او سی نمبرا
(او پی آئی) ونگ ۱
ستمبر ۱۹۴۸ء سے دسمبر ۱۹۴۹ء تک



دو ٹیمپسٹ جہاز وادیٔ کشمیر پر دیکھ بھال کے لئے پرواز کر رہے ہیں۔

نے اس علاقے کا گشت لگایا اور ان بقیہ مقاموں پر بم باری کی جہاں دشمن توپیں نصب کئے ہوئے تھے۔ ہوا بازی اور مشاہدے کے اس زبردست کارنامے کے بعد کئی دن تک پونچھ دشمن کی گولہ باری سے محفوظ رہا۔

آخر کار یہ طے پایا کہ چاہے جو قیمت بھی ادا کرنی پڑے پونچھ کو ایک مستقل بری راستے سے منسلک کیا جائے۔ یہ کام نومبر کے تیسرے ہفتہ میں نسبتاً کم خرچ پر مکمل ہوا جس دن پونچھ بری راستے کے ذریعہ بقیہ دنیا سے منسلک ہوا یہاں ۱۰ ہزار پناہ گزیں موجود تھے۔ لیکن ہماری فوجوں نے ۳ ہزار مربعہ میل زمین محفوظ کر لی تھی اور اُمید کی جاتی تھی کہ اس زمین پر پناہ گزیں دوبارہ آباد ہو سکیں گے اور خود کفیل ہو جائیں گے۔

بری راستے کے ذریعہ اس اتصالی کارروائی میں دشمن کی پوری ایک ڈویژن تتر بتر ہو کر رہ گئی۔ مصدقہ طور پر معلوم ہوا کہ دشمن کے ۳۶۳ آدمی ہلاک اور ۶۳۳ زخمی ہوئے۔ ہندستانی فوج کے تیرہ آدمی ہلاک اور ۶۲ زخمی ہوئے۔ دشمن کے چودہ آدمیوں کو گرفتار کیا گیا جن میں ایک صوبے دار میجر اور ایک جمعدار بھی شامل تھا۔ اس کے علاوہ دشمن کا بہت سا اسلحہ بھی قبضہ میں کیا گیا۔

پونچھ کو بری راستے سے ملا دینے کے بعد بھی جموں میں ہندستانی فوجوں کو ایک اور کام کرنا تھا۔ ہمارے مورچوں کے بہت پیچھے ضلع ریاسی میں جا بجا دشمن کے گروہ موجود تھے ان کا قلع قمع کرنا تھا۔ یہ کام ریاستی فوجوں کے سپرد کیا گیا۔ ۲۶ نومبر کو ریاستی فوج کا ایک دستہ ریاسی میں داخل ہوا اور اس نے دشمن کے ایک مرکز بڈل پر قبضہ کر لیا۔ یہاں دشمن نے زیادہ مزاحمت نہیں کی۔ اس کے بعد اس ضلع کو خوب چھانا گیا اور دشمن کی قوت مقاومت کا سر کچل ڈالا گیا۔

نومبر کے پہلے ہفتہ میں ہندستانی فوج کو دشمن کی طرف سے ایک اور خطرہ کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس مرتبہ یہ خطرہ ایک خلاف امید سمت سے لاحق ہوا تھا۔ خبر ملی کہ حملہ آوروں کا ایک لشکر درۂ بانہال کے مشرق میں ہمالیہ کے کوہستانی سلسلے کو عبور کر کے زانسکر پہنچا ہے۔

ہندستانی فوج کا ایک دستہ جموں اور کشمیر کی ریاستی فوج کے ایک دستہ کے ساتھ کشت وار سے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ ابتدا میں تو یہ دستے تیزی سے بڑھتے گئے لیکن بعد کو انھیں برف کے شدید طوفان کی وجہ سے درہ اوماسی (۱۷،۴۰۰ فٹ بلند) میں رُک کے رہنا پڑا۔ موسم کی پروا نہ کرتے ہوئے ان دستوں نے آگے بڑھنے کی جدوجہد جاری رکھی اور دشمن کے سر پر اچانک جا دھمکے۔ دشمن بھونچکا رہ گیا بغیر لڑے بھاگ نکلا اور رسد

سے لدے ہوئے ۲۲ خچر چھوڑ گیا۔

ہر طرف منہ کی کھا کر دشمن نے اپنی ناکامیوں کی تلافی ہمارے مورچوں پر وقتاً فوقتاً شدید گولہ باری کر کے کرنی چاہی۔ ساتھ ہی ساتھ انھوں نے ایک زبردست جوابی حملہ کی تیاری بھی شروع کر دی۔ ایک علاقے میں ایک دن ۴ سو موٹر گاڑیاں نظر پڑیں۔ حملہ آوروں نے سرحد پر چھاپہ ماری میں اضافہ کر دیا۔ وہ سرحدی علاقے میں میلوں تک اپنے مورچوں کو مستحکم کرنا چاہتے تھے اس لئے ریاستی حدود میں تیزی کے ساتھ چڑھ دوڑتے تھے اور زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا کر دوبارہ اپنے علاقے میں واپس چلے جاتے تھے۔

جموں اور کشمیر میں اپنے کام پورے کرنے کے بعد ہندستانی فوجیں پھر دفاعی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئیں۔ ہمارے مورچوں پر دشمن کے تمام حملے رد کئے جاتے تھے مگر فوجوں کو سخت ہدایت تھی کہ وہ کوئی نئی پیش قدمی نہ کریں۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ہوائی جہاز دشمن کے علاقے پر فضا سے نظریں گڑائے ہوئے تھے۔ کوٹلی اور باغ میں دشمن نے جو اڈے بنائے تھے ان پر زبردست بم باری کی گئی تاکہ وہ یہ اڈے بنا کر مغربی جموں میں جارحانہ اقدام نہ کرنے پائیں۔

۱۴ دسمبر کو جب ہندستان اور پاکستان کے درمیان جنگ بندی کی گفتگو چل رہی تھی دشمن نے اپنے توپ خانے سے نوشہرہ کے اردگرد کے مورچوں پر اس مہم کی سب سے زبردست گولا باری شروع کی۔ انھوں نے اس کے لئے ۵ رہ کی متوسط توپیں، ۲۵ پونڈ کا گولا پھینکنے والی ایک مکمل رجمنٹ، ۳را کی ٹینک شکن توپیں استعمال کیں۔ نوشہرہ کے اردگرد سات میل کے علاقے میں دشمن نے ۱۱½ بجے دن سے ۸ بجے رات تک ۲۵ سو گولے پھینکے۔ یہ گولے بیری پٹن تک جا کر گرے جو نوشہرہ سے ۱۰ میل جنوب مشرق میں ہے۔

رات بھر کبھی کم اور کبھی زیادہ مگر برابر گولا باری ہوتی رہی اور دوسرے دن بھی اس کا سلسلہ جاری رہا۔ اس گولا باری میں دشمن نے مجموعی طور پر ۵ سو سے زیادہ گولے پھینکے۔ خود نوشہرہ میں ۳را کی ٹینک شکن توپوں کے گولے آ کر گرے۔ دشمن نے بیری پٹن، سیری، نوشہرہ نوتی دھار، کمان گوشہ، گرنڈ گلا اور کلال کو ہدف بنایا اور جھاوا کی پہاڑی ہر گولا باری کا مسلسل ہدف بنتی رہی۔

بیری پٹن کے پل پر بھی گولے لگے اور اس کے ٹوٹ جانے سے جموں سے نوشہرہ آنے والا رسدی سلسلہ دو دن تک موقوف رہا۔ اس کو چھوڑ کر دشمن کی اس زبردست گولا باری میں ہمارا

جانی نقصان بہت ہی کم ہوا اور فوجی ٹھکانوں کو بھی کچھ زیادہ صدمہ نہیں اُٹھانا پڑا۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ پاکستان کے شرمن ٹینکوں نے سعد آباد کے ۲ میل جنوب مغرب سے ہمارے مورچوں پر بم برسائے لیکن ہندستانی توپچیوں نے ان کا مقابلہ کیا اور انھیں منتشر کر دیا۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ہوائی جہاز جائزہ لینے نکلے تو انھیں ۴۰ میلی میٹر کی ٹینک شکن توپوں کے گولوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔

۱۹۴۹ء کا نیا سال شروع ہونے سے ایک منٹ قبل آدھی رات کو جنگ بندی کا نفاذ ہوا اور اس طرح ہندستانی فوجوں کی پندرہ مہینے کی صبر آزما مہم جاکر ختم ہوئی۔ حصول آزادی کے ڈیڑھ مہینے کے اندر اندر بے پناہ دشواریوں کے باوجود اور پہلے سے کسی قسم کا منصوبہ بنائے بغیر کشمیر کی جو مہم شروع کی گئی تھی وہ آزاد ہندستان کی فوجوں کے لئے ایک زبردست آزمائش تھی لیکن اس آزمائش سے وہ سربلند اور سرخ رو نکلی۔

اب ان کی روایاتی چابکدستی اور کارکردگی میں حب وطن کا نیا جذبہ بھی شامل ہوگیا اور اس طرح ہندستانی فوج کے سپاہیوں اور افسروں نے جو کارنامے دکھائے وہ معجزے کا درجہ رکھتے ہیں۔ صرف حسن کارکردگی ہی کافی نہ تھا۔ کشمیر اور جموں میں ہندستانی فوجوں کو جن ناقابل تسخیر مشکلات کا مقابلہ کرکے ان سے عہدہ برآ ہونا پڑا وہ حب وطن ہی کے جذبہ کا کرشمہ تھا۔

انھوں نے بہت سے کتابی اصولوں کو غلط ثابت کر دکھایا اور جنگی تجربوں کی کتاب میں نئے باب کے اضافے کئے۔ ہوائی میدان میں جس کے متعلق ماہرین کا خیال تھا کہ وہ لڑاکو ہوائی جہازوں کے اتارنے کے لئے موزوں نہیں ہے شاہی ہندستانی ہوائیہ کے طیارچیوں نے آتش بار اور طوفانی ہوائی جہاز اُتارے اور وہاں سے پرواز کی ان سڑکوں اور ان زمینوں پر جہاں ہماری فوجی گاڑیوں کا چلنا محال تھا ٹینک چلائے گئے۔

زوجی لا میں جب حملہ آوروں نے واپس جاکر اپنے فوجی مستقر پر کمانڈر سے کہا کہ ان پر ٹینک سے حملہ کیا جاتا ہے تو کمانڈر نے اس کو ناممکن بتایا اور اپنے سپاہیوں کی بات کا یقین نہیں کیا۔ یہ بات دشمن کے لاسلکی کے ایک پیغام سے معلوم ہوئی۔

ہندستانی فوج نے اپنے استعمال کے لئے پہاڑیوں کے اُوپر اور وادی کے نیچے ہر جگہ سڑکوں کا جال بچھا دیا۔ جب ہندستانی فوجیں واپس جائیں گی تو یہ سڑکیں کشمیر اور جموں میں نقل و حمل اور آمد و رفت کا بہترین ذریعہ ثابت ہوں گی۔

باب ۱۰

چشم و گوش

شاہی ہندستانی ہوائیہ کو برما کی جنگ میں "۱۴ویں فوج کے چشم و گوش" سے منسوب کیا گیا تھا۔ اس نے کشمیر کی مہم میں اپنے اس نام کو روشن رکھا۔ اس کے علاوہ دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں جہاں سڑکوں کا فقدان تھا شاہی ہندستانی ہوائیہ نقل و حمل کے ایک ذریعہ کی حیثیت سے بہت مفید ثابت ہوا۔

پونچھ کی محصور محافظ فوج کو اس نے ضروری رسد اور اسلحہ پہنچائے اور ہزاروں مایوس اور تباہ حال پناہ گزینوں کا تخلیہ کیا۔ لیہہ پر دباؤ بڑھا تو اس نے اونچے اونچے پہاڑوں کو پار کر کے اور ہوابازی کے کرشمے دکھا کر اسے کمک اور رسد پہنچائی۔ اس نے فضائی طبّی دستہ کا بھی کام کیا۔ اور محاذ جنگ سے زخمیوں کو منتقل کر کے بہتوں کی جان بچائی۔

فضائی جائزے کے بعد اس نے دشمن کے مورچوں اور نقل و حرکت کی جو رپورٹ دی وہ زمینی فوجوں کی سرگرمی میں بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوئی اور یہ آخری امر بھی کچھ کم قابل تذکرہ نہیں کہ ہندستانی فوجوں نے جموں اور کشمیر میں جو کامیابی حاصل کی اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ زمینی فوجوں کو شاہی ہندستانی ہوائیہ نے فضا سے بڑی مدد دی۔

شاہی ہندستانی ہوائیہ کے نقل و حمل کے دستوں نے جو کار نمایاں کیا اور اس کے طیارچیوں نے ناقابل یقین دشواریوں میں اسلحہ اور رسد پہنچا کر جو کرشمے دکھائے ان کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ اس کتاب کے پچھلے ابواب میں کیا جا چکا ہے۔

دریائے کشن گنگا کے پل، گلگت اور چلاس کے ہوائی مستقر، سکردو کے اسلحہ اور رسد کے ذخیرے، بلندری میں دشمن کے ہرادلی فوجی مرکز اور دولی اور پالک میں غنیم کے زبردست مورچوں پر بے پناہ بم باری، پونچھ کے محصور شہر پر دشمن کی جن توپوں نے مہینوں آگ برسائی انھیں خاموش کر دینا، اور دشمن کے لاتعداد سامان سے بھرے ہوئے خچروں کو ختم کر دینا (وہ خچر جو دشوار گزار پہاڑوں پر بعض اوقات آدمیوں سے زیادہ کارآمد ہوتے ہیں) اور سڑکوں

کو اس طرح بند کر دینا کہ دشمن رسد سے محروم ہو جائے اور اُسے بھاگنے کا راستہ نہ ملے، یہ ہیں وہ چند اہم کارنامے جو شاہی ہندستانی ہوائیہ نے جموں اور کشمیر میں دکھائے۔

۱۹۴۸ء کے موسم گرما کی ابتدا میں جب ہندستانی فوجیں ایک نئے حملے کا منصوبہ بنا رہی تھیں یہ طے کیا گیا کہ دشمن کو ڈومیل اور کشن گنگا کے اہم پلوں سے محروم کر دیا جائے۔ ان پلوں کے ذریعہ مغرب میں دشمن کے خاص رسدی مرکز اور اس کے محاذ جنگ کے مورچوں میں ایک رابطہ قائم تھا۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ کو یہ دشوار اور نازک مہم سر کرنا تھی۔ یہ دونوں پل قدرتی پردوں میں چھپے ہوئے تھے اور ان کی حفاظت کے لئے طیارہ شکن توپیں نصب تھیں

۲۴ اگست کی صبح کو تین ٹیمپسٹ ہوائی جہازوں نے اس ہدف کی طرف پرواز کی اور تجربہ کے طور پر ایک حملہ کیا اور کشن گنگا کے پل کی ایک قینچی پر براہِ راست بم گرائے۔ دشمن کی طیارہ شکن توپوں کی آواز گونجنے لگی۔ اس فضائی حملہ کے رہنما نے سمجھ لیا کہ ان ٹھکانوں کو زد پر لانے کے لئے کوئی اور ہی ترکیب کرنی پڑے گی۔

دوسرے دن صبح کو اس پل کو پھر ہدف بنایا گیا۔ امید کے مطابق جوں ہی ہمارے ٹیمپسٹ جہاز پل کے اوپر پہنچے ان پر ۴۰ ملی میٹر کی بو فور توپیں سر کی گئیں یہ توپیں پل سے تقریباً نصف میل مشرق میں نصب کی گئی تھیں۔

اسکیم کے مطابق طیارچیوں نے ان توپوں کی نصب گاہ کا رخ کیا۔ ہمارے ٹیمپسٹ ہوائی جہازوں اور دشمن کی طیارہ شکن توپوں میں دیر تک مقابلہ ہوتا رہا، اور آس پاس کی پہاڑیاں دشمن کی توپوں کی زبردست دھائیں دھائیں اور ہمارے ہوائی جہازوں کی غصہ بھری بھربھراہٹ سے گونج اٹھیں اور لرز کر رہ گئیں۔

سب سے آگے جو ٹیمپسٹ جہاز تھا اس میں ونگ کمانڈر (اب گروپ کیپٹن) راجن ورت مستعدی سے بیٹھے ہوئے تھے ان کے پیچھے فلائٹ لفٹیننٹ (اب اسکوارڈن لیڈر) ڈبلو ڈیوڈ تھے۔ یہ لوگ اپنے ہوائی جہازوں کو ۴۰۰ گھنٹہ فی میل کی رفتار سے لیکر ہدف کی طرف جھپٹے۔ طیارہ شکن توپوں کے دھوئیں میں ان کے ہوائی جہازوں میں لگی ہوئی توپوں کی نالیں چمک رہی تھیں۔ آہنی عزم کے ساتھ انھوں نے اپنے حملہ کی تکمیل کی اور دشمن کے ٹھکانوں پر صحیح وقت پر بم گرائے۔ بعض گولے براہِ راست دشمن کی ایک طیارہ شکن توپ پر پڑے اور اس کو تباہ کر دیا۔ فضا سے صاف دکھائی دیتا تھا کہ جو لوگ

ابھی چند منٹ پہلے اس طیارہ شکن توپ کو چلا رہے تھے ان کی لاشیں اِدھر اُدھر پڑی ہوئی ہیں۔

اسی دن بعد کو ان تینوں ہوائی جہازوں نے پھر ایک حملہ کیا۔ جس میں فلائٹ لفٹی ننٹ ڈیوڈ نے بہت اونچے سے براہِ راست دشمن کے ٹھکانے کو نشانہ بنایا اور فلائنگ آفیسر پی، بی پوار نے دشمن کی دوسری طیارہ شکن توپ کی نصب گاہ پر بم باری کی اور اس کو خاموش کر دیا۔

ونگ کمانڈر دت (اس ہوائی حملے کے لیڈر) تیسرے جہاز کو خطرناک حد تک نیچے لے گئے، یہاں تک کہ وہ دریا کی سطح سے صرف دس فٹ بلند رہ گیا اور پھر دو بڑے بم پھینکے۔ ایک تو پل کی ایک قینچی میں لگا اور دوسرا پل میں ٹکرایا اور پانی میں جا کر پھٹا۔ اوپر واپس آتے ہوئے اُن کا ہوائی جہاز طیارہ شکن توپوں کی زد میں آگیا اور اس کو صدمہ اٹھانا پڑا۔ اس میں ۴×۶" کے ۱۲ سوراخ ہو گئے اور پٹرول کی ٹنکی میں چھید ہو جانے کی وجہ سے پٹرول بہنا شروع ہو گیا لیکن دت نے اپنی ماہرانہ ہوابازی کا ثبوت دیا اور بعافیت اپنے اڈے پر آ کر اترے۔

ان فضائی سرگرمیوں کے بعد جنرل آفیسر کمانڈنگ ان چیف (مغربی کمان) نے نمبر ۱ آپریشنل گروپ کو مندرجہ ذیل پیغام بھیجا :-

"۲۴ اپریل کو کشن گنگا کے پل پر جو بم باری کی گئی وہ کشمیر کو آزاد کرنے کی مہم میں ہندستانی فوج کا ایک اور بڑا کارنامہ ہے۔ میں یہ تحریر ونگ کمانڈر دت فلائٹ لفٹی ننٹ ڈیوڈ اور فلائنگ آفیسر پوار کو ان کی ماہرانہ ہوابازی احساس فرض اور سخت مقابلہ کے باوجود اپنے حملہ کی تکمیل پر مبارک باد دینے کے لئے لکھ رہا ہوں۔ میں مشکور ہوں گا اگر آپ میری طرف سے ان تینوں افسروں کو خراج تحسین پیش کر دیں گے۔"

جنگ کشمیر کا محاذ جس قدر شمال کی طرف پہنچ سے باہر کے علاقوں میں پھیلتا گیا اسی نسبت سے شاہی ہندستانی ہوائیہ کی جنگی سرگرمیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ موسم گرما کے مہینے شمالی علاقوں میں شاہی ہندستانی ہوائیہ کی انتہائی سرگرمیوں کے باعث خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اوائل ستمبر میں ایک کمکی دستہ منالی سے لیہہ کے دشوار گزار راستہ سے ہو کر چلا اور اس کا رابطہ اپنے مرکز سے یک لخت ٹوٹ گیا۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ کے دو ٹمپسٹ ہوائی جہازوں کو فلائٹ لفٹی ننٹ ایم، بلیک اور اسکواڈرن لیڈر کے، ایم، ڈیوڈ پالم سے لیکر کھوئے ہوئے سپاہیوں کی تلاش اور حفاظت کے لئے اڑے۔ ان ہوائی جہازوں کو موسم

کی خرابی کا مقابلہ کرنا پڑا اور دنیا کے بلند ترین کوہستانی مقاموں سے گزرنا پڑا اور بالآخر انھوں نے کھوئے ہوئے دستہ کا سراغ لگایا، انھیں پیغام پہنچایا اور آگے کی طرف ان کی رہنمائی کی تاکہ کمین گاہ میں بیٹھا ہوا کوئی دشمن انھیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس وقت گلگت (جو دشمنوں کی لیہہ کی طرف مشرقی پیشقدمی میں خاص مرکز تھا) شاہی ہندستانی ہوائیہ کی توجہات کا مرکز بنا رہا۔ گلگت اور آس پاس کے چھوٹے موٹے ٹھکانوں پر بم گرانے کے لئے ہوائی جہاز برابر جاتے رہے اور ان راستوں پر بھی گولہ باری کی گئی جس کے ذریعہ دشمن آگے بڑھتا۔

انتہائی مشرقی علاقہ میں بم باری کی اس مہم میں ہمارے ہوائی جہازوں کو ہمالیہ کے کوہستانی سلسلہ کے ان بلند ترین اور خطرناک اور دشوار ترین علاقوں سے گزرنا پڑا، جو ۲۶ ہزار فٹ اونچے ننگا پربت کے دامن میں ہیں حملوں کا سلسلہ وسط جولائی میں شروع ہوا اور اطلاع سے معلوم ہوا کہ اگست تک گلگت کے وائرلس اسٹیشن اور آس پاس کی جھونپڑیوں کو یک لخت تاراج کر دیا گیا تھا اور دشمن کی فوجی بارکوں کو زبردست نقصان پہنچایا گیا تھا۔

۴ر اکتوبر کو شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ٹمپسٹ ہوائی جہازوں نے سکردو میں دشمن کے ٹھکانوں پر زبردست بم باری کی، پرانے قلعہ کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا۔ اس پر کثرت سے بم برسائے گئے صرف اس کی دیواریں باقی رہ گئیں اور قلعہ کے اندر کی تمام عمارتیں تباہ ہوگئیں۔ اس کے اندر اسلحہ اور گولہ بارود کا جو ذخیرہ تھا اس میں بھی آگ لگا دی گئی جس کا دھواں ۲ ہزار فٹ تک جاتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ سکردو کے نئے قلعہ پر بھی کچھ بم اور راکٹ گرائے گئے۔

گلگت کا ہوائی میدان جس پر پچھلے مہینے حملہ کیا گیا تھا جو اب بھی دشمن کی سرگرمیوں کا مرکز تھا، اس پر بھی ہمارے ٹمپسٹ ہوائی جہازوں نے دوبارہ حملہ کیا۔ ہوائی میدان کے مشرق میں جو فوجی بارکیں تھیں وہ براہ راست بم اور راکٹ کی زد میں آئے پچھلے بموں نے جو تباہ کاری کی تھی اس کے آثار اب تک فضا سے صاف نظر آتے تھے۔

۴ر نومبر کو کشمیر میں دشمن کے مقبوضہ علاقے میں فضائی گشت کرتے ہوئے شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ہوائی جہازوں کو معلوم ہوا کہ گلگت سے ۴۰ میل جنوب میں چلاس کے مقام پر دشمن نے ایک ہوائی میدان قائم کر لیا ہے جس کو برابر رسد پہنچتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ چلاس کے

قلعہ میں مقیم فوج کی نقل وحرکت بھی دیکھی گئی۔ اسی دن دو ٹمپسٹ ہوائی جہازوں کے ذریعہ جن کو اسکوارڈن لیڈر ای ۔ڈی مسلامانی اور فلائٹ لفٹی ننٹ بی ۔ ایس ڈوگرا چلا رہے تھے ، چلاس میں دشمن کے ہوائی جہازوں کی قیام گاہ پر راکٹ پھینکے گئے۔ ہمارے ہوائی جہاز جب اس حملہ سے واپس آرہے تھے تو شاہی پاکستانی ہوائیہ کا ایک رسد رساں ہوائی جہاز نظر پڑا ، اس کو ریڈیو ٹیلیفون کے ذریعہ ہدایت کی گئی کہ وہ ہمارے قریب ترین ہوائی میدان میں اتر پڑے لیکن جب اس نے اس ہدایت پر کوئی توجہ نہ دی تو اس پر کچھ فائر کئے گئے مگر وہ بچ کر پاکستان سرحد میں داخل ہو گیا۔

تین دن بعد تین ٹمپسٹ ہوائی جہازوں نے پھر چلاس پر حملہ کیا اور ۱۰ سو گز ہوائی میدان پر بم گرا کر اس کو نقصان پہنچایا۔ دشمن کے ہوائی جہازوں کی ایک قیام گاہ بم گرنے سے تباہ ہو گئی۔ حملہ کے بعد شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ہوائی جہازوں نے دیکھا کہ دشمن سفیدی سے زمین پر لکھے ہوئے "چلاس" کے نمایاں نقطہ کو تیزی سے مٹا رہا ہے۔ دشمن کو دھوکے میں ڈالنے والی بعض فضائی سرگرمیاں زمینی فوج کے بعض حملوں کی کامیابی کا بالواسطہ سبب بنیں۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ نے ایک دستے نے فضا سے زمین کے نشیب و فراز اور دشمن کے مرکزوں کے فوٹو لئے۔ ان فوٹوؤں کے ذریعہ ہماری ہوائی اور زمینی فوج کو بعض بہت مفید جنگی معلومات حاصل ہوئے۔ ان فضائی فوٹوؤں کی مدد سے پرانے نقشوں میں ترمیم کی گئی اور نئے نقشے بنائے گئے۔ دشمن کے مورچے ، پوشیدہ مرکز اور رسدی راستوں اور اس کے آئندہ کے ارادوں کا ان فوٹوؤں سے پتہ چلا اور بعد کو انھیں منظم طریقہ پر نقصان پہنچایا گیا اور تباہ کیا گیا۔

چلاس کے اوپر ہمارے ہوائی جہازوں نے وقت پر اور منظم طور پر جو حملے کئے ، فوجی ماہرین کا خیال ہے کہ لیہہ کی فوجی سرگرمیوں کی تشکیل پر ان کا دور رس اثر پڑا۔ اس بات کا کافی ثبوت موجود ہے کہ پاکستان بڑی تیزی سے ایک ہوائی مرکز بنانے کی فکر میں تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ اپنی ہوائی طاقت کو ہمارے خلاف استعمال کیا جائے۔

اس مہم کے دوران میں شاہی ہندستانی ہوائیہ کے ہوابازوں نے بڑی سختی سے جنگ کے بین اقوامی ضابطہ پر عمل کیا۔ مثال کے طور پر ہمارے ایک ہارورڈ ہوائی جہاز نے اپنے فضائی جائزہ میں پالک کے پاس ۱۵ ہنڈرویٹ کی ایک ٹرک دیکھی جس پر ریڈ کراس بنا ہوا تھا اور جو کوٹلی کی طرف سے آرہی تھی اور اس پر بم باری نہیں کی ، لیکن اسی دن جب ہمارے



گورکھا یونٹ کا ایک سگنل مین زوجی لا کے علاقہ میں ایک وائرلس سٹ اپنی پیٹھ پر لئے جا رہا ہے۔



لڑاکو ہوائی جہاز کی روانگی سے قبل سلاح داروں کی ایک ٹولی ٹمپسٹ جہازوں میں گولے بھر رہی ہے۔



ایک ہاورڈ ہوائی جہاز دیکھ بھال کے فرائض انجام دینے کے لئے پرواز کی تیاری کر رہا ہے

ایک فوجی گاڑی کو آئی-ای-ایم-ای کی ایک رکوری دان کھینچ رہی ہے۔





ایک ٹمپسٹ جہاز میں راکٹ اور مشین گن کی گولیاں لادی جا رہی ہیں

پونچھ میں ہوائی پٹی پر شاہی ہندستانی ہوائیہ کا ایک ڈکوٹا جہاز جس میں پناہ گزیں سوار ہو رہے ہیں۔



دو ٹمپسٹ ہوائی جہاز اسی علاقہ پر پرواز کر رہے تھے تو انھیں ریڈ کراس بنے ہوئے ٹرک سے نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی پھر بھی ہمارے ہوائی جہازوں نے ان پر گولہ باری نہیں کی۔

لیکن شاہی ہندستانی ہوائیہ کو اپنی مہارت جرأت اور اقدام کے باوصف یہ کامیابیاں حاصل نہ ہوتیں اگر سگنل اور اسلحہ کے شعبوں نے ان کی مدد نہ کی ہوتی اور طبی، موسمیاتی، صنعتی اور انتظامی محکموں اور ساز وسامان فراہم کرنے کے شعبہ نے ان کی اعانت نہ کی ہوتی۔

جموں اور کشمیر میں اس مہم کی تمام منصوبہ بندی اور اسکی تکمیل کا سہرا شاہی ہندستانی ہوائیہ کے نمبرا آپریشنل گروپ کے سر ہے جس نے محاذ جنگ پر لڑنے والے ہوائی جہازوں کا انتظام کیا، مواصلاتی سلسلہ قائم رکھا، فضائی جائزہ لیا، ہوائی جہازوں سے گشت کرائے اور مندرجہ بالا شعبوں کی نگرانی اور دیکھ بھال کی۔

سری نگر اور جموں میں ہوائیہ کے دو ہراولی مرکزوں کا انتظام نمبرا آپریشنل گروپ کے ذمے تھا۔ پہلے یہ ونگ کمانڈر منیو انجینیر (ڈی، ایف، سی) کے زیر کمان تھا اور ان کے بعد اس کی کمان ونگ کمانڈر ایچ مول گاڈ کر کے ہاتھ میں آئی۔

باب ۱۱

"خواب پریشاں"

حملوں کو عملی جامہ پہنانے سے بہت پہلے فوج کے مختلف ماتحت شعبوں اور جنگی دستوں میں رابطہ قائم کیا جاتا ہے اور نہایت ہوشیاری اور تفصیل کے ساتھ رسد اور اسلحہ کا انتظام ستقر پر کیا جاتا ہے، ان کے ذخیرے جمع کئے جاتے ہیں، مواصلاتی سلسلہ قائم کیا جاتا ہے، ساز و سامان کے نقل و حمل کی تدبیریں کی جاتی ہیں اور ان مختلف النوع سرگرمیوں کی ہم آہنگی کے لئے ایک انتظامی مرکز قائم کیا جاتا ہے۔

کشمیر میں فوجی سرگرمیاں ۱۶ گھنٹے کی نوٹس پر ہوائی جہازوں کے ذریعہ شروع کی گئیں۔ اس کے معنی یہ تھے کہ فوجوں کو ابتدا میں اپنی موٹریں پیچھے چھوڑ کر ریاستی حکومت کی غیر فوجی بسیں استعمال کرنا پڑیں۔

واقعات تیزی سے پیش آئے۔ فوجوں کی تعداد بڑھی، اور سری نگر کو حملہ آوروں سے محفوظ رکھنے کے بنیادی مقصد کے پورا ہو جانے کے بعد جنوب میں مغربی جموں سے لے کر مغرب میں چکوٹی تک شمال میں گریز تک اور شمال و مشرق میں لیہ تک سیکڑوں میل لمبے چوڑے اور دور دراز محاذ پر جنگ کرنا پڑی اور محاذ جنگ کے پیچھے کے انتظامات جنگی سرگرمیوں کا ساتھ نہ دے سکے۔

ہمالیہ کے نشیب و فراز، ناموافق آب و ہوا۔ اور جدید مواصلاتی ذرائع کے فقدان نے ان جنگی سرگرمیوں کو ایک خوفناک خواب پریشاں بنا دیا۔ جموں سری نگری روڈ اور جموں جھنگر روڈ، یہی دو آنے جانے کے راستے ہندستانی فوج کے لئے موجود تھے۔ اول الذکر سڑک ہمالیہ کے اونچے نیچے پہاڑوں سے بل کھاتی اور لہراتی ہوئی گزرتی تھی اور موسم سرما میں برف باری کی وجہ سے ناقابل استعمال ہو جاتی تھی۔ جھنگر جانے والی سڑک جیپ موٹر کے استعمال کے لئے تھی اور وہ بھی اچھے موسم میں۔

پٹھان کوٹ کا اسٹیشن بہت معمولی درجہ کا اسٹیشن تھا اور یک بارگی اس پر جو کام عظیم پڑا تھا اس کا متحمل نہ ہو سکتا تھا، اور یہی اسٹیشن ہندستانی فوجوں کے لئے

آخری اسٹیشن اور انتظامی مستقر تھا۔ پٹھان کوٹ سے جموں جانے والی سڑک بھی بہت معمولی سی سڑک تھی اس پر جا بجا ندیاں اور پہاڑی نالے پڑے تھے جن پر پل بھی نہ تھے۔

کمانڈر مزید فوجوں کا مطالبہ کر رہے تھے لیکن زیادہ فوجیں بھیجنے کا مطلب یہ تھا کہ زیادہ رسد اور اسلحہ فراہم کیا جائے اور انتظامی بندوبست کیا جائے۔ پٹھان کوٹ سے سری نگر جانے والی اکیلی پتلی سی سڑک کے ذریعہ فوجوں کے لئے جس قدر رسد اور وادئ کشمیر کی غیر فوجی آبادی کے لئے جس قدر ضروریاتِ زندگی مہیا کئے جا سکتے اس میں کوئی کوتاہی نہ کی گئی۔ موسم سرما میں برف باری کی وجہ سے یہ سڑک بیکار ہو گئی۔

رسد رساں دستوں کو اس سڑک پر برف باری کی وجہ سے فوجوں تک رسد پہنچانے میں بڑی دقت پیش آنے لگی۔ لیکن رسد پہنچانا ضروری تھا۔ اس لئے ان دستوں نے اپنی نیند اور آرام حرام کر دیا اور طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا کر نئے نئے طریقے استعمال کر کے فوجوں کو رسد پہنچائی۔ جب انجینیروں نے یہ دیکھا تو انھوں نے پٹھان کوٹ سے لے کر جموں اور کشمیر کے محاذِ جنگ تک سڑکیں بنانے کا انتہائی دشوار اور محنت طلب کام اپنے ذمہ لیا۔ اب گویا پٹھان کوٹ کا شہر جو عالمِ غنودگی میں تھا یکایک بیدار ہو گیا اور راتا رات ایک جنگلی پودے کی طرح نمودار ہوا۔

لڑنے والی فوجوں کی مدد کے لئے شروع میں سفر مینا کا ایک دستہ سری نگر ہوائی جہاز کے ذریعہ بھیجا گیا تھا لیکن اب اس تعمیری فوج (انڈین انجینیرس) کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ اس تعمیری فوج نے سڑکیں بنانے اور ٹھیک کرنے، ہوائی میدان تیار کرنے اور پل بنانے کے کام پر خاص طور پر توجہ کی۔ ہر طرح کے ہوائی جہاز اترنے کے لئے کئی ہوائی میدان بنائے گئے ان میں تین تو ایسے تھے جو ہر موسم میں استعمال کئے جا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ محاذِ جنگ کے مختلف خطوں میں چھوٹی چھوٹی پٹیاں صاف کی گئی اور گیارہ بڑے پل اور لاتعداد چھوٹی چھوٹی پلیاں بنائی گئیں۔

کٹھوعہ سے جموں تک موٹر کی سڑک کو قابلِ استعمال بنائے رکھنا سب سے زیادہ اہم کام تھا کیونکہ ہندوستان سے آنے جانے کا یہی ایک زمینی راستہ تھا۔ اکتوبر سے جون تک کے خشک مہینوں میں راوی کو پار کرنے کے لئے معقول انتظام تھا لیکن پٹھان کوٹ اور جموں کے درمیان اس سڑک کو جو تین دریا راوی، اوجھ اور بسنتر کاٹتے تھے ان پر پل موجود نہ تھے۔

دو آخر الذکر دریاؤں کو تو سال کے نو مہینوں میں موٹر کے ذریعہ پار کیا جا سکتا تھا مگر راوی کو سال کے صرف دو یا تین مہینوں میں اس طرح عبور کیا جا سکتا تھا۔ سال کے بقیہ حصہ میں اس میں پانی زیادہ رہتا تھا اور اس کا بہاؤ تیز رہتا تھا۔

اس لئے پہلا کام راوی پر پل بنانا تھا۔ پہلے تو انجینیروں نے ایک عارضی پل باندھا مگر بعد کو ایک مضبوط پُل بنا لیا گیا اور اس طرح پٹھان کوٹ اور جموں کے درمیان موٹروں کے آنے جانے کا سلسلہ قائم ہو گیا۔

جموں اور سری نگر سڑک خاص طور پر سیاحوں کے ہلکے پھلکے موٹروں کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس پر جو پل تھے وہ بھاری فوجی موٹروں کا بوجھ نہ اُٹھا سکتے تھے انھیں مضبوط کرنے یا اُن کی جگہ دوسرے پل بنانے کی ضرورت تھی۔

مثال کے طور پر رام بن کا پُل پریشانی کا باعث ہوا۔ پل کی قینچیاں اور کھمبے اچھی حالت میں تھے لیکن اس میں جو سلاخیں اور آہنی شہتیر لگے ہوئے تھے وہ اتنے پرانے اور زنگ آلود تھے کہ معمولی چھڑی سے ان میں سوراخ کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے یہ طے کیا گیا کہ ایک اور پل یہاں بنایا جائے جو کشتیوں کے عارضی پل کے قابل استعمال نہ رہنے کی حالت میں کام میں لایا جا سکے۔ کشتیوں کا عارضی پل اپریل میں برف پگھلنے کے بعد بیکار ہو جاتا کیونکہ چناب میں پانی بہت بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے ایک نیا پل نومبر ۴۷ء میں ہر قسم کی فوجی گاڑیوں اور ساز و سامان لے جانے کے لئے تیار کیا گیا اور کشتیوں کے پل کے بجائے اب اسی سے فوجی آمد و رفت ہونے لگی۔

صوبہ جموں میں جموں نوشہرہ سڑک کو قابل استعمال بنائے رکھنے کا کام بھی فوجی انجینیروں اور سفر مینا کا منتظر تھا۔ یہ سڑک کوہستانی علاقے سے گزرتی تھی اس کے دونوں طرف نہ تو نالیاں تھیں اور نہ اوپر سے برابر کر کے اسے پختہ کیا گیا تھا۔ اس سڑک پر جتنے پل تھے کمزور تھے اور تقریباً سبھی بیکار ہو چکے تھے۔ جنوری سے مارچ تک موسم کے خلاف جنگ کرنا پڑی، بارش نے سڑکوں کو دلدل بنا دیا۔ سڑک کو قابل استعمال بنائے رکھنا فوق البشر ہستیوں کا کام تھا۔

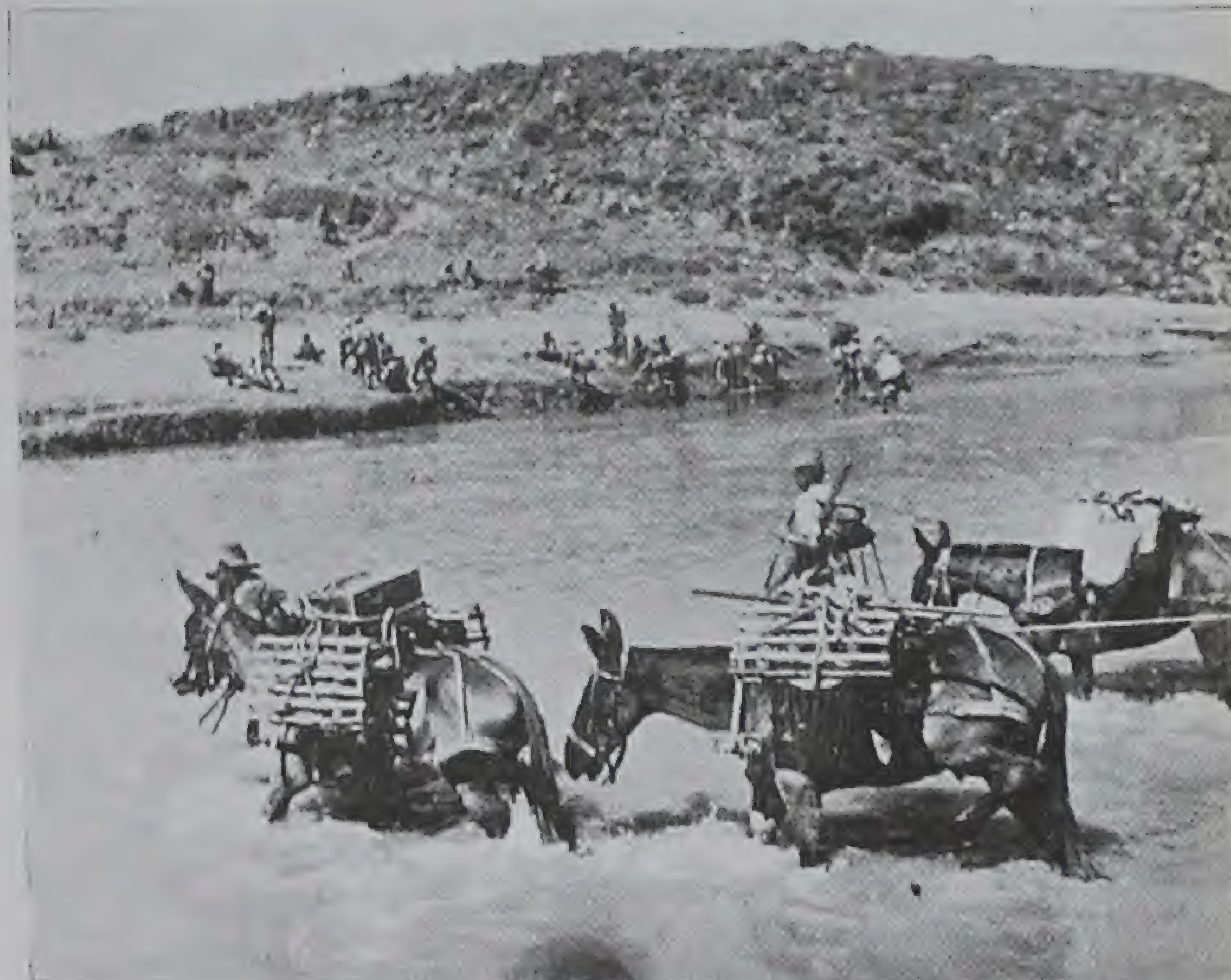
اس دوران میں پٹھان کوٹ جموں سڑک جو ہماری کشمیر اور جموں کی فوجوں کے لئے رسد کی گویا شہ رگ تھی جگہ جگہ سے خراب ہونے لگی اور ہمارے انجینیروں کو اسے موٹر کے



رسد رسانی کا ایک دستہ جموں کے علاقے میں لکڑی کا ایک کچا پل پار کر رہا ہے۔

بیری پٹم میں بیلی پُل سے ٹرک پار اُتارے جا رہے ہیں





گولے بارود سے لدے
ہوئے خچر راجوڑی کے
علاقے میں ایک نالا
عبور کر رہے ہیں



ہندستانی سپاہی
نوشہرہ کے علاقے
میں ایک چشمہ پار
کر رہے ہیں

قابل بنائے رکھنے کے لئے بڑی محنت کرنا پڑی۔ راوی پر جو پل تھا وہ ایسا نہ تھا کہ تمام پانی کو آسانی سے نکال سکے۔

اس پل کی قینچیاں اور بیچ کے کھمبے مرکزی محکمہ تعمیرات عامہ کی طرف سے پنجاب محکمہ تعمیرات عامہ کے شعبہ آبپاشی کے زیر نگرانی بنائے گئے تھے۔ اس پل کا منھ ایسا بنایا گیا تھا کہ اس سے ۳۰ ہزار مکعب فٹ فی سکنڈ پانی نکل سکے۔ بارش کے علاوہ عام دنوں کے لئے یہ ٹھیک تھا۔

اوجھ ندی پر جو گھاٹ تھا وہ بھی پریشانی کا سبب بنا اچھے موسم میں ندی میں پانی کم ہوتا تھا اور ہر قسم کی فوجی موٹر گاڑیاں گھاٹ کے ذریعہ اس کو عبور کر سکتی تھیں۔ لیکن یہ گھاٹ ہمیشہ دقت کا باعث ہوا۔ کم و بیش روزانہ بڑی موٹریں ندی کے بیچ میں پھنس جاتی تھیں یا بارش کے موسم میں اوجھ ندی میں پانی بڑھ جاتا تھا اور روانی بڑھ جانے کی وجہ سے گھاٹ سے اس کو پار کرنا مشکل ہو جاتا تھا اور پھر یہ بھی تھا کہ پانی بہت دھیرے دھیرے کم ہوتا تھا۔

تیسری دقت طلب چیز دس میل کا ایک نشیبی علاقہ تھا جو اوجھ اور سانبہ کے درمیان میں واقع تھا۔ اس علاقے سے جو سڑک گزرتی تھی اس کے دونوں طرف پشتے بنا دیئے گئے تھے تاکہ اس پر آمد و رفت جاری رہے۔ اس نشیبی علاقے کی زیادہ خراب جگہوں سے بچ کر نکلنے کے لئے گاڑیوں کو بہت چکر سے لانا اور لے جانا پڑتا تھا اور فروری میں اس دس میل کے خراب راستہ کو چھوڑنے کے لئے ۲۰ میل کا چکر کاٹ کر جانا پڑتا تھا۔

چنانچہ پوری سڑک کو چھوٹے چھوٹے پتھروں اور کنکروں سے ٹھیک کرنے کا کام شروع کیا گیا جو بہت مشکل ثابت ہوا۔ خشک موسم میں اگر سڑک پر چھوٹے چھوٹے پتھر ڈالے جاتے تو سطح کے سخت ہونے کی وجہ سے یہ موٹروں کی آمد و رفت میں ادھر ادھر ہو جاتے اور اگر پانی برسنے کے فوراً بعد یا کچھ دنوں پہلے انھیں سڑک پر ڈالا جاتا تو وہ زمین نرم ہونے کی وجہ سے موٹروں کی آمد و رفت سے زمین میں دھنس جاتے اور مقصد پورا نہ ہوتا۔ اس لئے ایک ایسا زمانہ ڈھونڈنے کی ضرورت تھی جب زمین نہ زیادہ نرم ہو اور نہ زیادہ سخت۔ اسی لئے چھوٹے چھوٹے پتھروں کے ڈھیر سڑک کے کنارے لگا دیئے گئے تاکہ مناسب وقت پر انھیں سڑک پر بچھایا جا سکے۔

مارچ ۱۹۴۸ء میں کشمیر اور مشرقی پنجاب میں زبردست بارش ہوئی، وادیٔ کشمیر

یں لگاتار آٹھ دن تک بارش اور برف باری ہوتی رہی اور جموں اور مشرقی پنجاب یں چھ دن تک پانی برساکیا۔ اس چوطرفہ پانی اور برف باری سے سیلاب آگیا اور سلسلہ مواصلات کو بہت نقصان پہنچا۔ دریائے راوی پر دور کا جو بیلی پل تھا وہ بہ گیا۔ دریائے ادجھ کے بیلی پل کو سیلاب سے نقصان پہونچا اس کا ایک پایہ خراب ہوگیا۔ پہاڑوں کے کٹ کٹ کر گرنے کی وجہ سے جموں سری نگر سڑک جابجا سے خراب ہوگئی۔ خندق کے پاس اس کو شدید نقصان پہونچا۔ خونی نالے کی سرنگ کو (جو رام بن اور بانہال کے درمیان ہے) ایک بڑے پتھر کے بہہ کر آنے سے صدمہ پہونچا اس کے دہانے پر جو دائرہ نما محراب تھی اس کا ایک پتھر ایک فٹ نیچے چلا گیا اور اس طرح سرنگ کی حالت بہت خطرناک ہوگئی۔ درہ بانہال میں برف جمی ہوئی تھی اور سڑک پر جابجا برف کے ۲۰، ۳۰ فٹ اونچے ڈھیر لگ گئے تھے۔

سیلاب اور برف باری سے جو نقصان سلسلہ مواصلات کو پہنچا تھا اس کی درستی اور مرمت کے لئے محنت اور تعمیری مہارت کی ضرورت تھی۔ ریاست کے محکمہ تعمیرات عامہ اور فوج کے انجینیرنگ کے شعبہ نے اس کام کو بڑی خوبی سے انجام دیا اور بارش بند ہونے کے دو ہفتہ کے اندر اندر سڑکیں پھر قابل استعمال ہوگئیں۔

راوی پر ایک نیا عارضی پل بنایا گیا جس کی جگہ بعد کو پیپوں کے ایک بیلی پل نے لے لی۔ دریائے ادجھ کے پل کی مرمت کی گئی۔ خونی نالے کی سرنگ کو جو صدمہ پہنچا تھا اس کی مرمت نہ کی گئی بلکہ یہ طے کیا گیا کہ اس حصہ کو عبور کرنے کے لئے ایک بیلی پل بنا دیا جائے۔ جب بیلی پل تیار ہوگیا تو سرنگ کو گرا دیا گیا اور ریاست کے محکمہ تعمیرات عامہ سے کہا گیا کہ اس کو دوبارہ بنوائے۔ دریائے راوی پر پیپوں کا بیلی پل اور مادھوپور میں ایک مستقل پُل بنانے کے لئے مزید انجینیر بھیجے گئے۔

جموں سری نگر سڑک کو قابل استعمال بنائے رکھنے کے مسئلہ کی نوعیت بالکل جداگانہ تھی۔ یہاں خود سڑک تو چوڑا امر کی تھی یا اس پر کنکر کٹے ہوئے تھے اچھی حالت میں تھی مگر سوال یہ تھا کہ درہ بانہال اور درہ پٹنی کو کس طرح کھلا رکھا جائے کہ برف انھیں ناقابل استعمال نہ بنا سکے۔ ناقابل یقین دشواریوں سے عہدہ برآ ہو کر ہندستانی انجینیروں اور مزدوروں نے سڑک صاف کرنے کی جنگی مشینوں سے درہ بانہال کو قابل استعمال بنائے رکھا۔ درہ بانہال ۹۲۰۰ فٹ بلند ہے۔ سڑک ۸۹۰۰ فٹ بلندی تک گئی ہے اور اس کے بعد سرنگ کے ذریعہ پہاڑوں کو عبور کرتی ہے۔

اگرچہ ہمالیہ کے پہاڑوں کے مقابلہ میں درہ بانہال میں برف کم گرتی ہے لیکن درہ کو برف سے

منا رکھنا اس لئے مشکل ہو جاتا ہے کہ درہ کی بائیں جانب عام طور سے بہت تند ہوا چلتی رہتی ہے۔ یہ ہوا جو انتہائی سرد ہوتی ہے برف کو پہاڑ سے نیچے سڑک پر پہنچا دیتی ہے اور پھٹے حال کشمیری مزدوروں کے دست و پا کو شل سا کر دیتی ہے۔

اس ہوا کی وجہ سے مزدوروں کو پوری سڑک پر پھیلا دینا پڑتا تاکہ وہ برف کے تودوں کو جو سڑک پر جمع ہو جائیں ہٹا سکیں۔ بعض وقت تو برف کے یہ تودے اتنی تیزی سے کھڑے ہو جاتے کہ ادھر ایک فوجی گاڑی ایک تودے کو عبور کر کے آگے بڑھتی اور دوسری گاڑی برف میں پھنس کر رہ جاتی۔

درہ بانہال میں جن مخصوص دشواریوں کا سامنا ہوتا ان کا بخوبی اندازہ ۱۰۰ فوجی گاڑیوں کے اس سری نگر۔ جموں قافلہ کے انجام سے ہو جاتا ہے جو ۱۵ جنوری کو درہ بانہال سے گذر رہا تھا۔ جس وقت یہ قافلہ درہ کے جنوب کی طرف نیچے اتر رہا تھا اگلی گاڑیوں میں سے ایک گاڑی اس جگہ پہنچکر پھنس گئی جہاں سڑک پر برف کا ایک زبردست تودا کھڑا ہو گیا تھا اور درہ کی شکل کا ایک راستہ اس تودے سے ہو کر نکالا گیا تھا۔

برف ہوا کے ساتھ اڑ اڑ کر اس درہ میں پہنچتی رہتی اور اس کی وجہ سے برف کا جو ڈھیر جمع ہو گیا تھا گاڑی اسی میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ پیچھے والی گاڑی کے ڈرائیور نے اگلی گاڑی کو ڈھکیل کر نکال لے جانے کا فیصلہ کیا لیکن اس کوشش میں خود اس کی گاڑی برف میں پھنس گئی اور وہ نہ تو آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے۔ یہ دیکھ کر تیسری لاری کا ڈرائیور آگے بڑھا اور اس نے دوسری لاری کو پیچھے گھسیٹنے کی کوشش کی۔ مگر اس کی لاری بھی پھنس گئی۔ اس طرح برف کے اسی ڈھیر میں بیک وقت تین لاریاں پھنسی پڑی تھیں۔ ان لاریوں کے پھنس جانے کی وجہ سے پیچھے آنے والے پورے قافلے ہی کا راستہ بند ہو گیا تھا۔ اس دوران میں مزید برف اس درہ میں ہوا کے ساتھ اڑ کر پہنچ گئی تھی اور دیکھتے دیکھتے تینوں لاریاں آدھی برف میں چھپ گئیں۔

غیر فوجی مزدوروں کی مدد سے ان لاریوں کو باہر نکالنے کی تمام کوششیں ناکام رہیں کیونکہ مزدور اس تند اور سرد ہوا میں بیک وقت ۱۵ منٹ سے زیادہ کام نہیں کر سکتے تھے اور جتنی دیر میں وہ تھوڑی سی برف ہٹا پاتے اتنی دیر میں اس سے زیادہ برف جم جاتی۔ ان لاریوں کو باہر نکالنے کی ایک اور کوشش کی گئی۔ ابکی بار دو بل ڈوزر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان بل ڈوزروں کو یہاں تک لانے کے لئے قافلے کی ان لاریوں کے گرد جو سڑک پر اڑی پڑی تھیں راستہ بنانے میں ایک دن اور ایک رات صرف ہوئی۔

ان دونوں بل ڈوزروں کی متحدہ کوشش سے تین لاریوں میں سے صرف ایک کو اس درّہ سے باہر نکالنے میں کامیابی ہوئی۔ پھر یہ سوچا گیا کہ ایک یا زیادہ بل ڈوزروں کی مدد سے پھنسی ہوئی لاریوں کو پہاڑ کے نیچے کی طرف کھینچنا زیادہ کارگر ہوگا۔ چنانچہ دو مزید بل ڈوزر رام بن سے طلب کیے گئے۔ اس تمام عرصے میں قافلہ کی لاریوں کے ڈرائیوروں اور مسافروں کو شدید ترین سردی کا سامنا رہا۔ بعض لاریوں میں پناہ گزین بھرے ہوئے تھے اور بقیہ میں کشمیر ریاستی فوجوں کے سپاہی۔ پناہ گزینوں اور سپاہیوں میں سے کوئی بھی لاری چھوڑ کر موضع بانہال تک جو نسبتاً زیادہ گرم تھا جانے پر رضامند نہ ہوا۔ تقریباً ۲۰ آدمی برفباری کے اثر سے پیدا ہونے والی بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔

دونوں بل ڈوزر جو رام بن سے منگائے گئے تھے ۲۴ گھنٹے کے بعد اس مقام پر پہنچے جہاں لاریاں پھنسی پڑی تھیں۔ ایک بل ڈوزر نے اوپر سے لاری کو ڈھکیلا اور ان دونوں بل ڈوزروں نے نیچے کی طرف کھینچا تب کہیں ان لاریوں کو برف سے باہر نکالا جا سکا۔ قافلہ پانچ روز تک درہ میں رکا پڑا رہا۔ یہ صرف ایک قافلہ کی سرگذشت ہے۔ ہر قافلہ کے راستہ میں اسی طرح کے خطرات اور بعض وقت حادثات بھی پیش آتے۔

غیر فوجی مزدوروں، بل ڈوزر بیڑے اور رائل انڈین آرمی سروس کور کے عزم بالجزم اور انتھک کوششوں سے جاڑے بھر درہ سے ہو کر آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری رکھا گیا۔ اس کوشش میں جانی، مالی اور باربرداری کی لاریوں کا کافی نقصان ہوا۔ پہاڑ سے برف، مٹی اور یخ کے ڈھیر کے پھسلنے کی وجہ سے چار لاریاں تباہ ہو گئیں اور ۱۰۰ سے زیادہ لاریوں کے سلنڈر صدمہ پہنچنے کی وجہ سے بیکار ہو گئے۔

دریائے چناب کے بعد دوسری بڑی رکاوٹ جو ہماری فوجوں کی راہ میں حائل تھی وہ بیری پٹن میں منور والی توی تھی۔ یہاں ریاستی حکومت نے ۱۹۴۲ء میں فولاد کی محرابوں پر تین کھمبوں کا ایک اونچا پل بنایا تھا لیکن داہنے کنارے کی پنجی کے پیچھے مٹی کا دباؤ پڑنے کی وجہ سے یہ پل ایک مہینے کے اندر ٹوٹ گیا۔

جموں۔ نوشہرہ سڑک کو کھلا رکھنا اولاً اس وجہ سے مشکل ہو گیا کہ مقامی حالات کے خراب ہونے کے باعث مزدور بہت کم ملتے اور بعض وقت تو ملتے بھی نہ تھے ثانیاً اس وجہ سے کہ چوکی بیری پٹن کے علاقے میں تمام سڑک پر پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ اس سڑک کو بہتر بنانے

کے لئے کسی باقاعدہ پروگرام پر عمل کرنا دشوار تھا۔ انجینئر صرف یہی کر سکتے تھے کہ اس گرد آلود سڑک کو اس قابل رکھیں کہ اس پر آمد و رفت ہو سکے۔ یہ سڑک بیری پٹن میں منور والی توی کو پار کرتی ہوئی اس جگہ سے گذرتی ہے جہاں توی اس گہرے کنڈ سے ہو کر بہتا ہے جو عمودی چٹان کے قدرتی بند کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔ حسب معمول بہاؤ کے زمانہ میں اس کنڈ کی چوڑائی تقریباً ۳۰۰ فٹ ہوتی ہے۔ شروع میں دریا کو پار کرنے کے لئے لٹھوں کے دو ٹھاٹھ مہیا کئے گئے تھے۔ بعد میں اس کی جگہ پیپوں کا ایک پل بنا دیا گیا۔

برسات میں اس پل کو توڑ دینا اور اس کے ٹھاٹھ کو کنارے لاکر لنگر گاہ سے باندھ دینا پڑتا تھا اس لئے یہ طے کیا گیا کہ اس پل کی جگہ برسات شروع ہونے سے قبل ایک بلند پل تعمیر کر دیا جائے۔ انجینئروں کی کمی کی وجہ سے اس ارادے کو تو عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا مگر بیری پٹن میں ایک بلند سطح جھولا پل تعمیر کر دیا گیا۔

اس دوران میں پٹھان کوٹ۔ جموں سڑک پر برابر کام ہوتا رہا اور وہ تیزی سے بنتی جا رہی تھی۔ مرکزی پی۔ ڈبلو۔ ڈی نے پٹھان کوٹ سے جموں تک ایک مستقل سڑک بنانے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ سڑک کی تعمیر کا کام جنوری ۱۹۴۸ء میں شروع ہوا۔ اس کام میں فوجوں نے بھی حصہ لیا اور سڑک کی تشکیل اور دریائی نالوں کو صاف کرنے کے لئے مشینیں مہیا کیں۔

اس سلسلے میں جو کام مشینوں سے کئے جانے والے تھے ان کے علاوہ تمام کام مرکزی پی۔ ڈبلو۔ ڈی کے سپرد کر دئے گئے۔ ان میں راوی، اوجھ اور بسنتر دریاؤں پر تین بڑے پلوں کی تعمیر شامل تھی۔ ان پلوں کی تعمیر میں سب سے بڑی ضرورت اس بات کی تھی کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہ پل تعمیر کر دئے جائیں۔ دریائے راوی پر فوج نے جو پل بنایا تھا وہ صرف برسات تک کام دے سکتا تھا اس کے بعد اسے توڑ دینا پڑتا۔ دریائے اوجھ اور بسنتر کو برسات میں پایاب نہیں عبور کیا جا سکتا تھا۔

چنانچہ ہندستان سے کشمیر تک خشکی کے راستے آمد و رفت کا سلسلہ سال بھر قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ جون کے آخر تک یہ تینوں پل مکمل کر دئے جائیں۔ حقیقتاً یہ کام کشمیر میں فوجوں کی خبر گیری کے لئے بیحد اہم تھا۔

خاکے، نقشے، سامان کی فراہمی اور اس کام کو انجام دینے کے لئے وہاں عملے کی

تعیناتی نے کافی وقت لے لیا اور پلوں کی تعمیر پر واقعی کام فروری کے وسط تک شروع نہ ہوسکا۔ اس وقت یہ بالکل واضح ہوگیا کہ برسات سے قبل پُلوں کی تعمیر کے لئے زبردست محنت وجانفشانی کرنی پڑے گی۔

فروری کے آخر میں پٹھان کوٹ۔ جموں سڑک پر مرکزی پی ڈبلیو ڈی کے لیبر کیمپوں پر پاکستانی سرحد سے دو حملے ہوئے۔ مزدوروں میں خوف وہراس پھیل گیا اور بڑی تعداد میں مزدور وہاں سے بھاگنے لگے۔ اس سے کام میں بڑا خلل پڑا۔ اس کے بعد مارچ میں تباہ کن سیلاب بھی آیا اور پل کے کھمبوں کی کھدائی کے سلسلے میں جو کام ہوا تھا وہ سب سیلاب کی نذر ہوگیا۔

ان حالات کے پیش نظر یہ یقینی ہوگیا تھا کہ اگر مرکزی پی۔ڈبلیو۔ڈی کو باہر سے فوراً مدد نہ دی گئی تو پٹھان کوٹ سے جموں تک اس کے لئے تنہا کوئی سڑک بنانا ناممکن ہوگا۔ چنانچہ یہ طے کیا گیا کہ فوجی انجینیر اس کام کی تکمیل میں مرکزی پی۔ڈبلیو۔ڈی کو مدد دیں۔

اپریل کے شروع سے فوجی انجینیر اور مرکزی پی ڈبلیو ڈی کے لوگ اس اہم سڑک کو برسات شروع ہونے سے قبل ہی مکمل کردینے کی جان توڑ کوشش میں مصروف تھے۔ رات دن کام ہوتا اور اس بات کی پوری کوشش کی جاتی کہ اس کی فوری تکمیل میں ضابطہ پرستی یا دفتری گھس گھس خلل انداز نہ ہونے پائے۔ ۷ جولائی کو پنڈت جواہرلال نہرو نے اس سڑک کا افتتاح کیا۔

سڑک بنانے والوں کی دشواریاں یہیں ختم نہیں ہوتی تھیں۔ دریائے راوی میں اپریل، مئی، اور جون میں پانی کا بہاؤ غیرمعمولی زیادہ رہتا اور قدرت کے اس غیرمعمولی برتاؤ کی وجہ سے مرکزی پی ڈبلیو۔ڈی راوی کے پل کی بائیں قینچی سے متصل کھمبے کی تعمیر سے قاصر تھا۔ لیکن اس کھمبے کے نہ ہونے کی وجہ سے بائیں قینچی اور دوسرے کھمبے کے درمیان ۲۰۰ فٹ کا فاصلہ خالی رہ جاتا تھا۔ یہ فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ ایک معمولی ہملٹن یا بیلی پل اس کے لئے ناکافی ہوتا۔ اب صرف یہی صورت رہ گئی تھی کہ ایک بیلی جھولا پل بنایا جائے۔ چنانچہ ایک مہینے کے اندر ۳۲۰ فٹ لمبا بیلی جھولا پل تعمیر کیا گیا۔

اس تمام عرصے میں انجینیروں کو جن دشواریوں اور صعوبتوں کا مقابلہ کرنا پڑا تھا اور انھیں جو تجربہ ہوا تھا اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر انھوں نے آگے بڑھتی ہوئی فوجوں کے پیچھے پیچھے ۱۱۵۸۶ فٹ بلند درہ راز داں گام سے ہوکر گریس تک، ۱۰۲۶۴ فٹ بلند درہ نوستا چار سے ہوکر ٹوٹل تک اور کشمیر میں ۱۱۵۸۰ فٹ بلند درہ زوجی لا سے ہوکر نیز پونچھ تک اور جموں میں متعدد پہاڑی چوکیوں تک جیپ کی آمدورفت کے لئے راستے بنائے۔ درہ راز داں گام، درہ نوستا چار اور درہ زوجی لا

کے یہ راستے غالباً دنیا میں جیپ کی آمد و رفت کے بلند ترین راستے ہیں۔

پٹھان کوٹ، جموں اور سری نگر میں ہر موسم میں کام آنے والی ہوائی پٹیاں اور جموں اور کشمیر کے آزاد کرائے ہوئے علاقوں میں جہازوں کے اترنے کے لئے ہوائی اڈے اور آسٹر پٹیاں تعمیر کرنے میں جن مسائل کا مقابلہ کرنا پڑا وہ کچھ کم مشکل نہ تھے۔

ہندستانی فوجوں نے جو سڑکیں اور ہوائی پٹیاں تعمیر کی ہیں وہ ریاست کی تجارتی اور معاشی ترقی میں بیحد مفید ثابت ہوں گی۔ پٹھان کوٹ سے جموں تک ۶۴ میل پختہ سڑک پر جس میں راوی اوجھ اور بسنتر کے تین پل جن پر دو طرفہ آمد و رفت ہو سکتی ہے شامل ہیں روپے کے لحاظ سے ہندستانی محصول دہندہ نے ۳ کروڑ روپے صرف کئے۔

اس سڑک کے کھلنے کے بعد سے ہزاروں ٹن غلہ ریاستی علاقوں میں پہنچایا گیا جس سے وہاں کی غذائی قلت کو دور کرنے میں مدد ملی اور ساتھ ہی کشمیریوں کو اس بات کا موقع ملا کہ وہ اپنی بہترین مصنوعات بکری کے لئے ریاست سے باہر بھیجیں۔ پٹھان کوٹ۔ جموں سڑک کے بن جانے کی وجہ سے ہندستان کے مختلف حصوں سے کثیر مقدار میں سامان اور ذخائر کی جن کا تخمینہ .....۵ من ہے نقل و حرکت کی جا سکی۔

جموں۔ سری نگر سڑک کی دیکھ بھال اور مرمت وغیرہ پر تقریباً ۲۰ لاکھ روپئے صرف کئے گئے تاکہ وہ مسافروں، لاریوں اور وزنی فوجی گاڑیوں کی غیر متوقع آمد و رفت کا بار برداشت کر سکیں اور خراب نہ ہونے پائیں۔ اس رقم میں سے ۱۰ لاکھ روپئے ریاستی مزدوروں کی اجرتوں پر صرف ہوئے۔

اس سڑک پر جتنے پل تھے وہ ابتداءً سیاحوں کی ہلکی پھلکی سواریوں کی آمد و رفت کے خیال سے بنائے گئے تھے۔ بعد میں فوجی انجینیروں نے انھیں مضبوط کر دیا تاکہ وہ وزنی سواریوں اور بڑی بڑی لاریوں کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ یہ پل اب اس قابل ہو گئے ہیں کہ وہ آئندہ ہر طرح کی غیر فوجی سواریوں کی آمد و رفت کا بار اٹھا سکیں۔

جموں سے نوشہرہ اور جھنگر تک ۹۱ میل لمبی سڑک میں ترمیم کر کے اسے اچھے موسم میں دو طرفہ آمد و رفت کے قابل بنا دیا گیا ہے۔ صرف چند مقامات پر یہ سڑک ابھی مکمل نہیں ہو پائی ہے مگر کام برابر جاری ہے۔ اس سڑک پر ۱۰ لاکھ روپئے صرف ہوئے جس میں سے تقریباً دو تہائی رقم ریاست ہی کے باشندوں کو اجرت میں دی گئی۔ یہی صورت ۳۰ میل لمبی نوشہرہ۔ راجوڑی سڑک اور ۴۵ میل لمبی راجوڑی۔ پونچھ سڑک کی بھی ہے۔

تقریباً ۲۵۰ میل لمبے وہ راستے جن پر صرف خچر آجا سکتے تھے ۳۵ لاکھ روپئے کی مجموعی لاگت سے اس قابل بنائے گئے کہ گریس، پنڈراس، کیرن، ٹٹول اور متعدد دوسرے مقامات تک جیپ گاڑیاں آجاسکیں۔

جموں اور کشمیر میں سڑکوں کی تعمیر، اصلاح اور درستگی میں مذکورہ بالا چار بڑے پلوں کے علاوہ متعدد پلوں کی تعمیر درستگی بھی شامل ہے۔ فوجی ضروریات کے لئے یہاں مختلف وقتوں میں تقریباً ۵۰ پل بنائے گئے جن میں بعض عارضی تھے۔ اس وقت ان میں سے ۲۰ پل ایسے موجود ہیں جن سے فوجیوں اور شہریوں دونوں کو یکساں طور پر فائدہ پہنچ رہا ہے۔

جموں اور کشمیر میں ان پلوں کے ذریعہ پل بنانے کے تقریباً ......۳ من سامان کی نقل و حرکت ہوئی اور اس پر ہندستانی محصول دہندہ کا ۲۵ لاکھ سے زیادہ روپیہ صرف ہوا۔

کشمیر کی جنگ شروع ہونے سے قبل جموں اور سری نگر میں محض دو چھوٹی چھوٹی ہوائی پٹیاں تھیں اور وہ بھی ایسی جو صرف اچھے موسم میں کام آسکتی تھیں۔ ابتدائی منزلوں میں ان ہوائی پٹیوں کو تیزی سے اس قابل بنادیا گیا کہ ان پر ڈکوٹا، اسپٹ فائر اور ٹمپیسٹ جہاز اتر سکیں۔ فوجی انجینیروں نے تخمیناً ۳۰ لاکھ روپئے کی لاگت سے سری نگر اور جموں میں ہر موسم میں کام آنے والی ہوائی پٹیاں بنائیں جو جون ۱۹۴۸ء میں مکمل ہوئیں۔ اس وقت سے یہ ہوائی پٹیاں برابر فوجی اور غیر فوجی ہوائی جہازوں کے استعمال میں ہیں۔

مختلف مقامات مثلاً سری نگر، قاضی گنڈ، بانہال، گریس، ٹٹول، اوڑی، کنزل ون وغیرہ میں تقریباً ۹۰۰ پڑاؤ لگ بھگ ......۳۰ مربع فٹ کے رقبہ میں تعمیر کئے گئے۔ ان کی تعمیر پر ۵۰ لاکھ روپئے صرف ہوئے۔ ان کی تعمیر بالعموم ریاستی انجینیروں کے سپرد تھی اور جہاں ضرورت ہوتی فوجی انجینیر ان کی مدد کرتے۔



ہندستانی سفرمینا جموں ۔ سری نگر سڑک پر پہاڑی چٹانیں ہٹانے میں مشغول ہے۔ یہ سڑک
اکثر و بیشتر پہاڑی چٹانوں کے گرنے سے ناقابلِ عبور ہو جاتی ہے۔



ہندستانی فوج کے انجینیر جموں ۔ سری نگر سڑک کو چوڑا کرنے کے لئے ایک چٹان اُڑا رہے ہیں۔



"دو موٹر گاڑیوں، کا حشر جو برف میں پھنس کر رہ گئیں - - -" تین بل ڈوزروں میں سے
ایک انھیں باہر نکالنے کی جد و جہد کر رہا ہے۔



ہندستانی فوج کے
انجینئر جموں کے
علاقے میں ایک
پل تعمیر کر رہے ہیں



نوشہرہ کے قریب سگنل والے ٹیلیفون کی لائن بچھا رہے ہیں۔



جموں کے محاذ پر
توپ خانے کی
دیدبانی کی ایک
چوکی



پہاڑی توپ
گولہ باری کر رہی
ہے



جموں روانہ ہونے سے قبل پٹھان کوٹ کے ڈپو پر سامان رسد کے ایک
بیڑے کی جانچ ہو رہی ہے



ہراولی چوکیوں تک راشن لایا جا رہا ہے۔

۲۵ پونڈ کے گولے پھینکنے والی ایک توپ جو گولہ باری کے لئے تیار ہے ذوجی لا کے علاقے میں حکم کی منتظر ہے





"دلیر اور جفاکش اسٹریچر
بردار" ایک زخمی کو ہراولی
علاقہ سے ایڈوانسڈ ڈریسنگ
اسٹیشن لے جا رہے ہیں۔

گولہ باری کے بعد ۲۵ پونڈ کے گولے پھینکنے والی ایک توپ صاف کی جا رہی ہے۔



باب ۱۲

فوج کے دست و بازو

ہر رائفل بردار کو کھلانے اور پہنانے کے لئے اوسطاً آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ نپولین کے مشہور مقولہ کہ "فوج پیٹ کے بل مارچ کرتی ہے" موجودہ لڑائیوں کے سلسلہ میں بھی اتنا ہی صحیح ہے جتنا ۲۰۰۰ یا ۳۰۰۰ برس پہلے تھا۔

جموں اور کشمیر کے پہاڑی علاقوں میں جو فوجیں لڑ رہی تھیں ان کے لئے رسد اور سامان بہم پہنچانے کی ذمہ داری آر۔ آئی۔ اے۔ ایس۔ سی کے سر تھی اور اس نے ضروریات زندگی کے مہیا کرنے اور انھیں ان علاقوں تک پہنچانے کے لئے جہاں ان کی شدید ضرورت ہوتی لگاتار کام کیا۔ لیکن محدود وسائل اور منصوبہ بندی نہ ہونے کی وجہ سے اکثر و بیشتر تیزی سے بڑھتی ہوئی فوجوں کے ساتھ ساتھ چلنا مشکل ہو جاتا۔

ہمارا نظام رسد ایک زبردست جال کی طرح ساری ریاست میں پھیلا ہوا تھا۔ اسکے ناہموار اور بل کھاتے ہوئے ڈورے سارے کشمیر میں دوڑے ہوئے تھے۔ جب گذشتہ طغیانیوں نے کشمیر میں آفت ڈھائی تو اس زبردست جال کا ایک لمبا سرا دہلی تک پہنچا جو ہندستان میں ایک مستحکم رسدگاہ ہے۔

ان تباہ کن سیلابوں کی وجہ سے ریل کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اور کشمیر میں ہماری فوجوں کو ہر طرح کے سامان اور رسد کی سخت ضرورت تھی۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ کے پاس بموں کی کمی تھی اور ہماری ہراول فوجیں رسد اور مزید کمک کے لئے بیتاب تھیں۔

اس بحرانی دور میں ہماری مسلح فوجوں کی ضرورتیں کیونکر پوری کی گئیں، یہ بہادری اور جانبازی کی ایک داستان ہے۔ دہلی سے موٹر لاریاں، سامان اور رسد لے کر ٹوٹی ہوئی اور خستہ سڑکوں پر آہستہ آہستہ پٹھان کوٹ روانہ ہوئیں۔ یہ لاریاں اس وجہ سے بھی تیز نہیں چل سکتی تھیں کہ سڑکوں پر راستہ روکے ہوئے بیل گاڑیوں کے قافلے کے قافلے ملتے جن میں ہزارہا پناہ گزین ہر چہار طرف بھاگ رہے تھے۔ باہر سے آنے والی بہت سی موٹر لاریاں پٹھان کوٹ یا جموں میں سامان نہ اتارتیں بلکہ سیدھے سری نگر چلی جاتیں جہاں سامان اور

رسد کی کمی تھی۔

کشمیر میں نقل و حمل اور بار برداری کے ذرائع کی قلت کا مسئلہ بھی ایک اہم مسئلہ تھا۔ باربرداری کی لاریاں سری نگر یا جموں میں رسد پہنچانے کے بعد فوراً ہی اوڑی، بارہ مولا، اکھنور اور نوشہرہ تک فوجیں اسلحہ اور دیگر فوجی سامان پہنچانے کے کام میں لگ جاتیں۔ انھیں آرام کرنے یا دم لینے کا ذرا بھی موقع نہ ملتا اور کمین گاہ سے دشمن کی مسلسل گولیوں کا نشانہ بننے کے باوجود نقل و حمل کی لاریوں کی آمد و رفت کا سلسلہ رات دن جاری رہا۔

جاڑا شروع ہوتے ہی ریاست میں بارش اور برف باری نے ڈیرا ڈال دیا۔ درۂ بانہال برف سے ڈھک گیا اور پٹھان کوٹ اور جموں کو ملانے والی سڑک جا بجا دلدل بن گئی۔ نقل و حمل کی لاریاں سڑک پر شدید بارش اور بانہال میں برف کے سخت طوفان کا مقابلہ کرتی اور قدم قدم پر خطرات سے دوچار ہوتی ہوئی آگے بڑھتیں۔

حادثات بھی پیش آئے اور نقصانات بھی ہوئے لیکن رسد رسانی کا سلسلہ برابر قائم رکھا گیا اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا ہونے پائی یہاں تک کہ سری نگر کا ذخیرہ اگرچہ رفتہ رفتہ کرکے ہی مگر مکمل کر دیا گیا۔ اس دوران میں ہماری فوجوں کو مسلسل کمک پہنچتی رہی جس کی وجہ سے رسد ناکافی ثابت ہوتی رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نقل و حمل کے نظام پر ناقابلِ برداشت طور پر بار بڑھ گیا اور درمیانی وقفے انتہائی حد تک کم کر دیے گئے۔

تجربہ کار فوجی افسروں کا خیال تھا کہ اگر ان لاریوں کو آرام کرنے کی مہلت نہ دی گئی اور ان کی مسلسل آمد و رفت میں کافی وقفے نہ دیے گئے تو جموں اور کشمیر کے نقل و حمل پر اس کا بہت مضر اثر پڑے گا۔ جہاں ہماری موٹر لاریاں جن کی مشینری اس قابل تھی کہ وہ اس بار کو برداشت کر سکیں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں وہاں ان لاریوں کے ڈرائیور بھی لائقِ مدح و ثنا ہیں۔ انھوں نے نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیے اور دشوار ترین خطّہ سے اپنی لاریاں گذار کر تنگ پیچ در پیچ ناہموار اور پتلی سڑکوں اور کھڑی چٹانوں کو جن کی خطرناک بلندی کے نیچے گہرے چشمے بہتے تھے عبور کرکے رسد رسانی اور دیگر ضروریات کی فراہمی کا سلسلہ قائم رکھا۔ بعض پہاڑی راستے جو حال ہی میں بنائے گئے تھے ایسے تھے جن پر صرف جیپ گاڑیاں گذر سکتی تھیں۔

مناسب اسٹاک کی ضرورت بڑھتی گئی اور اس کے ساتھ نقل و حمل کے مطالبات بڑھتے گئے۔ چنانچہ جب ہمارا پہلا دس ٹنا جہاز پٹھان کوٹ پہنچا ہے اور آر۔ آئی۔ اے۔ ایس۔ سی کے افسروں

اور جوانوں نے اس کی آواز سُنی ہے اور پہلے پٹرول ٹینکر کو سری نگر کی طرف جاتے دیکھا ہے تو انھوں نے بڑے اطمینان کی سانس لی۔

لیکن نقل و حمل کی ان مختلف قسم کی گاڑیوں مثلاً جیپ، ٹرک اور باربرداری کی لاریوں کے آجانے کی وجہ سے ان مسائل کی پیچیدگی میں اور بھی اضافہ ہوگیا جن سے فوج کے ہندوستانی الکٹریکل اور مکنیکل انجینیر دوچار تھے۔ ان میں بہت سی گاڑیاں ایسی تھیں جو کشمیر کی پیچ دار پیچ اور خطرناک سڑکوں پر چلنے میں اکثر و بیشتر خراب ہوکر رک جاتیں اور آئی۔ ای۔ ایم۔ ای کو دور افتادہ مقامات پر مرمت کی یونٹیں رکھنا پڑتیں۔

سلسلۂ مواصلات کو برقرار رکھنے کے لئے جو ۲۰۰۰ گاڑیاں استعمال کی جارہی تھیں ان میں سے ایک زمانے میں تقریباً ۱۱۰۰ خراب ہوکر رکی پڑی تھیں۔ اس طرح کے حادثات جن سے انڈین الکٹریکل اور میکنیکل انجینیروں کی قوت اور کارگیری پر کافی بار پڑتا اکثر پیش آتے رہتے۔

انڈین الکٹریکل اور میکنیکل انجینیروں کے ذمہ ایک اور کام بھی تھا اور وہ ان توپوں کو دوبارہ جوڑ کر قابل استعمال بنانا تھا جنھیں ہوائی جہاز سے اگلے موریچوں تک بھیجنے سے قبل ایک ایک حصہ کھول کر علحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس طرح جتنی توپیں ہوائی جہاز سے پونچھ بھیجی گئی تھیں انکو انجینیروں نے ۳۶ گھنٹے کے اندر دوبارہ جوڑ کر محاذ پر لا کھڑا کیا اور وہ گولہ باری کرنے لگیں۔

بہت سے علاقے ایسے تھے جن کے لئے ایک خاص قسم کی نقل و حمل کی گاڑیوں کی ضرورت تھی بعض علاقوں کے لئے نقل و حمل کی مناسب گاڑیوں کے صرف مہیا کرنے کا سوال نہیں تھا بلکہ ان گاڑیوں کی مرمت اور درستگی کیلئے خاص طرح کے کارخانوں کے قیام کا بھی سوال تھا۔ مثلاً دوجی لا کے پہاڑوں کے دامن میں انڈین الکٹریکل اور میکنیکل انجینیروں نے ان گاڑیوں کے لئے مرمت کا ایک مخصوص کارخانہ قائم کیا جو بال تل بھیجی گئی تھیں اور دوجی کے علاقوں میں استعمال ہورہی تھیں۔

گاڑیوں اور ان کے لوازمات کی جلد از جلد درستی کے لئے آئی۔ ای۔ ایم۔ ای نے ریاست کو چار منطقوں میں تقسیم کر دیا تھا — مادھوپور سے جموں جموں سے سری نگر، سری نگر سے اوڑی اور جموں سے نوشہرہ مرمت کی یونٹوں نے قیمتی سامان کو تباہ ہونے سے بچالیا ورنہ ہماری پیش قدمیوں پر اس کا بُرا اثر پڑا ہوتا۔

دشمن پسپا ہوکر پہاڑیوں پر جا بیٹھے تھے اس لئے اب جانوروں کے ذریعہ نقل و حمل و

بار برداری کی ضرورت زیادہ محسوس ہونے لگی تھی۔ بار بردار جانوروں کے ہنکانے والوں کو رسد پہنچانے کے علاوہ ہراول فوجوں کے پہلو بہ پہلو گولیوں سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ برسات میں پہاڑی چوکیوں تک جانے اور وہاں سے واپس آنے میں بہت سے خطرناک سفر کرنا پڑے۔ بے احتیاطی کے ساتھ کوئی قدم اُٹھانے یا کائی دار یا کمزور چٹان پر پھسلنے کے معنی تھے یقینی موت۔

بار بردار جانوروں کے علمبرداران لدے پھندے جانوروں کو پہاڑوں کی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے بعض وقت ایک چٹان سے دوسری چٹان پر پھاند کر جانا پڑتا تھا۔ برسات میں ایک علاقے میں جہاں جیپ بھی نہیں چل سکتی تھی بار برداری کے جانوروں کے ہنکانے والے ہی آڑے آئے اور گھٹنے گھٹنے بھر کیچڑ میں چل کر اگلے مورچوں تک رسد اور اسلحہ بہم پہنچائے۔

ہمارے بار برداری کے متعدد جانور ہلاک ہوئے۔ خچر پھسلتے تو نیچے سیکڑوں فٹ گہرے پتھریلے نالوں یا پہاڑی چشموں میں جا کر گرتے لیکن اس کے باوجود رسد رسانی کے سلسلے میں کوئی خلل نہیں پڑا اور وہ برابر قائم رہا۔ زوجی لا کے اردگرد جہاں سال بھر تقریباً قطب شمالی کے سے حالات رہتے ہیں ہمارے سپاہیوں کو جو بھیڑ کے دبیز چمڑے کی ٹوپیاں اور پوستینیں اور بھاری بھاری بوٹ پہنے ہوئے تھے اور شمالی امریکہ کے قدیم باشندے (اسکیمو) معلوم ہو رہے تھے لڑائی جاری رکھنے میں اس لئے کامیابی ہوئی کہ خچروں نے ان کا برابر ساتھ دیا۔

اس مہم میں آر۔ آئی۔ اے۔ ایس۔ سی کا شاید سب سے شاندار کارنامہ لیہہ کی حفاظت اور اسکے لئے ضروریات زندگی کا بہم پہنچانا تھا۔ شاہی ہندوستانی ہوائیہ جس نے لیہہ میں رسد اور رحمائف اتار کر ایک کارنامہ کر دکھایا ہماری مسلح فوجوں کی صرف اہم ترین ضروریات کو پورا کر سکتا تھا۔ لیکن یہ آر آئی اے۔ ایس۔ سی ہی تھی جسے ہمالیہ کے پہاڑی سلسلوں سے ہو کر اور پیچ در پیچ راستوں سے گذر کر ۲۰۳ میل کا فاصلہ طے کر کے مزدوروں اور کرایہ کے ہزاروں ٹٹوؤں کے ذریعہ رسد اور فوجی سامان بہم پہنچانا پڑتا تھا۔ کم و بیش ایک ہفتہ سے لے کر ڈیڑھ مہینے میں یہ خطرناک سفر طے کیا جا سکتا تھا۔

لیہہ جو سطح سمندر سے ۱۱۵۰۰ فٹ بلند ہے کی کا علاقہ ہے اور وہاں بہت کم غلہ پیدا ہوتا ہے۔ سامان اور رسد کی ضرورت صرف ہماری فوجوں کے لئے نہیں تھی بلکہ وہاں کے عام باشندوں کے لئے بھی۔ خچروں اور ان کے ڈرائیوروں نے لیہہ تک رسد پہنچانے میں قابل تعریف کام کیا۔ اسی طرح پونچھ سے رابطہ قائم کرنے کی کارروائیاں بھی خچروں کے بغیر بعید از قیاس ہوتیں خصوصاً ایسی صورت میں کہ راجوڑی اور پونچھ کے درمیان کوئی سڑک موجود نہ تھی۔

ہندستان کے میدانی علاقوں کے یہ جانور بعض وقت کشمیر کے غیر معمولی موسمی حالات کو برداشت نہ کرپاتے لیکن بحیثیت مجموعی وہ اس آزمائش میں کامیاب اترے۔ زخمی جانوروں کو طبی امداد پہنچانے اور ان کی نگہداشت وغیرہ پر مشورہ دینے کی غرض سے مختلف مقامات پر جانوروں کے علاج کی یونٹیں متعین تھیں۔ کافی تعداد میں خچر ہمہ وقت مہیا رکھے جاتے تاکہ سڑکوں پر یا ہراولی علاقوں میں جو خچر ضائع ہوں ان کی جگہ دوسرے خچر فوراً مہیا کئے جاسکیں۔

ہندستانی مسلح فوجوں کی ایک اور شاخ جس نے جموں اور کشمیر کی مہم میں اہم حصہ لیا آرمی آرڈی نینس کور تھی۔ آرڈی نینس کور کو فوجوں کے لئے گولی سے لے کر ٹینک اور دانت صاف کرنے کے لئے برش سے لیکر لڑائی کی وردی تک ہر قسم کا سامان فراہم کرنا پڑتا تھا۔ آرڈی نینس کور کو سامان کی فراہمی کے لئے جو فہرست ملی اس پر ..... لہ مدیں ہیں۔ کور کی گشتی یونٹیں انتہائی دور افتادہ پکٹوں پر اسلحہ کی جانچ کرتی تھیں۔ معمولی قسم کی خرابیاں وہیں درست کردی جاتیں اور اہم خرابیوں کے لئے یہ اسلحہ ایک چھوٹی سی فیکٹری میں بھیجدیئے جاتے تھے جو وسط میں قائم تھی، جہاں اُن کی مرمت ہوتی۔

دوسرے شعبوں کی طرح آرڈی نینس کور نے بھی غیر معمولی دشواریوں اور مشکلوں کا مقابلہ کیا۔ اس کے پاس بہت تھوڑا سا عملہ تھا اور جو کام اس کے سپرد تھا اس کے لئے نقل وحمل کے ذرائع بھی ناکافی تھے۔

موسم سرما کے لئے ذخیرے اکٹھا کرنا آرڈی نینس کور کے لئے ایک اہم مسئلہ تھا۔ جسقدر سامان رسد معمولاً فراہم کرنا پڑتا تھا اس کے علاوہ تقریباً .....۱۰ ٹن سامان اور اسلحہ مقررہ تاریخوں سے قبل ہراولی علاقوں تک پہنچانا اور ان کو مناسب جگہوں پر رکھنا تھا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی دقت نقل وحمل کی تھی۔ آرڈی نینس ریلوے کے تقریباً ہر آخری سرے پر آرڈی نینس کے ذخیرے اکٹھا ہو جاتے تھے اور اس وقت تک اکٹھا رہتے تھے جب تک انھیں رسدی سلسلے سے آگے نہ بھیجا جاتا۔ آرڈی نینس کور نے ڈپوؤں سے سامان بھیجنے کے لئے کئی حصوں پر مشتمل ایک پروگرام بنایا اور پٹھان کوٹ سے ذخیرے لے جانے کے لئے نقل وحمل کے ایک مخصوص غیر فوجی بیڑے کا انتظام کیا جس میں تین ٹن کی ..۴۰ موٹر گاڑیاں تھیں۔

آرڈی نینس کور نے جموں میں گشتی لانڈری یونٹوں کا بھی انتظام کیا۔ یہاں خراب کپڑے دبائی اثر سے پاک کئے جاتے تھے اور جدید ترین سامانوں کے ذریعہ ڈرائی کلیننگ کرکے ہراولی

علاقوں کو بھجوائے جاتے تھے۔

آرڈی نینس کور کے دو اور "تحفے" جو کشمیر میں ہماری فوجوں میں بیحد مقبول ہوئے وہ نہانے کے انتظامات اور سینما تھے۔ کشمیر میں گرم پانی سے نہانے کا انتظام ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ چنانچہ گشتی اشنان یونٹوں کا ہر جگہ خیر مقدم کیا جاتا۔ گشتی سینما شعبہ جو سینما دکھانے کی ۱۶ ملی میٹر کی مشینوں سے لیس تھا جموں اور کشمیر میں فوجوں کو سینما دکھانے کی غرض سے دو ذیلی شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔

رسل و رسائل کے ذرائع کی طرح ریاست میں ٹیلیفون کا نظام بھی ناکافی اور غیر ترقی یافتہ تھا۔ تار اور ٹیلیفون کی دو لائنوں میں سے ایک لائن جو سری نگر اور کوہالہ کے درمیان تھی اُسے حملہ آوروں نے کاٹ دیا تھا اور دوسری یعنی سری نگر۔ جموں، پٹھان کوٹ لائن جواب تک بے توجہی کا شکار تھی ایسی نہ تھی کہ اس بار کو برداشت کر سکے۔

ہماری فوجوں کے اولین فرائض میں ایک فریضہ دہلی کو جموں اور سری نگر سے وائرلس کے ذریعہ ملا دینا تھا۔ پھر سگنل کور نے سروس لائنوں پر کام کرنا شروع کیا اس لئے کہ سگنلوں کے بغیر کسی کارروائی کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دینا ناممکن ہے۔ سگنل کے سامان اوڑی، ذوجی لا اور پونچھ میں ہیڈ کوارٹرز سے انتہائی اگلے پکٹوں تک تقریباً ہر جگہ نصب کرنا پڑے۔ وائرلس اور ٹیلیفون کے سامان کو ہراولی علاقوں اور بعض وقت سطح سمندر سے ...۱۷ فٹ کی بلندی تک پہنچانا سگنل کور کے لئے ایک اہم مسئلہ بن گیا تھا۔ جہاں سڑکیں اس قابل نہ ہوتیں کہ ان پر موٹر گذر سکیں وہاں وائرلس کے سامان مزدوروں کے ذریعہ یا خچروں پر لے جانا پڑتے تھے اس کے باوجود جموں اور کشمیر کے سارے محاذ پر کوئی پہاڑی بلندی ایسی نہ تھی جس پر ہماری فوجوں کے ساتھ سگنل والے نہ گئے ہوں۔

اگرچہ موزوں قسم کے ساز و سامان ہمیشہ دستیاب نہیں رہتے تھے پھر بھی ہر درجہ کے سگنل والوں نے اپنا کام خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔ مثلاً سکردو کے محافظ دستے نے ریاستی فوجوں کے ایک ایسے وائرلس سٹ کے ذریعہ جس میں لاسلکی کا ایک بیرونی تار لگا ہوا تھا اور جو صرف ۲۰ میل کے حلقے میں کام دے سکتا تھا تقریباً ۲۰۰ کے فاصلہ پر سری نگر سے رابطہ قائم رکھا۔ ہندستان اور کشمیر کے محکمہ ڈاک و تار نے مواصلات کے بہتر سلسلوں کے قیام میں نہایت مفید خدمات انجام دیئے۔

بین مواصلاتی نظام کے قیام کے مقابلہ میں اس کے انتظام و انصرام کا مسئلہ دراصل سب سے اہم مسئلہ تھا۔ آپریٹروں کو رات دن لگاتار کام کرنا پڑتا تھا۔ لائن کے محافظین کو بارش اور برف باری میں لائنوں کی نگرانی کرنا پڑتی تھی تاکہ جس وقت ان میں کوئی خرابی ہو فوراً درست کردی جائے۔ فوجی مراسلے لے جانے والے خراب سے خراب موسم میں خطرناک سڑکوں سے ہوکر اہم مراسلے لے جاتے تھے۔ خراب موسم میں دو تین گھنٹے تک لاسلکی کے ہیڈ فون لگائے رہنا بھی تکلیف دہ ہو جاتا ہے لیکن سگنل والے جنھیں ان کارروائیوں میں اپنے اہم کردار کا پورا پورا احساس تھا کبھی شکایت نہ کرتے اور اپنے کام میں منہمک رہتے۔ اگرچہ سگنل والے حقیقتاً ماہرین فن ہوتے ہیں لیکن کشمیر میں انھیں اکثر و بیشتر پیدل فوج کی طرح لڑنا پڑتا تھا۔ مثال کے طور پر انھیں نوشہرہ میں ۶ر فروری ۱۹۴۸ء کو پیدل فوج کے سپاہیوں کی طرح لڑنا پڑا۔

ہندستانی فوجیں جس جس طرح آگے بڑھتی جاتی تھیں ہمارے مواصلاتی سلسلے لمبے ہوتے جارہے تھے اور ہندستان سے محاذ جنگ تک سامان پہنچنے کی رفتار سست پڑتی جارہی تھی سگنل کے سامان وزنی اور جسیم ہوتے ہیں اس لئے ان کو صحیح جگہ پر نصب کرنے اور لگانے کیلئے کافی پہلے سے منصوبہ بنانا پڑتا ہے غیر متوقع ہنگامی کارروائیوں کے لئے بھی ان کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ بہت سے مواقع پر سگنل کے ساز و سامان بہت ہی مختصر نوٹس پر ہندستان کے مستقروں سے کشمیر میں محاذ جنگ تک ہوائی جہاز سے بھیجنا پڑا۔

سری نگر میں پہلے اترنے والوں میں توپچی بھی تھے۔ دو روز کی جنگ کے بعد پیدل فوج کی مدد کے لئے توپخانے کی شدید ضرورت محسوس کی جانے لگی۔

۲۹ر اکتوبر کو تین گھنٹے کی نوٹس پر آرٹلری ڈائرکٹریٹ کے ایک سینیر افسر کو توپ خانے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کشمیر بھیجا گیا۔ پٹیالہ ریاستی فوج کی چار ۷ر۳ دور انداز توپیں ایک دن میں ہوائی جہاز کے ذریعہ محاذ جنگ پر پہنچائی گئیں اور دوسرے روز صبح ۵ بجے ان توپوں نے گولہ باری شروع کردی۔

پونچھ کی ہوائی پٹی پر ہوائی جہازوں کے ذریعہ توپ خانہ اتارنا اور اسے متعدد دیلوں سے جنھوں نے اس سے پہلے کبھی اتنا زیادہ بار برداشت نہیں کیا تھا، دوسری طرف لے جانا ایک حیرت انگیز کارنامہ تھا۔ توپ خانے کی یونٹوں نے جس محنت، بر وقت امداد اور حسن تدبیر سے

کام لیا اس سے دشمن کو مختلف محاذوں پر بے اثر کر دینے میں بڑی مدد ملی۔ توپ خانے کے مختلف حصے حیرت انگیز جگہوں میں اور ایسے مقامات پر گولہ باری کرتے ہوئے دیکھے گئے جہاں تک رسائی تقریباً ناممکن تھی۔

جموں سے جھنگر اور راجوڑی سے پونچھ تک سارے محاذ پر توپ خانے کو پھیلانا اور مناسب جگہوں پر لگانا حقیقتاً ایک فوجی کارنامہ تھا۔

مختلف محاذوں پر ہمارے توپ خانوں نے قابلِ تعریف مدد دی۔ ۳۶ ویں ٹینک شکن رجمنٹ کے ایک توپ خانے کی خدمات اس لئے حاصل کی گئی تھیں کہ جموں کی طرف کسی بکتر بند حملہ کا خطرہ باقی نہ رہے۔ اوڑی سے چکوٹی تک دشمن کے مورچوں کو توڑ کر اندر گھس جانے میں توپ خانے ہی کی صحیح اور لگاتار مدد کی وجہ سے کامیابی ہوئی۔ برف پوش زوجی لا یا ٹٹوال میں انتہائی ڈھلواں پہاڑیوں پر مورچے قائم کر کے ان توپ خانوں نے اپنی تاریخ میں نئے ریکارڈ قائم کر دیئے۔

جموں۔ بیری اور پٹن۔ نوشہرہ۔ جھنگر سڑکوں پر ہمارے ٹینکوں کی کامیاب نقل و حرکت اور سرگرمی حقیقتاً ایک کارنامہ ہے جو انھوں نے کر دکھایا۔ بکتر بند گاڑیاں سیکڑوں خطرات مول لے کر کوٹلی کے قریب بن کے پل تک پہنچیں۔ ان سڑکوں پر جگہ جگہ گہرے نالے پڑتے تھے اور یہ جنگلوں سے ڈھکی ہوئی ایسی پہاڑیوں سے ہو کر گذرتی تھیں جن پر دشمن کے جتھوں اور کمین گاہ سے گولی چلانے والوں کے لئے پوشیدہ ہونے کے کافی مواقع حاصل تھے۔ پھر اکثر و بیشتر یہ سڑکیں گرے ہوئے درختوں، بڑی بڑی چٹانوں، منہدم پلیوں اور ٹوٹے ہوئے پلوں کی وجہ سے مسدود اور ناقابلِ گزر ہو جاتی تھیں۔ لیکن ان سب کے باوجود ٹینکوں اور بکتر گاڑیوں کا ان پر سے گزرنا اک معجزہ تھا۔

زوجی لا میں سدِ راہ کو توڑ کر آگے نکل جانے اور پونچھ سے رابطہ قائم کرنے کی ابتدائی منزلوں کی کارروائیوں میں ٹینکوں نے جو کام کئے ہیں وہ افسانہ معلوم ہوتے ہیں۔ ٹینکوں کی نقل و حرکت ضرورتاً سڑکوں اور راستوں ہی تک محدود دیکھی گئی وہ چاہے وادیٔ کشمیر میں ہو یا پونچھ کو جانیوالی پہاڑی سڑکوں پر۔

جنوری ۱۹۴۸ء میں ایک بکتر بند دستہ جس میں ٹینک بھی شامل تھے بھمبر کی جانب دشمن کے علاقے میں ۱۴ میل اندر گھس گیا اور ۱۳ کا دلہ کے علاقے میں ان کے مضبوط مورچوں پر اچانک حملہ

کر کے کاری ضرب لگائی۔

یہ بکتر بند دستہ صبح سویرے روانہ ہوا اور انتہائی خاموشی کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا تیزی سے آگے بڑھا اور دشمن کو اس طرح جالیا کہ وہ محو حیرت رہ گئے۔ دونوں ہراول فوجوں اور ٹینکوں کی آدھ گھنٹے کی اس چڑھائی میں دشمن کے تقریباً ۲۰۰ آدمی مارے گئے۔

بکتر بند لڑاکو گاڑیوں نے مختلف محاذوں پر لڑائیوں میں جو حصہ لیا وہ کشمیر کی مہموں کی کامیابی میں بیحد اہمیت رکھتا ہے۔

۷ نومبر ۱۹۴۷ء کو شالہ ٹینگ کی جنگ میں اگرچہ خاص حملہ ہماری فوجوں نے سری نگر۔ بارہ مولا سڑک پر کیا تھا لیکن ایک بکتر بند دستہ جس میں بکتر بند موٹروں کا بھی ایک دستہ شامل تھا اور ایک رائفل بردار دستہ گاندربل۔ شادی پور۔ شالہ ٹینگ کے راستہ سے دشمن کے پہلو کی طرف روانہ کیا گیا۔ اس کارروائی میں پوری کامیابی ہوئی کیونکہ دشمن جو تعداد میں کہیں زیادہ اور مقابلے کے لئے ہر طرح تیار تھے ہمارے دستوں کو اپنے پہلو پر دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ انھیں شکست فاش ہوئی اور زبردست نقصانات اٹھانا پڑے۔

بکتر بند لڑاکو گاڑیاں جموں۔ پاکستان سرحد پر نیز جمبیر گڑھ۔ سانبہ۔ سوچیت گڑھ۔ اکھنور۔ چھمب اس علاقے میں تقریباً کھلے ہوئے میدان میں دشمن کے مورچوں کو "ڈھیلا" کرنے کے لئے استعمال کی گئیں۔

فوج کے "دست و بازو" میں پرووسٹ یونٹیں بھی شامل کی جا سکتی ہیں۔ ان میں سے پہلی یونٹ جموں میں ۱۴ دسمبر ۱۹۴۷ء کو پہنچی۔ اس کے اوّلین فرائض میں پٹھان کوٹ جموں سڑک پر نقل و حمل کے قافلوں کا انتظام و انصرام تھا۔ ۲۴ جنوری کو دوسری پرووسٹ یونٹ کے پہنچ جانے کی وجہ سے جموں کو سری نگر اور اکھنور سے ملانے والی دونوں سڑکوں پر آمد و رفت کے نظم و ضبط کا موقع مل سکا۔ بیشتر صورتوں میں ریاست کی خطرناک سڑکوں پر گاڑیوں وغیرہ کی آمد و رفت کے لئے یہ طریقہ استعمال کرنا پڑتا تھا کہ اوپر آنے والی گاڑیوں کو کچھ دیر کے لئے روک کر صرف نیچے جانے والی گاڑیوں کو گذرنے کی اجازت دی جاتی تھی پھر نیچے جانے والی گاڑیوں کو کچھ دیر کے لئے روک کر صرف اوپر جانے والی گاڑیوں کو گذرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

پھر دشمن کی مزاحمتوں اور مسدود سڑکوں سے بھی سابقہ پڑتا تھا۔ اگرچہ راستہ بتانے

کے لئے سائن بورڈ اور تیر لگے ہوئے تھے لیکن پتہ چلا کہ دشمن کے ٹھکانوں سے دور اسٹیجنگ پوسٹوں تک رہنمائی کرنے کے لئے ان سائن بورڈوں اور تیروں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا چنانچہ یہ ایک عام قاعدہ بن گیا کہ ہر قافلہ کے ساتھ پرووسٹ یونٹ کا ایک ماہر رہنما چلنے لگا۔

کشمیر سے بڑی تعداد میں پناہ گزینوں کو ہندوستان منتقل کرنے کی وجہ سے بے خوف وخطر آمدورفت کے نظم وضبط میں مزید رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔ پرووسٹ یونٹوں کو پناہ گزینوں کو علیحدہ کرنا اور ہندوستانی فوجوں کی طرح ان کی نقل وحرکت کے لئے بڑی احتیاط کے ساتھ منصوبہ تیار کرنا پڑتا تھا۔ پاکستانی فوجوں سے بھٹکے ہوئے ایسے لوگوں کی جبرگیری جو بدنظمی کے علاقوں میں اپنے خاندان والوں کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے مزید پریشانی کا باعث تھی۔ ان میں سے بہتوں کا دماغی توازن درست نہ تھا اس وجہ سے پرووسٹ یونٹ کے عملہ کو اور بھی دقتوں کا سامنا ہوتا اور ان کی انتہائی کوششوں کے باوجود بعض وقت ان کے ذہنی انتشار کو دور کرنے میں کامیابی نہ ہوتی۔

بہرحال ۱۲ فروری ۱۹۴۸ء تک نقل وحمل کی رفتار پر پوری طرح قابو پا لیا گیا تھا اور ۵ اپریل ۱۹۴۸ء تک سری نگر۔ بارہ مولا۔ سری نگر ٹٹول اور سری نگر۔ دراس سڑکوں پر آمدورفت ایک باقاعدہ نظام کے ماتحت ہونے لگی جسے پرووسٹ یونٹوں نے تشکیل دیا تھا۔ پرووسٹ یونٹوں کی زیر نگرانی جنگی قیدیوں کا ایک قید خانہ بھی وجود میں آیا۔ یہ قید خانہ کشمیر کی کارروائیاں شروع ہونے کے فوراً ہی بعد قائم ہوا تھا۔

پرووسٹ یونٹوں کی کچھ اور سرگرمیاں بھی تھیں جن کا تعلق ریاست کے نظم ونسق سے تھا مثلاً کسٹم اور آبکاری کے قوانین کا نفاذ نیز مجرمین اور مشتبہ اشخاص کی گرفتاری۔ ان علاقوں کو جن میں ہندوستانی فوجیں مقیم تھیں پرووسٹ یونٹیں صاف ستھرا رکھتیں اور ہندوستانی فوج میں کڑی ڈسپلن قائم رکھی جاتی۔

باب ۱۳

دوسرا محاذ

جموں اور کشمیر کی مہم میں "دوسرا محاذ" وہ تھا جس پر ہندستانی فوجوں نے امراض اور وباؤں کے خلاف جنگ کی۔

ہندستانی فوجوں کے میڈیکل کور کی سرگرمیاں صرف جنگ کے مجروحین کے جسموں سے گولیاں باہر نکالنے نیز زخمی اور بیمار ہندستانی سپاہیوں کا علاج کرنے تک محدود نہ تھیں بلکہ جہاں کہیں وہ پہنچتے مقامی باشندوں کی دیکھ بھال کا کام بھی اپنے ذمہ لے لیتے۔

جموں اور کشمیر کے ان پہاڑوں پر جہاں سڑکیں بھی نہ تھیں زخمی اور بیمار سپاہیوں کو بروقت طبی امداد پہنچانا بذات خود ایک کارنامہ تھا۔ دلیر اور جفاکش اسٹریچر برداروں کو جو کتنی لڑائیوں کے بے نام ہیرو تھے ایسے پہاڑوں سے ہو کر مریضوں کو لے جانا پڑتا تھا جن پر دشمن کا وار دورہ ہوتا۔

آئی۔ اے۔ ایم۔ سی کے سرجنوں نے ہراولی علاقوں کے عارضی اسپتالوں میں ایسے حالات میں کام کیا جن میں کام کرنا ناممکن تھا اور جہاں وہ ہر آن دشمن کی گولیوں کی زد میں تھے۔ فیلڈ سرجیکل ٹیموں کو ایسے مقامات پر فرائض انجام دینا پڑے جہاں زخمیوں کی گاڑیاں بھی نہ پہنچ سکتی تھیں۔

یہ ٹیمیں نقل خون کے آلات سے لیس تھیں اور زخمیوں کا علاج موقع ہی پر کردیا جاتا۔ یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا گیا تھا کہ مستقر کے اسپتالوں کا کام ہلکا ہو جائے نیز میدان جنگ سے اسپتالوں تک زخمیوں کو لے جانے میں وقت نہ صرف ہو اور انھیں فوراً طبی امداد مل جائے۔ اس طرح بہت سی جانیں بچالی گئیں۔ نوجوان اور تجربہ کار سرجنوں نے جو ان ٹیموں سے وابستہ تھے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر نیز اپنا آرام اور سکون قربان کر کے حیرت انگیز کارنامے کئے۔

روزمرہ کے طبی کاموں کے علاوہ محاذ جنگ کے اسپتالوں میں امراض کی تشخیص کے اعلیٰ طریقے اختیار کئے گئے اور ملیریا، اسہال، پیچش اور سردی لگ جانے کی وجہ سے جو

بیماریاں پیدا ہوئیں اُن کا تدارک اور علاج کیا گیا۔

جنگ یا حملہ کے دوران میں ہر لڑنے والی یونٹ کے ہمراہ ایک میڈیکل افسر، دو آرڈرلی اور کافی تعداد میں اسٹریچر بردار ہوتے۔ میڈیکل افسر اپنے ساتھ اتنا طبی سامان اور آلات لے جاتا جتنا کہ وہ آسانی سے لے جاسکتا تھا۔

زخمی یا مریض کا فوری علاج محاذ جنگ پر کام کرنے والی ٹیم کرتی۔ اس کے بعد اُسے جنگی اسپتال کی کسی بدل چوکی میں بھیجدیا جاتا۔ یہاں مزید علاج کرنے کے بعد اس کو فیلڈ ایمبولنس کمپنی کے ہیڈکوارٹرز لایا جاتا جو حملہ آور دستے کے ہراول ہیڈکوارٹرز کے قریب قائم تھے۔ اگر زخمی یا مریض سپاہی کی حالت بدستور تشویشناک رہتی تو اُسے فوراً مستقر کے اسپتال میں منتقل کردیا جاتا۔

پنسلین اور سلفا دوائیں کافی مقدار میں برابر مہیا کی جاتیں جس کی وجہ سے میڈیکل افسروں کو اس بات کا موقع ملا کہ وہ زخمیوں اور مریضوں کا علاج میدان جنگ میں جدید طریقوں پر کریں۔ نقل خون کے اسٹور میں خون کافی مقدار میں برابر موجود رہتا۔ محاذ جنگ کے اسپتالوں کو آپریشن کے اوزار اور دوسرے سامان مہیا کئے جاتے۔ محاذ جنگ کے بعض اسپتالوں میں اکسرے کے بھی انتظامات تھے۔

جنرل اسپتالوں میں میدان جنگ کے ایسے مریض داخل کئے جاتے جن کی حالت تشویشناک ہوتی یا جو عرصہ سے بیمار یا زخمی ہوتے۔ ایسے لوگ جنھیں دو ہفتے سے زیادہ کے علاج کی ضرورت ہوتی وہ بالعموم ہوائی جہاز سے ان اسپتالوں میں پہنچائے جاتے۔ جیپ پوسٹ جن میں اسٹریچر مہیا ہوتے اور ایمبولنس کار پوسٹ فوجی پکٹوں سے ٹیلیفون کے ذریعہ مسلسل رابطہ قائم رکھتے۔

جب پہاڑ کی چوٹی کے کسی پکٹ پر کوئی شخص زخمی ہوتا یا بیمار پڑتا تو اسٹریچر بردار اسے فوراً نیچے کسی جیپ چوکی یا ایمبولنس چوکی پر لاتے جہاں سے اس کو محاذ جنگ کے پیچھے کسی اسپتال میں بھیجدیا جاتا۔ یہاں ماہرین جدید قسم کے آلات اور اکسرے کی مدد سے انتہائی نازک اور اہم آپریشن کرتے۔

شاہی ہندستانی ہوائیہ نے مریضوں کو دور افتادہ مقامات سے مستقر کے اسپتالوں تک منتقل کرنے میں بڑی مدد دی۔ مثلاً ایک سپاہی جو اوڑی یا جھنگر کے علاقے میں زخمی ہوتا، ۲۴ گھنٹے کے اندر مستقر کے کسی اسپتال میں جو محاذ جنگ سے کوسوں دور ہوتا منتقل کردیا جاتا۔



سری نگر کے کینٹین
میں خواتین سماجی
فلاحی ادارے کی
کارکن جوانوں کی
خاطر مدارات
کر رہی ہیں



لفٹی ننٹ جنرل
ایس۔ایم شری
نگیش، جی او سی۔
ان۔سی مغربی
کمان، کی اہلیہ ایک
ہراولی علاقے میں
جوانوں سے
بات چیت
کر رہی ہیں



ایک، فوجی ڈاکٹر آزاد کرائے ہوئے ایک مریض کا راجوڑی میں معائنہ کر رہا ہے۔



ایک ہراولی علاقے میں ایک زخمی سپاہی کو فوری طبی امداد بہم پہنچائی جا رہی ہے۔



علاقہ جموں وکشمیر کے بیشتر شفاخانے فوجی ڈاکٹروں کی نگرانی میں چلتے ہیں۔
جن میں مریضوں کو مفت طبی امداد دی جاتی ہے۔یہاں ایک فوجی ڈاکٹر ایک
لڑکے کو انجکشن لگا رہا ہے

حفظانِ صحت کے شعبوں نیز محاذ جنگ پر کام کرنے والی ٹیموں کی انسداد ملیریا یونٹوں نے صحت و صفائی کے اعلیٰ معیار کو برقرار اور محاذ جنگ پر لڑنے والے سپاہیوں کو مقامی باشندوں کی بیماریوں سے محفوظ رکھکر امراض کا کامیابی کے ساتھ انسداد کیا۔ محاذ جنگ کی بعض ٹیموں کی یونٹوں کو ملیریا اور پیچش کی دواؤں کے جو بکس دیئے گئے تھے ان سے بخار اور معدہ کی بیماریوں کی تشخیص میں بھی مدد ملی۔

مستقر کے اسپتالوں میں امراض کی جانچ کے لئے تجربہ گاہیں بھی موجود تھیں۔ مختلف انسدادی تدبیریں بھی اختیار کی جاتیں مثلاً کیڑوں مکوڑوں کو مارنے کے لئے ڈی ڈی ٹی اور دوسری دوائیں استعمال میں رکھی جاتیں۔ اس طرح ان امراض کا بڑی حد تک انسداد کیا جاسکا جن کے جراثیم ایک مریض سے دوسرے مریض تک پہنچ جاتے۔ انفرادی طور سے بھی لوگوں کے پاس پانی کے جراثیم مارنے کی جو دوائیں ہوتیں ان سے ہماری فوجوں کو ہر جگہ صاف پانی استعمال کے لئے ملتا۔

چیچک اور میعادی بخار سے جوانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ٹیکے کا ملف ہوائی جہاز سے برابر مہیا کیا جاتا جب کبھی کسی گاؤں میں ہیضہ پھیلتا تو حفظ ما تقدم کے طور پر آس پاس کے علاقے میں لوگوں کو ہیضہ کے ٹیکے لگادیئے جاتے۔ ان علاقوں میں ٹائیفس کے ٹیکے لوگوں کو لگائے جاتے جہاں کے لئے یہ بیماری مخصوص تھی۔

محاذ جنگ پر غذائی خامی کو دور کرنے کا مسئلہ بھی اتنا ہی اہم تھا اس لئے کہ محاذ جنگ پر افسروں اور جوانوں کو اکثر کئی کئی روز تک تازی ترکاری یا گوشت کے بغیر صرف دال اور چند چپاتیوں پر بسر کرنا پڑتا تھا۔ جاڑوں میں ان فوجوں کی خوراک میں جو سری نگر اور گریس و ذوجی لا کے علاقوں میں لڑ رہی تھیں ۲۰۰ کیلوری مزید حرارت پہنچائی جاتی۔

فیلڈ ریسرچ ٹیم ایک اہم یونٹ تھی جو کشمیر میں کام کر رہی تھی۔ ٹائیفس عود کر آنے والے بخار اور متعدی ہیپاٹائٹس کے تدارک میں اس یونٹ سے بڑی مدد ملی۔ تحقیقاتی ٹیموں نے ہراولی علاقوں میں ملیریا کا سروے کیا اور ان متعدی امراض کے اسباب و علل کی تحقیقات کی جو دیہاتوں میں اکثر و بیشتر پھیلتے۔ مختلف حامل جراثیم کیڑوں کے پیدا ہونے کی جگہوں کی باقاعدہ جانچ کی گئی اور اس طرح جو معلومات فراہم ہوئیں ان سے ان امراض کے متعلق طبی تحقیق میں نہایت مفید مدد ملی جو صرف جموں اور کشمیر میں پیدا ہوتے ہیں۔

فیلڈ ٹائیفس ریسرچ ٹیم کو اوڑی اور بارہ مولا کے قریب بعض دیہاتوں میں کچھ لوگوں کے ٹائیفس میں مبتلا ہونے کی اطلاع ملی۔ چنانچہ اس نے متعدد دیہاتوں کا دورہ کیا اور اس مرض کی تحقیق کرنے کی غرض سے مکمل تحقیقات کی۔ دوسرا اہم سروے وادی کشمیر میں ملیریا کے سلسلے میں ۱۹۴۸ء کے موسم گرما میں کیا گیا اور اس کے نہایت مفید نتائج برآمد ہوئے۔ ایک خاص قسم کی بیماری جو عود کر آنے والے بخار سے ملتی جلتی تھی ہندستانی فوج کے میڈیکل افسروں کے لئے پریشانی کا باعث بنی۔

ان امراض اور بیماریوں کے انسداد کے لئے کامیاب تحقیق کی گئی اور آخر کار پتہ چلا کہ عود کر آنے والے بخار کا سبب ایک قسم کا کیڑا ہے جس کے کاٹنے سے یہ بیمار پیدا ہو جاتی ہے۔ اس تحقیق کے بعد اس بیماری پر قابو پا لیا گیا۔

ٹائیفس کی اور بھی بہت سی قسمیں تھیں جو ہندستان میں کسی اور جگہ نہیں پائی جاتیں۔ اس کے علاوہ بعض اور بیماریاں بھی تھیں جن سے میڈیکل افسروں کو جنگ کرنا پڑی۔ مثلاً برف کوری، پاؤں کے کھال کے گل جانے کی بیماری، برفباری کی وجہ سے جسم پر ورم یا پھوڑا پیدا ہو جانے کی بیماری اور ایک مخصوص بلندی پر پہنچکر خاص قسم کا درد سر۔ سائنسی تحقیق اور مشاہدوں سے میڈیکل افسروں کو ان بیماریوں کے فوری علاج میں بڑی مدد ملی۔

جموں اور کشمیر میں امن و امان قائم ہونے کے بعد ریاست کے باشندے عرصہ دراز تک اس بے لوث جد وجہد کو امتنان و تشکر کے ساتھ یاد رکھیں گے جو ہندستانی فوجوں نے ان کے دیہاتوں سے امراض اور وباؤں کی بیخ کنی کے سلسلہ میں کی ہے۔

جموں اور کشمیر میں ہندستانی فوجیں جن مسائل سے دوچار تھیں ان میں آزاد کرائے ہوئے علاقوں کا مقامی نظم و نسق بھی تھا جو کلیتہً درہم برہم ہو گیا تھا۔ حفظان صحت کے جو کچھ انتظامات وہاں پہلے تھے وہ ختم ہو چکے تھے۔ ہر طرف کوڑے کرکٹ اور گندگی کے ڈھیر دکھائی دیتے جن سے بدبو نکلتی رہتی تھی۔ امراض اور وباؤں کے جراثیم کے یہی مسکن تھے جن میں وہ نشو و نما پاتے۔ ملیریا اور غذائیت کی کمی سے پیدا ہونے والے دوسرے امراض اور وبائیں مثلاً ہیضہ اور چیچک وہ خاص دشمن تھے جن سے ہندستانی فوج کی میڈیکل یونٹوں کو مقابلہ کرنا پڑا۔

وبائی امراض کے انسداد کے لئے صرف یہی ضروری نہیں تھا کہ ریاست میں جو طبی امداد میسر تھی اس میں اضافہ کیا جائے بلکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ پوری طرح جانچ پڑتال کر کے اسے

ازسرِ نو منظم کیا جائے۔ ہندستانی فوجوں نے کشمیر میں اوڑی، بارہ مولا، گاندربل، گریس، تنگ دھار اور کرگل میں شہریوں کے لئے شفاخانے قائم کئے۔ سری نگر میں بھی ایک بہت بڑا شفاخانہ قائم کیا گیا جو پناہ گزینوں کے لئے مخصوص تھا۔ ان شفاخانوں میں اوسطاً ایک ہزار مریض روزانہ آتے تھے۔ اس کے علاوہ میڈیکل یونٹیں جہاں جہاں متعین تھیں ان کو اس بات کی ہدایت تھی کہ غیر فوجی کارکنوں کا جن کی خدمات فوج نے حاصل کی تھیں اور ان کشمیریوں کا علاج و معالجہ کریں جن کو طبی امداد کی ضرورت ہو۔

وباؤں کے تدارک اور وبائی امراض کے مریضوں کو دوسروں سے علیحدہ کرنے کے لئے فوجی ڈاکٹر فوری اقدامات کرتے۔ کرگل کے آزاد ہونے کے بعد ہی فوجی ڈاکٹروں کو معلوم ہوا کہ وہاں کے شہریوں میں چیچک وبائی شکل میں پھیلی ہوئی ہے۔ چند ہی روز کے اندر ویکسین کی ۸۰۰۰ خوراکیں شہریوں کو چیچک کا ٹیکہ لگانے کے لئے ہوائی جہاز کے ذریعہ کرگل پہنچا دی گئیں۔ تنگ دھار کے علاقے میں بھی چیچک پھیلی ہوئی تھی اور ویکسین کی ۵۰۰۰ خوراکیں وہاں بھیجی گئیں۔

ہیضہ ان امراض میں سے تھا جن کے خلاف ہندستانی فوج کے ڈاکٹروں کو انتہائی شدید جنگ کرنا پڑی۔ اکھنور، نوشہرہ، راجوڑی اور وادیٔ دریال میں ہیضہ وبائی شکل میں پھیلا ہوا تھا۔ نوشہرہ میں جولائی۔ اگست ۱۹۴۸ء میں ہیضہ کے ۲۷ مریضوں میں ۹ ہلاک ہوئے۔ راجوڑی میں ۱۱۴ میں سے ۶۷ اور دریال میں ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں ۳۳۰ مریضوں میں ۱۰۵ فوت ہوئے۔ ہندستانی فوج کے میڈیکل کور کے افسروں نے ان علاقوں میں ہیضہ کے مریضوں کے علاج اور انکو دوسروں سے علیحدہ رکھنے اور وباؤں کے انسداد کے لئے مستعدی کے ساتھ فوری اقدامات کئے۔

دوسرے امراض جو ریاست کے باشندوں میں عام تھے وہ اسہال، آنکھ کے امراض بخار اور جلدی امراض تھے۔ ان سب سے بڑھ کر تھی غذائیت کی کمی جو ہر دوسرے شہری میں پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے وہ مختلف قسم کے جسمانی امراض کا شکار رہتا تھا۔

آزاد کرائے ہوئے علاقوں کے غیر اطمینان بخش حالات نیز جموں اور نوشہرہ سے لوگوں کی مسلسل نقل و حرکت کی وجہ سے ہندستانی فوج کے میڈیکل افسروں کے کام میں بہت کچھ رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔ ہیضہ کے مریضوں کا پتہ لگانے کے لئے جو جانچ چوکیاں قائم تھیں وہ ہیضہ سے متاثر اشخاص کو ان علاقوں میں داخل ہونے سے پوری طرح نہ روک سکیں۔

امراض اور وباؤں کی روک تھام اور ان کے انسداد کے سلسلے میں فوجی میڈیکل افسروں نے پوری مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیے۔ ہیضہ کے انسداد کے لئے احتیاطی تدبیریں مستعدی کے ساتھ عمل میں لائی گئیں اور جن علاقوں میں ہیضہ پھیلا ہوا تھا ان میں گھر گھر جانچ کی گئی۔ مقامی یونٹوں کے تمام جوان سڑکوں کی صفائی اور ڈی۔ ڈی۔ ٹی چھڑک کر نیز جراثیم مارنے والی دوسری دواؤں کے ذریعہ مکانوں کو جراثیم سے پاک کرنے کے کام پر لگائے گئے۔ پانی کے مقامی ذخیروں میں کلورین ڈال کر پانی صاف کیا جاتا۔ کھاری بوتلیں فوجوں کی جانب سے مہیا کی جاتیں اور جہاں مہیا نہیں کی جا سکتی تھیں وہاں بارش یا چشمہ کا پانی اکٹھا کیا جاتا اور اسے صاف کر کے اس سے آبِ شور تیار کیا جاتا تھا۔

متعدد علاقوں میں مریضوں کو علیحدہ رکھنے کے لئے وارڈ بنائے گئے تھے اور ان میں میڈیکل افسر ہیضہ کے مریضوں کا باقاعدہ علاج کرتے۔ مثلاً شہر نوشہرہ کی مکمل صفائی کے لئے۔ اُسے چھ حلقوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ بہترین مرکز یا سب سے زیادہ صاف ستھرے مکان کے لئے انعامات تقسیم کئے جاتے تاکہ شہریوں میں صاف ستھرا رہنے اور حفظانِ صحت کے اصولوں کو برتنے کی عادت پڑے۔ ان انعامات میں صابن اور مٹھائیاں بھی شامل ہوتی تھیں۔

شہریوں کے لئے طبی سامان اور دوائیں جن میں پنسلین اور سلفا دوائیں شامل تھیں مہیا کی جاتیں۔ اکھنور میں چند روز کے اندر جن لوگوں کو ٹیکے لگائے گئے ان کی تعداد تقریباً ۲۴۰۰ تھی۔ اس کے علاوہ ایک اسپتال بھی کھولا گیا جس میں ۶۰ مریضوں کے لئے جگہ تھی۔ ان بروقت اقدامات سے امراض کا دائرہ محدود اور بالآخر ان کا مکمل استیصال ہو گیا۔ کشمیر کے متعدد علاقوں میں شہریوں کو وباؤں اور متعدی امراض سے محفوظ رکھنے کے لئے ایسے پروپیگنڈا لکچروں کا انتظام کیا گیا جن سے مفید معلومات فراہم ہوتیں۔

پونچھ کے محصور شہر میں صحت سے متعلق خاص طرح کے مسائل اٹھ کھڑے ہوئے۔ ۴۰۰۰۰ پناہ گزینوں کی خبرگیری کا بار ہندستانی فوجوں کے میڈیکل کور پر آپڑا۔ ضروریاتِ زندگی کے فقدان اور ان کے مصائب کے باوجود پناہ گزینوں میں کسی شدید وبا کا نہ پھیلنا اس بات کا ثبوت ہے کہ فوجی ڈاکٹروں نے پناہ گزینوں کی صحت کی دیکھ بھال کس مستعدی اور خوش اسلوبی کے ساتھ کی۔



اوڑی میں ایک زمین دوز اسپتال جو جنرل کری اپا کے نام سے موسوم ہے۔ ایک زخمی سپاہی
اسپتال میں لایا جا رہا ہے۔

ایک یونٹ ڈاکٹر کشمیر کے ایک دیہات میں بٹالین ہیڈکوارٹرز پر ایک مسلمان کے زخم کی مرہم پٹی کر رہا ہے۔





فوجی سرجن راجوڑی کے حلقے کے ایک ہراولی علاقے میں ایک زخمی سپاہی کا آپریشن کر رہے ہیں۔

سری نگر کے پناہ گزین کیمپوں میں فوج کے میڈیکل افسران اس بات کا اطمینان کرنے کیلئے برابر جاتے کہ حفظانِ صحت کے اصولوں پر عمل درآمد کیا جارہا ہے یا نہیں اور یہ کیمپ صاف ستھرے رکھے جاتے ہیں یا نہیں۔ گرمیوں میں ان کیمپوں میں ڈی۔ ڈی۔ ٹی چھڑکی جاتی۔ ہندستانی فوجوں نے جب شمال میں گریس کے علاقہ کو آزاد کرایا ہے تو وہاں کے دیہاتوں میں گندگی کا دار دورہ تھا لیکن آزاد ہونے کے بعد جلد ہی ان کی صورت بدل گئی اور ہندستانی فوجوں کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ ان کی مساعی سے گندگی کی جگہ صحت وصفائی نے لے لی۔

جموں میں لوگوں کو طبی امداد ویکسین اور سیر اور دوسری دواؤں کی شکل میں جو صوبہ میں نہیں ملتی تھیں معمولاً قیمتوں پر دی جاتی۔ اگرچہ صوبہ جموں میں فوجی شفاخانے نہیں قائم تھے لیکن میڈیکل یونٹوں کو ہدایت تھی کہ وہ شہریوں کو اپنے ساتھ رکھ کر اور بغیر رکھے ہوئے دونوں طرح سے طبی امداد دیں۔

چھمب اور پلاتن میں ہندستانی فوج نے ایک "ایم۔ آئی مدووم" قائم کیا جہاں مئی سے نومبر ۱۹۴۸ء تک ایک ہزار سے زیادہ مریضوں کا بیرونی مریض کی حیثیت سے علاج کیا گیا اور تقریباً ۱۰۰ مریضوں کا علاج ایک عارضی اسپتال میں کیا گیا جو کیمپ علاقے سے باہر قائم تھا۔ مقامی باشندے اس سلسلے میں ہندستانی فوج کے اس قدر شکر گذار ہوئے کہ انھوں نے دواؤں کی خریداری کے لئے آپس میں چندہ جمع کیا اور مردوں نے نرسنگ اردلی کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کیں۔

جموں اور کشمیر میں امراض اور بیماریوں کے خلاف ہندستانی فوجوں کی جنگ میں صحت سے متعلق نیز بچوں کی وہ نمائشیں شامل تھیں جو فوجی کیمپ سے قریب کے دیہاتوں میں منعقد کی گئیں اور سب سے صحت مند بچے کو انعام دیا گیا۔ ان نمائشوں میں فوجی یونٹوں کے پاس جو راشن موجود تھا اُسے اکٹھا کر کے پکایا گیا اور شہریوں میں تقسیم کیا گیا۔

مناسب ہوگا کہ اس باب میں ان خدمات کا ذکر و اعتراف کیا جائے جو مسلح افواج کے خواتین کے ادارۂ فلاح نے جموں اور کشمیر میں انجام دی ہیں۔ اس ادارہ نے جسے فوجی افسروں کی بیویاں چلا رہی تھیں فوجیوں کے لئے سلے اور بُنے ہوئے اونی کپڑے، طرح طرح کے تحفے اور مٹھائیاں وغیرہ مہیا کیں، تیمارداری میں مدد دی، رسالے اور کتابیں جمع کیں اور کینٹین کھولے۔ یہ ادارہ ۱۹۴۷ء میں قائم ہوا تھا۔ اور ہندستان کے سابق کمانڈر انچیف کی بیوی لیڈی بچر

اُس کی صدر تھیں۔ اس وقت اس ادارے کی چھ ذیلی کمیٹیاں اور ۴۳ ملحقہ شاخیں ہیں جو سارے ہندستان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ ادارہ خاص طور سے فوجیوں کی فلاح و بہبود کے لئے قائم ہے۔

کشمیر کی فوجی کارروائیوں کے دوران میں اس ادارہ نے نہایت مفید کام انجام دیے۔ مارچ ۱۹۴۸ء اور اس کے بعد سے آسائش کی ذیلی کمیٹی نے ہر مہینے ۲۵۰۰ روپے کے سامان مثلاً بسکٹ، سگرٹ، بیڑی، ٹوائلٹ کے سامان، گراموفون ریکارڈ، ہارمونیم، تبلے، اچار، مربے، پاپڑ اور مٹھائیاں خریدیں اور انھیں مقررہ وقفہ سے کشمیر روانہ کیا۔ اس ادارے کی ممبروں نے ہاتھ سے بُن کر جو کپڑے ہماری فوجوں کے لئے بھیجے ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ اپریل تک تحائف کے پارسلوں کی تعداد جو کشمیر بھیجے گئے ۴۰۸۹ تھی۔ ان پارسلوں میں سوئٹر، دستانے اور موزے بھیجے گئے تھے۔

اکتوبر ۱۹۴۸ء میں دیوالی کے موقع پر اس ادارے کی ۱۴ خواتین ممبران جوانوں کو ۱۲۵۰۰ روپے کی مٹھائیاں تقسیم کرنے اور انھیں دیوالی کی مبارکباد دینے کے لئے جموں اور سری نگر گئیں۔ اس موقع پر صرف ایک ڈویزن میں مٹھائیوں کے ۲۰۰۰ سے زیادہ پیکٹ تقسیم کئے گئے۔ انتہائی دور افتادہ ہراولی پکٹوں کو بھی مٹھائیاں بھیجنے کی کوشش کی گئی۔

کشمیر اور دہلی میں ترسنگ اور اسپتالوں کی ذیلی کمیٹیوں نے رڈکراس سوسائٹی کی رفاقت میں رضاکارانہ بنیاد پر زخمیوں اور بیماروں کی تیمارداری اور ان کی مدد کے فرائض انجام دیے جس زمانہ میں کہ سری نگر کے فوجی اسپتالوں میں زخمیوں کے بڑی تعداد میں پہنچنے کی وجہ سے کام بہت بڑھا ہوا تھا چھ یا سات خواتین روزانہ شام کو زخمیوں اور بیماروں کی تیمارداری کی غرض سے اسپتال جاتیں۔ چار یا اس سے زیادہ خواتین کے جتھے دہلی کے فوجی اسپتال اور ۲۶ خواتین ہندستانی جنرل اسپتال میں ہفتہ میں تین بار جاتیں اور لکھنے پڑھنے، خطوط نویسی، خیالات بٹانے والے طریقۂ علاج اور مریضوں کی شکایتوں کو دور کرنے میں ریڈکراس کے کارکنوں کی مدد کرتیں۔

سنیما اور سرکس کے مفت تماشوں کے علاوہ روبہ صحت سپاہیوں کے لئے ہر ماہ اکٹھ جلسے بھی کئے جاتے۔ کشمیر سے آنے والے یا کشمیر جانے والے فوجیوں کے لئے ایک کینٹین دہلی میں اکتوبر ۱۹۴۸ء میں کھولا گیا جس میں ان کو چیزیں مفت دی جاتیں۔ روزانہ اوسطاً ۲۰۹ جوانوں کو سامان اور چیزیں فراہم کی جاتیں۔ جنگ بندی کی تاریخ تک اس کینٹین میں جو کلیتاً اُس ادارے کے ممبروں کے اہتمام اور نگرانی میں چل رہا تھا ۶۵۰۰ سے زیادہ فوجیوں کو سامان

دیا گیا۔ جس پر تقریباً ...۱۷ روپئے صرف ہوئے۔

سنوبال اور بُنائی کی کمیٹی نے جس کا الحاق اس ادارے سے جنوری ۱۹۴۸ء میں ہوا تھا تقریباً ...۵ کپڑے کشمیر میں لڑنے والوں کے لئے ہاتھ سے بُنے۔ اس مقصد کے لئے ...۲ پونڈ سے زیادہ اون خریدا گیا تھا۔ جن عورتوں نے یہ کپڑے بُنے ان کی تعداد یقیناً ہزاروں تک ہوگی۔

اس سال فروری میں چندہ جمع کرنے کے لئے ایک فلاحی ہفتہ بھی منایا گیا۔ اس ہفتہ کے دوران میں ...۵ روپئے کی جو رقم جمع کی گئی وہ کشمیر میں فوجیوں کے آرام و آسائش اور ضروریات کی مزید چیزیں فراہم کرنے پر صرف ہوئی۔ اس ادارہ کی خدمات رضا کارانہ تھیں اور جو اخراجات ہوتے وہ غیر سرکاری لوگوں کی رقوم، عطیات اور چندوں سے پورے ہوتے تھے۔ شاہی ہندستانی بحریہ کے کمانڈر انچیف کی اہلیہ مسز پیری اور اس ادارے کی موجودہ صدر اور مسز شری نگیش، مسز کلونت سنگھ اور مسز مانک شاہ نے ان لا تعداد خواتین کی رفاقت میں جو اس ادارے کی ممبر ہیں محنت اور جانفشانی سے کام کیا اور جموں اور کشمیر میں امراض کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کا ایک قابل تعریف ریکارڈ قائم کر دیا۔

ضمیمه

ضمیمہ ۱

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء سے قبل کے سرحدی واقعات

وہ اقتصادی دباؤ جو ریاست پر ڈالا گیا اور وہ سرحدی جبرہ دستیاں جو پاکستان سے حملوں کی شکل میں کی گئیں اور جنھوں نے تقریباً ساتھ ساتھ شدت اختیار کی اس حملہ کی تمہیدیں تھیں جو پوری طاقت کے ساتھ ریاست جموں و کشمیر پر پاکستان سے کیا گیا۔

۲ ستمبر کو جموں کے جنوب مشرق میں سرحد پر پہلا واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد سے تقریباً روزانہ حملہ آور سرحد پر ادھر ادھر دھاوے کر کے اندر گھس آتے۔ آخر کار انہوں نے ۲۰ اکتوبر کو کشمیر پر ڈویل سڑک سے پوری طاقت کے ساتھ حملہ کر دیا۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ ان سرحدی واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء سے قبل پیش آئے اور جن سے ریاست جموں و کشمیر نے حکومت ہند کو مطلع کیا۔

۲ ستمبر ۱۹۴۷ء —— جموں سے ۱۱ میل جنوب مشرق میں کوٹھ میں مسلح حملہ آوروں نے پناہ گزینوں کا تعاقب کیا اور لوٹ مار اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیا۔ ریاست کشمیر کی محافظ فوج جب موقع پر پہنچی تو یہ حملہ آور پاکستان کے علاقے میں بھاگ گئے۔ ... ۳ حملہ آوروں کے ایک اور گروہ نے سانبہ سے ۱ میل جنوب میں موضع راجپورہ کے قریب ایک ہندو پناہ گزیں اور اس کی بیوی کو راستہ میں روک کر لوٹا اور قتل کر دیا اور ان کی دو لڑکیوں کو اغوا کر لیا اور بعد میں راجپورہ پر بھی حملہ کیا۔ پاکستانی باشندوں کے ایک گروہ نے جموں۔ پاکستان سرحد پر دوہالی پر حملہ کیا اور مویشی اٹھائے گئے۔ اس کے علاوہ سروس رائفلوں سے مسلح ... ۵ حملہ آوروں کے ایک اور گروہ نے پناہ گزینوں کا تعاقب کیا اور سانبہ سے ۳ میل جنوب میں چک ہریا میں ریاست کے پٹرول کے ذخیرہ پر حملہ کیا۔

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء —— کہوٹہ اور مری کی تحصیلوں کے ... ۲ یا ... ۳ مسلح حملہ آوروں نے اوون خری سے سات میل شمال اور جنوب میں پنجر کے علاقے میں دریائے جہلم کو پار کر کے ریاست کے علاقے پر حملہ کیا اور وہاں کے باشندوں کو لوٹا اور قتل کیا۔

۵ ستمبر ۱۹۴۷ء —— پونچھ کے مغربی علاقے میں مسلح حملہ آوروں کے جتھے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چکر لگاتے رہے۔

۶ ستمبر ۱۹۴۷ء ——— خاص خاص سڑکوں پر پاکستانی سپاہیوں کی سرگرمیاں بڑھ گئیں۔ ایک پاکستانی گشتی دستہ بھمبر سے ۱۲ میل مغرب میں علی بیگ میں گھس آیا۔

۷ ستمبر ۱۹۴۷ء ——— مناور اور شری کے جنوب میں سرحد پر پاکستانی مجتمع ہوئے اور انھوں نے مظاہرے کئے لیکن سرحد نہیں پار کی۔

۹ ستمبر ۱۹۴۷ء ——— ریاست کشمیر کی رعایا کا ایک قافلہ پاکستانی سپاہیوں کی حفاظت میں راولپنڈی سے کوہالہ آرہا تھا۔ لیکن یہ قافلہ کوہالہ نہیں پہنچا۔ بعد میں جو اطلاعات ملیں ان سے معلوم ہوا کہ کوہالہ آتے ہوئے راستہ میں یہ قافلہ بیدردی کے ساتھ قتل کردیا گیا۔

۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء ——— میرپور کے ڈاک خانہ نے رجسٹریاں، بیمے اور منی آرڈر لینے سے انکار کردیا۔ سرحد اُس پار علی بیگ میں گاؤں والوں کو اسلحہ دئے گئے۔

۱۳ اور ۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء ——— پاکستانی فوج کے گشتی دستے ریاست کے علاقے میں گھس آئے اور بھمبر سے ۱۴ میل مغرب میں علی بیگ اور جٹلی میں وارد ہوئے۔

۱۶ ستمبر ۱۹۴۷ء ——— پاکستان کے جو فوجی ڈاک خانہ کا خزانہ جہلم سے میرپور لے کر گئے تھے وہ اشتعال انگیز نعرے لگاتے ہوئے واپس ہوئے۔

۱۷ ستمبر ۱۹۴۷ء ——— رنبیر سنگھ پورہ سے تقریباً ۱۲ میل جنوب مشرق میں ریاست کے حدود میں ریاست کی محافظ فوج کے ایک چھوٹے سے دستے کی مٹ بھیڑ ۷۰ پاکستانی حملہ آوروں کے ایک پوری طرح مسلح جتھے سے ہوئی۔ حملہ آور بھگا دئے گئے۔

۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء ——— سیالکوٹ سب ایریا ہیڈ کوارٹرز نے پاکستان کے ریلوے حکام سے پانچ ریلوے ویگن ——— تین ویگن پٹرول کے، ایک ڈیزل آئل کا اور ایک مٹی کے تیل کا ——— جو سیالکوٹ میں رُکے پڑے تھے حفاظتی دستے کے ہمراہ بالترتیب جموں اور سوچیت گڑھ بھیجے کے لئے رجوع کیا۔ یہ تجویز پیش کی گئی کہ ریاستی فوجوں کو محافظین کا ایک دستہ بھیجنے کی اجازت دی جائے لیکن وہاں سے کوئی جواب نہیں ملا۔

بلندری کے اسپشل مجسٹریٹ نے ریاستی حکومت کو مطلع کیا کہ پاکستانی مختلف مقامات پر ریاستی سرحد کو پار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء ——— سانبہ سے چھ میل جنوب مشرق میں مادل کے علاقے میں متعدد حملے ہوئے سانبہ سے دس میل جنوب مشرق میں چک سعدہ نامی ایک گاؤں کے سامنے سرحد

پار کر کے پاکستانی مویشی اور گائے بیل وغیرہ چرانے کے لیے ساڑھے سات بجے شام کو ریاست میں داخل ہوئے۔ پاکستانی بھگا دئے گئے۔

..۴ پاکستانیوں کا ایک اور مجمع جورات کے ۱۱ بجے ڈھول بجا کر جمع کیا گیا تھا ریاست دشمن نعرے لگاتا ہوا سانبہ سے ۱۱ میل جنوب مشرق میں جوہر کی طرف روانہ ہوا حملہ آوروں نے موضع جوہر کو آگ لگا دی

۲۹ ستمبر سنہ ۱۹۴۷ء ——— تقریباً ۴ پاکستانی حملہ آور وردیاں پہنے ہوئے اور دو پولیس کانسٹبلوں کے ہمراہ ۱۰ بجے صبح کو اکھنور سے پانچ میل جنوب مغرب میں ایک مقام پر ریاست میں داخل ہوئے۔

۳ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء ——— ایک سو مسلح پٹھان کوہالہ سے ۸ میل جنوب مشرق میں دھکوت تھانے میں داخل ہوئے اور اسلحہ اور میگزین پر قبضہ کر کے تھانے میں آگ لگادی۔ تین سو مسلح حملہ آوروں نے دھکوت سے ۲½ میل جنوب مغرب میں سالیان کے سامنے دریائے جہلم کو ساڑھے گیارہ بجے دن میں پار کیا اور دھکوت پر دوبارہ حملہ آور ہوئے۔

کوہالہ سے ۴ میل جنوب میں لسین کے مقام پر بھی حملہ آور دریائے جہلم پار کرتے ہوئے دیکھے گئے۔

۴ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء ——— ایک ہوائی جہاز نے کوہالہ سے بلندری تک دریائے جہلم پر پرواز کی۔ اس پرواز کا مقصد غالباً دیکھ بھال تھا۔

چرالا کے علاقے میں حملہ آوروں کی سرگرمی بڑھ گئی۔ خود حرکی اسلحوں اور بموں سے مسلح تقریباً ..۴ حملہ آوروں نے چرالا کو گھیر لیا۔ ۲۰ لاریاں جن کے سامنے کی روشنیاں جل رہی تھیں چرالہ سے ۳ میل مغرب میں کپڈر کے سامنے کوہالہ۔ مری سڑک پر مری کی طرف سے آتی ہوئی دیکھی گئیں۔ حملہ آوروں کی ایک بڑی تعداد نے دریائے جہلم پار کیا اور علی الصباح سیسر کے قریب پہنچے۔ ریاست کو پرائیوٹ طور پر معتبر ذرائع سے اطلاع ملی کہ پونچھ کے ابراہیم خاں جو پشاور گئے ہوئے تھے مری واپس آ گئے کراچی مسلم ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور اسلحہ نیز ذخائر حرب پونچھ بھیجنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۶ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء ——— حملہ آوروں نے جو ہر قسم کے جدید اسلحوں سے مسلح تھے تھورار کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ متعدد لاریاں جن میں آفریدی سوار تھے ایبٹ آباد پہنچیں۔ باغ کے علاقے پر ایک ہوائی جہاز کے مستقل پرواز کی اطلاع ملی۔

ریاستی فوجوں کے چرالا دستے کا دشمنوں سے زبردست مقابلہ سالیان میں ہوا۔ کھوئی رٹہ محافظ دستے کے ایک گشتی دستے کی مٹھ بھیڑ تقریباً ..۱ ڈاکوؤں کے ایک گروہ سے ہوئی۔ ڈاکو

محافظ دستے کی گولہ باری کی زد میں آکر تتر بتر ہو گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ گشتی دستے نے ۲۵ حملہ آوروں کو دیکھا جو ہلکے ہرے رنگ کی وردیاں پہنے اور خندقوں میں چھپے ہوئے تھے۔

۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء ـــــ پاکستانی فوج اور پولیس جہلم کی طرف پوری سرحد پر تعینات پائی گئی۔ چیچیان کے سامنے لاریاں تمام رات ادھر سے اُدھر دوڑتی ہوئی دیکھی گئیں۔ بنادر کے قریب ایک مقام پر تقریباً ۱۰ مسلح پاکستانیوں نے جو پولیس اور فوج کی وردیاں پہنے ہوئے تھے مویشی چرانے کے لئے حملہ کیا۔ جب ریاستی سپاہیوں نے گولیاں چلائیں تو حملہ آور توڑا خاں سب انسپکٹر پولیس ٹانڈہ (پاکستان) کی لاش اور ایک ریوالور معہ ۶ کارتوس چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء ـــــ پاکستانی فوج کے دو سکشنوں کی قیادت میں ۵ مسلح حملہ آوروں کے ایک جتھے نے ہیرانگر (جموں) سے ۶ میل جنوب مشرق میں بانسر نامی ایک گاؤں پر حملہ کیا۔ پاکستانیوں کا ایک اور مسلح جتھا اکھنور سے ۲ میل جنوب مغرب میں نکو دال میں داخل ہوا اور ان دیہاتیوں پر گولیاں چلائیں جو کھیتوں میں ہل چلا رہے تھے۔ جب ریاست کا گشتی دستہ ان کے مقابلہ پر آیا تو انھوں نے ۳۰ راؤنڈ گولیاں چلائیں۔

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء ـــــ پاکستانیوں نے نکو دال کے جنوب میں ایک مقام سے ۹ راؤنڈ گولیاں چلائیں۔ نکو دال اکھنور سے ۱۲ میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔

۱۱-۱۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء ـــــ ہزارہ کے پانچ سو حملہ آوروں نے سالیان کے قریب دریائے جہلم پار کیا اور ۱۱/۱۲ اکتوبر کی رات کو پونچھ جاگیر میں داخل ہوئے۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء ـــــ پاکستانی سپاہیوں نے سلنبہ سے ۱۲ میل جنوب مشرق میں سکھو چک کے سامنے ببیہ پلاٹوں پوسٹ پر سوا سات بجے شام کو حملہ کیا۔ پاکستانیوں نے سانبہ سے ۱۰ میل جنوب مغرب میں راج پورہ نامی ایک گاؤں پر اور رام گڑھ کے تقریباً تین میل جنوب میں سرحد کے کنارے ننگا، بڑو چک اور سندھو چک پر حملہ کیا۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء ـــــ پاکستانیوں نے جن کی تعداد تخمیناً چار پانچ سو تھی اور جو ہرے رنگ کی وردیاں پہنے ہوئے تھے کوٹلی سے ۲۰ میل شمال مغرب میں ترالا کے کنارے کنارے بہتر مقامات پر قبضہ کر لیا۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء تقریباً ... ۵ پاکستانیوں کا ایک منظم جتھا فوجی دستوں کی مدد سے جو ہلکی خودکار کی مشینوں اور مشین گنوں سے مسلح تھے ریاست کے علاقے میں داخل ہوا اور

رنبیر سنگھ پورہ سے تقریباً ۱۲ میل جنوب مشرق میں متعدد دیہاتوں ــــ آلہ، پنڈی چاڑکان، کٹھار، کریال، کوٹھی ــــ پر حملہ کیا۔ انھوں نے بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر دیا عورتوں کو اغوا کیا اور تمام گاؤں کو آگ لگادی۔

ایک پاکستانی جتھے نے سانبہ سے ۱۲ میل جنوب مغرب میں کھور بل متھریان میں ریاست کے ایک گشتی دستے پر گولی چلائی۔

فوجی سپاہیوں کی مدد سے پاکستانیوں نے راج پورہ اور اردگرد کے علاقے پر حملہ کیا۔

۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء ــــ پاکستانی حملہ آوروں نے بلاس پور، پرہالہ، چنور، دھنگوٹ، نکوڈال کے مواضعات کو ۲۰ ر۔ ۲۱ اکتوبر کی رات میں آگ لگادی۔

۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء ــــ ڈومیل میں مقیم ریاستی فوجوں کے کمانڈر نے اطلاع دی کہ ان پر زبردست حملہ ہو رہا ہے اور تقریباً ۵۰۰ مسلح اشخاص پہاڑیوں سے ان پر گولیاں برسا رہے ہیں۔

رام کوٹ، ڈب اور لوہار گلی میں مقیم ریاست کا محافظ دستہ ریاستی فوج کے ہیڈ کوارٹرز سے رابطہ نہ قائم کر سکا اور کوہالہ۔ برسلا سے کوئی اطلاع نہیں آئی۔

بعد کی ایک اطلاع سے جو ۱۱ بجے دن میں آئی معلوم ہوا کہ ۶۰ لاریاں لوہار گلی پار کر کے ریاست میں داخل ہوئیں۔ ایک اور اطلاع میں جو ۲ بجے دن میں ملی بتایا گیا کہ ۲۰۰ مزید لاریاں مظفر آباد میں داخل ہوئیں اور شہر کو لوٹا، وہاں کے باشندوں کو قتل کیا اور مکانوں کو تخت و تاراج کیا۔ لوٹ کے مال سے لدی ہوئی لاریاں پاکستان جاتے ہوئے دیکھی گئیں۔

ایک اور اطلاع سے جو ۴ بجے شام کو ملی معلوم ہوا کہ حملہ آور مظفر آباد کے پل کے اُس پار سے گولیاں چلا رہے ہیں۔ ریاستی فوجوں کے کمانڈر نے فوری کمک کی استدعا کرتے ہوئے اطلاع دی کہ دشمن کا دباؤ اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔ تقریباً ساڑھے پانچ بجے شام کو مظفر آباد سے وائرلس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء ــــ مظفر آباد سے وسیع پیمانے پر وادی سری نگر میں حملہ شروع ہوا اور حملہ آور اوڑی تک پہنچ گئے۔

۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء ــــ ہندستانی فوج نے بارہ مولا کے قریب حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ شاہی ہندستانی ہوائیہ نے حملہ آوروں کے متعدد جتھوں کو وادیٔ سری نگر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔

ضمیمہ ۲

متحدہ اقوام اور کشمیر کا مسئلہ

ہز ہائی نس مہاراجہ جموں و کشمیر کا خط جو ہز ہائی نس نے گورنر جنرل ہند کے نام ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو لکھا اور جس میں "سادے لباس میں آفریدی سپاہیوں اور جدید اسلحوں سے مسلح لیٹروں" کے داخلہ کو روکنے کے لئے ہندوستان سے فوری امداد طلب کی۔

میں جناب والا کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ میری ریاست میں ایک سنگین صورت حال پیدا ہو گئی ہے اور آپ کی حکومت سے استدعا ہے کہ ہماری فوری امداد کی جائے۔

جناب والا کو معلوم ہے کہ ریاست جموں و کشمیر نے ہندوستان اور پاکستان ڈومی نینوں میں سے کسی ڈومی نین سے الحاق نہیں کیا ہے جغرافیائی اعتبار سے میری ریاست دونوں ڈومی نینوں سے متصل ہے۔ ان دونوں سے اس کا اہم معاشی اور تمدنی رشتہ ہے۔ اس کے علاوہ میری ریاست سویت جمہوریہ اور چین سے ہم سرحد ہے۔ اپنے بیرونی تعلقات میں ہندوستان اور پاکستان کی ڈومی نینین اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتیں۔

مجھے یہ طے کرنے کے لئے مہلت درکار تھی کہ میں کس ڈومی نین سے الحاق کروں اور یہ کہ دونوں ڈومی نینوں اور میری ریاست کا بہترین مفاد کیا اس امر سے وابستہ نہیں ہے کہ میری ریاست آزاد رہے اور دونوں ہی سے اس کے دوستانہ اور مخلصانہ تعلقات قائم رہیں۔

چنانچہ میں نے ہندوستان اور پاکستان کی ڈومی نینوں سے رجوع کیا کہ وہ میری ریاست کے ساتھ ایک عارضی سمجھوتہ کر لیں۔ حکومت پاکستان نے اُسے منظور کر لیا۔ حکومت ہند نے میری حکومت کے نمایندوں سے مزید مذاکرات کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن مندرجہ ذیل حالات کے پیش نظر میں اس کا انتظام نہ کر سکا۔ حقیقتاً عارضی سمجھوتے کے ماتحت ریاست میں ڈاک اور تار کا انتظام حکومت پاکستان چلا رہی ہے۔

اگرچہ ہم نے حکومت پاکستان سے ایک عارضی سمجھوتہ کر رکھا ہے پھر بھی اس حکومت نے ریاست کو غذا، نمک اور پٹرول کی فراہمی میں مسلسل تخفیف کر دی ہے اور برابر تخفیف کرتی ہی جا رہی ہے۔

سادے لباس میں ملبوس آفریدی سپاہیوں اور جدید اسلحوں سے مسلح لٹیروں کو پہلے تو پونچھ کے علاقہ میں پھر سیالکوٹ میں اور آخر میں رام کوٹ کی طرف ضلع ہزارہ سے ملحقہ علاقے میں کثیر تعداد میں ریاست کے اندر داخل ہونے کی اجازت دی جاتی رہی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ریاست کے پاس جو مختصر سی فوج تھی اسے وسیع علاقے میں پھیلا دینا پڑا اور اس طرح اسے بیک وقت مختلف مقامات پر دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور زبردست جانی و مالی نقصانات اور لوٹ مار کو روکنا دشوار ہو گیا ہے۔ مہورا کا بجلی گھر جس سے سارے سری نگر کو بجلی ملتی ہے جلا ڈالا گیا ہے۔ جن عورتوں کا اغوا اور بے آبروئی کی گئی ہے ان کی تعداد دیکھ کر میرا دل خون ہوتا ہے۔ یہ وحشی جو ریاست پر چھوڑ دیئے گئے ہیں میری حکومت کے موسم گرما کے مستقر سری نگر پر قبضہ کرنے کی نیت سے بڑھتے چلے آرہے ہیں تاکہ اس کے بعد پوری ریاست پر قابض ہو جائیں۔

صوبہ سرحد کے دور دراز علاقوں کے ان قبائلیوں کا داخلہ جو کثیر تعداد میں جدید ترین اسلحوں سے مسلح ہو کر موٹر لاریوں میں برابر مانسہرا مظفر آباد سڑک سے ریاست میں داخل ہو رہے ہیں صوبہ سرحد کی صوبائی حکومت اور حکومت پاکستان کے علم و اطلاع کے بغیر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میری حکومت کی متواتر اپیلوں کے باوجود ان حملہ آوروں کو باز رکھنے یا ان کو میری ریاست میں داخل ہونے سے روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان ریڈیو اور اخبارات دونوں نے ان واقعات کی روداد بیان کی ہے۔ پاکستان ریڈیو نے تو یہ حکایت بھی نشر کی کہ کشمیر میں ایک عارضی حکومت قائم کر دی گئی ہے۔ میری ریاست کے باشندوں، مسلموں اور غیر مسلموں دونوں نے عام طور سے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا ہے۔

اس وقت میری ریاست میں جو حالات رونما ہو گئے ہیں اور جو سنگین صورت حال پیدا ہو گئی ہے اس میں میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں ہندڈومی نین سے امداد طلب کروں۔ یہ قدرتی امر ہے کہ یہ مدد جو میں نے مانگی ہے ہندڈومی نین اس وقت تک نہیں دے سکتی جب تک کہ میری ریاست ہندڈومی نین سے الحاق نہ کرلے۔ چنانچہ میں نے الحاق کا فیصلہ کر لیا ہے اور آپ کی حکومت کی منظوری کے لئے دستاویز الحاق منسلک کر رہا ہوں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میری حکومت اور میری پرجا کو قزاقوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس بنیاد پر نہ تو کوئی مہذب حکومت زندہ رہ سکتی ہے اور نہ اسے باقی رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جب تک میں اس ریاست کا فرمانروا ہوں اور اپنے ملک کو بچانے کے لئے میری جان میں جان باقی ہے میں کبھی یہ

صورت نہ پیدا ہونے دوں گا۔

میں آپ کی حکومت کو اس امر سے بھی مطلع کر دوں کہ میرا ارادہ ہے کہ میں فوراً ہی ایک عارضی حکومت قائم کروں اور شیخ عبداللہ سے کہوں کہ وہ اس ناگہانی ضرورت کے وقت میرے وزیراعظم کے ساتھ ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

اگر میری ریاست کو بچانا ہے تو فوری امداد سری نگر میں ملنا چاہیئے........

گورنر جنرل ہند کا جواب مورخہ ۲۷ ر اکتوبر ۱۹۴۷ء

آپ کا خط مورخہ ۲۶ اکتوبر مجھے ملا........ جن مخصوص حالات کا تذکرہ آپ نے کیا ہے اس کے پیش نظر میری حکومت نے ہندستان سے ریاست کشمیر کے الحاق کو منظور کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ اپنی اس پالیسی کے مطابق کہ جب کسی ریاست کے الحاق کا مسئلہ مابہ النزاع ہو تو الحاق کا مسئلہ اس ریاست کے باشندوں کی خواہش کے مطابق طے ہونا چاہئے، میری حکومت یہ چاہتی ہے کہ کشمیر میں امن وامان قائم ہونے اور حملہ آوروں سے سرزمین کشمیر کے صاف ہو جانے کے فوراً ہی بعد عوام کی رائے سے ریاست کے الحاق کا مسئلہ طے کیا جائے۔

اس دوران میں فوجی امداد کے لئے آپ نے جو اپیل کی ہے اس پر ہندستانی فوجوں کو کشمیر بھیجنے کے لئے آج ہی کارروائی کر دی گئی ہے تاکہ آپ کے علاقے کو محفوظ رکھنے اور آپ کے عوام کی جان، مال اور عزت کو بچانے میں وہ آپ کی فوجوں کی مدد کریں۔

مجھے اور میری حکومت کو یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ آپ نے ایک عارضی حکومت تشکیل دینے کے لئے، جو آپ کے وزیراعظم کے ساتھ کام کرے گی، شیخ عبداللہ کو مدعو کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

یادداشت جو مسئلہ کشمیر پر لیک سکسس میں حفاظتی کونسل کے سامنے ۳۰ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو پیش کی گئی۔

۱۔ متحدہ اقوام کے منشور کی دفعہ ۳۵ کے ماتحت کوئی ممبر حفاظتی کونسل کو اس صورت حال کی طرف متوجہ کر سکتا ہے جس کا باقی رہنا اندرونی امن وامان اور تحفظ کے لئے خطرہ کا باعث بن سکتا ہے۔ چنانچہ حملہ آوروں کو، جو پاکستانیوں نیز پاکستان سے متصل شمالی مغربی علاقے کے قبائلیوں پر مشتمل ہیں، جموں و کشمیر کی ایک ایسی ریاست کے خلاف، جو ہندڈومی نین سے

الحاق کر چکی ہے اور اب اس کا جزو ہے اپنی کارروائیوں کے لئے پاکستان سے جو مدد ل رہی ہے اس نے پاکستان اور ہندستان کے درمیان اس وقت ایسی ہی صورت حال پیدا کر دی ہے۔ الحاق کے اسباب، حملہ آوروں کی سرگرمیاں جن کی وجہ سے حکومت ہند کو ان کے خلاف فوجی کارروائی کرنا پڑی اور وہ امداد جو حملہ آوروں کو پاکستان سے ملی اور اب بھی مل رہی ہے ان سب کی وضاحت اس یادداشت میں آگے چل کر کی گئی ہے۔ حکومت ہند حفاظتی کونسل سے درخواست کرتی ہے کہ وہ پاکستان سے مطالبہ کرے کہ وہ ایسی امداد دینا فوراً بند کر دے جو ہندستان کے خلاف ایک جارحانہ اقدام ہے۔ اگر پاکستان ایسا نہیں کرتا تو پھر اس صورت میں حکومت ہند مجبور ہوگی کہ وہ حفاظت خود اختیاری میں حملہ آوروں کے خلاف فوجی کارروائی کرنے کے لئے پاکستانی علاقے میں داخل ہو۔ اس لئے یہ مسئلہ انتہائی اہم ہے اور اس بات کا مقتضی ہے کہ بین اقوامی امن کو برقرار رکھنے کے لئے حفاظتی کونسل فوراً کارروائی کرے۔

۲۔ ستمبر ۱۹۴۷ء کے وسط سے حکومت ہند کو ریاست جموں و کشمیر کے صوبہ جموں کے مغربی حصوں میں مسلح حملہ آوروں کے داخل ہونے کی اطلاعات موصول ہونے لگیں جموں مغربی پنجاب سے جو پاکستان ڈومی نین کا ایک حصہ ہے ملحق ہے۔ ان حملہ آوروں نے اس علاقے میں بہت کچھ نقصانات پہنچائے تھے اور ریاستی علاقے کے ایک حصہ پر قابض ہو گئے تھے۔ ۲۴ اکتوبر کو پاکستان ڈومی نین کے سرحدی صوبے سے وادی کشمیر میں ایک بڑے حملہ کی اطلاع حکومت ہند کو ملی۔ تقریباً ۲۰۰۰ یا اس سے زیادہ حملہ آور جو پوری طرح مسلح اور لیس تھے موٹر لاریوں میں آئے، سرحد پار کر کے ریاست جموں و کشمیر کے علاقے میں داخل ہوئے، بہت سے لوگوں کو قتل کر کے قصبہ مظفر آباد پر قبضہ کیا اور وادی جہلم سڑک پر ریاست جموں و کشمیر کے موسم گرما کے مستقر سری نگر کی طرف بڑھے۔ درمیان میں جو شہر اور دیہات پڑے وہ جلا کر تباہ و برباد کر دیئے گئے اور بہت سے لوگ مار ڈالے گئے ان حملہ آوروں کو کشمیر ریاستی فوجوں نے سری نگر سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر قصبہ اوڑی کے قریب کچھ عرصے تک روکے رکھا لیکن حملہ آور ان سے بچ نکلے اور مہورا کے بجلی گھر کو جس سے سارے کشمیر کو بجلی ملتی ہے جلا ڈالا۔

۳۔ ۲۶ اکتوبر کی صبح کو صورت حال یہ تھی کہ کشمیر ریاستی فوجوں اور عوام میں سے کچھ لوگوں نے جنھیں مسلح کر دیا گیا تھا اُن حملہ آوروں کو قصبہ بارہ مولا میں روک رکھا تھا۔ اس بات کا فوری خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ یہ حملہ آور سری نگر پہنچ جائیں گے۔ راجدھانی کو تباہ و برباد کر دیں گے اور ہندوؤں

اور مسلمانوں کو بڑی تعداد میں قتل کر ڈالیں گے۔ ریاستی فوجیں ساری ریاست میں پھیلا دی گئیں تھیں اور ان میں سے بیشتر صوبہ جموں کی مغربی سرحد پر متعین کر دی گئی تھیں۔ ریاستی فوجیں علیحدہ علیحدہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دی گئی تھیں اور وہ اس قابل نہیں تھیں کہ حملہ آوروں کا منظم طور پر مقابلہ کر سکیں۔ بیشتر سرکاری ملازموں نے اس خطرے کے علاقے کو چھوڑ دیا تھا اور سارا نظم و نسق معطل ہو گیا تھا۔ اب سری نگر کو ان تباہیوں سے بچانے کیلئے جو حملہ آور اپنے راستہ میں تمام مقامات پر ڈھاتے آئے تھے نہتھے باشندگان سری نگر کا جن میں تمام فرقے کے لوگ شامل تھے صرف یہ عزم رہ گیا تھا کہ وہ خالی ہاتھوں بھی مقابلہ کریں گے۔ اس وقت سری نگر میں ہندو اور سکھ پناہ گزینوں کی کافی تعداد موجود تھی جو فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے مغربی پنجاب سے بھاگ کر یہاں آئے تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ اگر حملہ آور سری نگر پہنچ گئے تو ان پناہ گزینوں کا قتل عام ہو جائے گا۔

۴۔ ریاست جموں و کشمیر میں حملوں کی ابتدا کے فوراً ہی بعد حکومت ہند سے غیر رسمی طور پر خواہش کی گئی کہ وہ ہند ڈومی نین سے ریاست کا الحاق منظور کر لے۔ (جملہ معترضہ کے طور پر اس بات کی وضاحت کر دینا بیجا نہ ہو گا کہ جموں اور کشمیر ایک ایسی ریاست ہے جس کے حکمران اور تاج برطانیہ کے درمیان، ہندستان اور پاکستان ڈومی نینوں کو اختیارات کی منتقلی سے پہلے، صلحنامہ کے تعلقات تھے جس کی رو سے ریاست کے اُمور خارجہ برطانیہ کے ہاتھ میں تھے اور وہ اس کی دفاع کا ذمہ دار تھا۔ گزشتہ ۱۵ اگست کو اختیارات کی منتقلی کے بعد یہ صلحنامے کے تعلقات بھی ختم ہو گئے اور دوسری ریاستوں کی طرح جموں اور کشمیر کو بھی یہ حق حاصل ہو گیا کہ وہ ان میں سے کسی ڈومی نین سے الحاق کر لے۔)

۵۔ واقعات بڑی تیزی سے رونما ہونے لگے اور وادی کشمیر کے لئے خطرہ بہت زیادہ بڑھ گیا۔ ۲۶ اکتوبر کو ریاست کے حکمران ہز ہائی نس مہاراجہ سر ہری سنگھ نے حکومت ہند سے فوجی امداد کی فوری اپیل کی! انھوں نے یہ درخواست بھی کی کہ ہند ڈومی نین سے ریاست جموں و کشمیر کے الحاق کی اجازت دی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ امداد کے لئے کشمیر کے سب سے ہر دلعزیز ادارے نیشنل کانفرنس کی اپیل بھی، جس کی قیادت شیخ عبداللہ کر رہے ہیں، حکومت ہند کو موصول ہوئی۔ اس کے علاوہ کانفرنس نے ہند ڈومی نین سے ریاست کے الحاق کی درخواست کی بھی پرزور حمایت کی۔ اس طرح حکومت ہند سے فوجی امداد نیز ہندستان سے ریاست کے

الحاق کی خواہش نہ صرف سرکاری طور پر ریاستی حکام بلکہ کشمیر کے عوام کی جانب سے بھی کی گئی۔

۶۔ وادیٔ کشمیر کے سادہ لوح باشندوں کے جان و مال کو جو زبردست خطرہ پیدا ہوگیا تھا اور وادیٔ کشمیر پر حملہ کی وجہ سے ریاست جموں وکشمیر کا تحفظ جس خطرہ میں پڑگیا تھا اس کا تقاضا تھا کہ حکومت ہند ان دونوں درخواستوں پر فوری فیصلہ کرے۔ اس ہنگامی صورت حال کی وجہ سے یہ لازمی تھا کہ ریاست جموں وکشمیر کے دفاع کی ذمہ داری ایک ایسی حکومت سنبھال لے جو اس سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت رکھتی ہو۔ لیکن اس طرح کی ہر ممکن قیاس آرائی سے بچنے کے لئے کہ ہندستان نے اپنے سیاسی مفاد کی خاطر ریاست کے فوری خطرے سے فائدہ اٹھایا تھا ڈومی نین حکومت نے یہ واضح کردیا کہ ریاست کی سرزمین سے حملہ آوروں کے اخراج اور حالات کے اعتدال پر آجانے کے بعد وہاں کے باشندوں کو اس بات کی پوری آزادی ہوگی کہ وہ رائے عامہ یا عام رائے طلبی کے مسلمہ جمہوری اصول پر اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کریں نیز یہ کہ مکمل غیر جانبداری کے ساتھ رائے عامہ حاصل کرنے کی غرض سے یہ رائے طلبی بین الاقوامی نگرانی میں کی جاسکتی ہے۔

۷۔ حکومت ہند نے اپنا فرض سمجھا کہ مسلح مقاومت کے لئے اس سے جو اپیل کی گئی ہے اس پر لبیک کہے اس لئے کہ

(۱) وہ اس بات کے لئے تیار نہیں تھی کہ ایک پڑوسی ریاست کو جس سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے طاقت کے بل پر اپنے اندرونی معاملات یا بیرونی تعلقات کے بارے میں فیصلہ کرنے پر مجبور کیا جائے۔

(۲) ہند ڈومی نین سے ریاست جموں وکشمیر کے الحاق نے ہندستان کو قانونی طور پر ریاست کی دفاع کا ذمہ دار بنا دیا۔

۸۔ حکومت ہند کی مداخلت نے سری نگر کو بچالیا۔ حملہ آور بارہ مولا سے اوڑی تک بھگا دئے گئے جہاں ہندستانی فوجوں نے انھیں روک رکھا ہے۔ اس علاقہ میں تقریباً ۱۹۰۰۰ حملہ آوروں کا مقابلہ ڈومی نین فوجوں سے ہے۔ وادیٔ کشمیر میں حربی کارروائیوں کے ابتدا کے بعد سے ریاست جموں وکشمیر کی مغربی اور جنوب مغربی سرحد پر حملہ آوروں کا دباؤ بڑھ گیا ہے۔ صحیح اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں لیکن خیال ہے کہ ریاست کے اس حصہ میں تقریباً ۱۵۰۰۰ حملہ آوروں کی سرگرمیاں جاری ہیں۔ ریاستی فوجیں بعض علاقوں میں محصور ہیں۔ ریاست کے علاقے میں حملہ آوروں کے دھاوے جاری ہیں اور قتل،

آتش زنی، لوٹ مار اور عورتوں کا اغوا برابر ہو رہا ہے۔ لوٹ کا مال قبائلی علاقوں میں لے جایا جاتا ہے اور اس سے حملہ آوروں کی صف میں مزید بھرتی کے لئے ترغیب دلانے کا کام لیا جاتا ہے۔ ان حملوں میں جو لوگ عملی حصہ لے رہے ہیں ان کے علاوہ تخمیناً ...... اقبائلیوں اور غیر قبائلیوں کو ریاست جموں وکشمیر کی سرحد پر واقع مغربی پنجاب کے اضلاع کے مختلف حصوں میں اکٹھا کیا گیا ہے اور ان میں سے بہتوں کو پاکستانیوں کی نگرانی میں جن میں پاکستان فوج کے افسران بھی شامل ہیں ٹریننگ دی جا رہی ہے۔ پاکستان کے علاقہ میں ان کی دیکھ بھال کی جاتی ہے، کھانا اور کپڑا دیا جاتا ہے، انھیں اسلحہ اور دوسرے ساز و سامان سے لیس کیا جاتا ہے اور پاکستان کے فوجی اور غیر فوجی ملازموں کی بالواسطہ یا بلاواسطہ مدد سے ریاست جموں وکشمیر کے علاقہ میں بھیجا جاتا ہے۔

۹۔ جیساکہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے اکتوبر میں جو حملہ آور وادئ کشمیر میں داخل ہوئے وہ پاکستان کے شمال مغربی قبائلی علاقوں کے رہنے والے تھے اور کشمیر پہنچنے کی غرض سے وہ پاکستانی علاقہ سے ہو کر گذرے۔ خاص وادی پر حملہ سے قبل ریاست کی جنوب مغربی سرحد کے برابر برابر جو حملے ہوئے وہ دراصل پاکستان کے علاقہ کو مستقر بنا کر کئے گئے تھے اور ان میں پاکستانیوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ پاکستانی علاقہ سے ہو کر سرحد پار کرنے اور ریاست جموں وکشمیر کے خلاف کارروائیوں کے لئے اس علاقہ کو بطور مستقر استعمال کرنے کا یہ عمل جاری ہے۔ حال میں ریاست کی مغربی اور جنوب مغربی سرحدوں پر فوجی کارروائیاں بڑھا دی گئی ہیں اور حملہ آوروں میں پاکستانی باشندے نیز قبائلی شامل ہیں۔ یہ حملہ آور جدید اسلحوں سے جن میں ہلکی توپیں اور متوسط مشین گنیں شامل ہیں مسلح ہیں باضابطہ سپاہیوں کی جنگی وردیاں پہنتے ہیں اور حال میں جو جھڑپیں ہوئی ہیں ان میں وہ باقاعدہ صف آرا ہو کر لڑے ہیں اور جدید جنگی چالوں سے کام لے رہے ہیں۔ ایسے وائرلس سٹ مستقل طور سے استعمال کئے جا رہے ہیں جنھیں لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ خود منتقل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ۷ نشان کی سرنگیں بھی استعمال کی گئی ہیں۔ حملہ آور نقل و حمل کے لئے برابر موٹر لاریاں استعمال کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستانی فوج کے باضابطہ افسران ان کو ٹریننگ دے رہے ہیں اور ایک حد تک ان کی رہنمائی بھی کرتے ہیں۔ ان کے راشن اور ضروریات کے دوسرے سامان پاکستانی علاقہ سے حاصل کئے جاتے ہیں۔

۱۰۔ ان واقعات سے لازمی طور پر حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:۔

(۱) حملہ آوروں کو پاکستانی علاقہ سے ہو کر گذرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

(ب) انھیں اپنی کارروائیوں کے لئے پاکستانی علاقہ کو بطور مستقر استعمال کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

(ج) ان میں پاکستان کے باشندے شامل ہیں۔

(د) وہ اپنے بیشتر فوجی سامان، سواری اور بار برداری اور رسد (جس میں پٹرول شامل ہے) پاکستان سے حاصل کرتے ہیں اور

(ہ) پاکستانی افسران انھیں ٹریننگ دے رہے ہیں ان کی رہنمائی کر رہے ہیں اور دوسرے طریقوں سے ان کو عملی مدد دے رہے ہیں۔

پاکستان کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے وہ اتنی بڑی مقدار میں جدید فوجی سامان، ٹریننگ اور رہنمائی حاصل کر سکیں۔ ایک نہیں متعدد بار حکومت ہند نے حکومت پاکستان سے درخواست کی کہ حملہ آوروں کو وہ سہولتیں نہ دی جائیں جو ہندستان پر حملہ آور اس کے خلاف دشمنی کے مترادف ہیں لیکن پاکستان نے کوئی توجہ نہیں کی۔ آخری بار یہ استدعا ۲۲ر دسمبر کو کی گئی جب وزیراعظم ہندستان نے بذات خود وزیراعظم پاکستان کو ایک خط حوالہ کیا جس میں اس امداد کو مختصر طور پر بیان کیا گیا تھا جو مختلف شکلوں میں حملہ آوروں کو پاکستان سے مل رہی تھیں اور حکومت پاکستان سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ فوراً اور بغیر کسی شرط کے اس طرح کی مدد دینا بند کر دے لیکن ۲۶ر دسمبر کو بذریعہ تار یاد دہانی کے باوجود اب تک اس خط کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا ہے۔

۱۱۔ مذکورہ بالا حالات سے واضح ہو گیا ہوگا کہ حملہ آوروں کو پاکستانی علاقہ اور پاکستانی باشندوں سے جن میں حکومت پاکستان کے فوجی اور غیر فوجی ملازمین شامل ہیں سامان اور آدمیوں کی جو مدد مل رہی ہے اسے حکومت پاکستان روکنے پر تیار نہیں ہے۔ یہ رویہ نہ صرف یہ کہ غیر جانبدارانہ نہیں ہے بلکہ ہندستان پر، ریاست جموں و کشمیر جس کا ایک حصّہ ہے عملاً حملہ کے مترادف ہے۔

۱۲۔ حکومت ہند نے پاکستان کے رویہ میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے افہام و تفہیم سے بھی کام لیا اور صبر و تحمل سے بھی لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ چنانچہ اب وہ ایسی صورت حال سے دوچار ہے جس میں ریاست جموں و کشمیر کے دفاع میں رخنہ پڑتا ہے اور ریاست کے علاقہ سے حملہ آوروں کو نکالنے کے لئے جو اقدامات وہ کر رہی ہے اس میں اس مدد کی وجہ سے جو حملہ آوروں کو پاکستان سے مل رہی ہے زبردست رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ حملہ آور اب بھی جموں اور کشمیر کی سرزمین پر موجود ہیں اور ریاست کے باشندے ان تمام مظالم کا شکار ہیں جو ایک وحشی اور بیرحم دشمن روا

رکھ سکتا ہے۔ پاکستان کے ان حصّوں میں جو ریاست جموں وکشمیر کے علاوہ ہندستانی علاقہ کے حصوں سے ملحق ہیں بڑی تعداد میں حملہ آوروں کی موجودگی بقیہ ہندستان کے لئے خطرہ کا باعث ہے۔ چنانچہ حکومت ہند کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ریاست جموں وکشمیر کو حملہ آوروں سے صاف کرنے کی غرض سے زیادہ موثر فوجی کارروائیاں کرے۔ موجودہ کارروائیوں کے غیر معینہ مدت تک جاری رہنے کی وجہ سے باشندگان جموں وکشمیر کے مصائب طول پکڑتے جا رہے ہیں ہندستان کے وسائل پر بار پڑ رہا ہے اور ہندستان و پاکستان کے پُرامن تعلقات کے لئے مستقل خطرہ ہے۔

۱۲۔ حملہ آور کو ہندستان کے علاقہ سے باہر نکالنے اور اسے نئے حملے کرنے سے باز رکھنے کے مقصد کے جلد حصول کے لئے ہندستانی فوجوں کو پاکستانی علاقہ میں داخل ہونا پڑے گا اسلئے کہ حملہ آوروں کو پاکستان میں ان کے مستقروں کے استعمال سے باز رکھنے اور ان کے رسدرسانی اور کمک کے سلسلوں کو منقطع کرنے کی صرف یہی صورت ہے۔ چونکہ حملہ آوروں کو پاکستان سے جو مدد مل رہی ہے وہ ہندستان کے خلاف ایک جارحانہ اقدام ہے اس لئے بین اقوامی قانون کی رو سے حکومت ہند کو اس بات کا استحقاق ہے کہ وہ حملہ آوروں کے خلاف موثر کارروائی کرنے کے لئے اپنی مسلح فوجیں پاکستانی علاقہ میں بھیجے۔ لیکن اس طرح کے اقدام میں چونکہ پاکستان سے مسلح تصادم کا امکان ہے اس لئے حکومت ہند جو ہمیشہ متحدہ اقوام کے منشور کی روح کے مطابق عمل کرنے کی خواہاں رہتی ہے منشور کی دفعہ ۳۵ کے مطابق حفاظتی کونسل کو صورت حال سے مطلع کرنا چاہتی ہے اور کونسل سے یہ استدعا کرنے میں خود کو حق بجانب سمجھتی ہے کہ وہ حکومت پاکستان سے کہے کہ وہ

(۱) حکومت پاکستان کے فوجی اور غیر فوجی ملازموں کو ریاست جموں وکشمیر کے حملہ میں حصہ لینے یا مدد دینے سے باز رکھے۔

(۲) دوسرے پاکستانی باشندوں کو ہدایت کرے کہ وہ ریاست جموں وکشمیر کی جنگ میں کوئی حصّہ نہ لیں۔

(۳) حملہ آوروں کو

(الف) کشمیر کے خلاف کارروائیوں کے لئے اپنے علاقے میں آنے اور اسے استعمال کرنے کی اجازت نہ دے

(ب) فوجی اور دوسرے سامان اور رسد نہ مہیا کرے
(ج) تمام دوسری طرح کی امداد نہ دے جس سے موجودہ جنگ کے طول پکڑنے کا امکان ہو۔

۱۴۔ حکومت ہند اس بات پر خاص طور سے زور دے گی کہ حفاظتی کونسل اسکی درخواست پر فوری کارروائی کرے۔ ساتھ ہی وہ اتنا اضافہ اور کرنا چاہتی ہے کہ جس علاقہ پر حملہ ہوا ہے اس میں گزشتہ چند دنوں سے فوجی کارروائیوں میں اتنی سرعت کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے کہ حکومت ہند کو حفاظت خود اختیاری میں اس بات کا پورا حق حاصل ہوگا کہ وہ کسی وقت بھی ایسی فوجی کارروائیاں کرے جن کے بارے میں وہ یہ سمجھے کہ اب ایسی صورت حال پیدا ہوگئی ہے کہ وہ کارروائیاں ضروری ہیں۔

۱۵۔ حکومت ہند کو نہایت افسوس ہے کہ اس کے اور پاکستان کے تعلقات میں ایک زبردست پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ پاکستان پڑوسی ہے بلکہ حالیہ علیحدگی کے باوجود ہندستان اور پاکستان کے بہت سے مشترک رشتے اور بہت سے مشترک مفاد بھی ہیں۔ ہندستان کی اس سے بڑھ کر اور کوئی دلی خواہش نہیں کہ پڑوسی ریاست کے ساتھ اُس کے تعلقات گہرے اور پائدار رہیں۔ امن وامان دونوں ریاستوں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ساری دنیا کے مفاد میں ہے۔ حکومت ہند نے اس مخلصانہ اُمید کے ساتھ حفاظتی کونسل سے رجوع کیا ہے کہ کونسل کے بر وقت اقدام سے امن وامان برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

حکومت ہند نے فروری ۱۹۴۸ء میں جموں اور کشمیر کے مسئلہ پر ایک قرطاس ابیض جاری کیا جسمیں واقعات سے متعلق معلومات فراہم کیں اور ان کے ثبوت میں ضروری دستاویزات بھی شامل کئے۔ قرطاس ابیض میں اس بات پر دوبارہ زور دیا گیا ہے کہ کشمیر میں کارروائیاں شروع کرنے میں ہندستان کا مقصد یہ ہے کہ " اس بات کا پوری طرح اطمینان کرلیا جائے کہ عوام سرحد اُس پار کے ان قبائلیوں اور دوسرے لوگوں کے جبر اور دباؤ سے جنھیں کشمیر میں موجود رہنے کا کوئی حق نہیں ہے ووٹ نہ دیں "۔

وہ قراردادیں جو متحدہ اقوام کی حفاظتی کونسل نے منظور کیں

(۱) قرارداد مورخہ ۱۷ر جنوری سنہ ۱۹۴۸ء

حفاظتی کونسل کشمیر کی صورت حال پر ہندستان اور پاکستان کی حکومتوں کے نمایندوں کے بیانات سننے کے بعد اور صورت حال کی فوری اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے نیز اس تار کو جو اس کے صدر نے ۶ر جنوری کو دونوں فریق کو بھیجا تھا اور ان کے جوابات کو جس میں دونوں نے اپنے اس ارادہ کا ادعا کیا ہے کہ وہ منشور کی پابندی کریں گے پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت ہند اور حکومت پاکستان دونوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ فوراً ایسے ممکن اقدامات کریں (جن میں دونوں مملکتوں کے باشندوں سے عام اپیل شامل ہے) جن سے صورت حال بہتر ہو سکے اور ایسے بیانات دینے اور ایسی کوئی کارروائی کرنے ایسی کسی کارروائی کا باعث بننے یا ایسی کارروائی کی اجازت دینے سے احتراز کریں جس سے صورت حال کے خراب ہونے کا امکان ہو اور دونوں حکومتوں سے یہ بھی درخواست کرتی ہے کہ اس دوران میں جبکہ یہ مسئلہ کونسل کے زیر غور ہے اگر صورت حال میں کوئی اہم تبدیلی ہوتی ہے یا دونوں میں سے کسی کو محسوس ہوتا ہے کہ ایسی تبدیلی رونما ہونیوالی ہے تو وہ اس سے کونسل کو فوراً مطلع کریں اور اس پر کونسل سے مشورہ لیں۔

(۲) قرارداد مورخہ ۲۰ر جنوری سنہ ۱۹۴۸

حفاظتی کونسل یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ کسی تنازعہ یا کسی صورت حال کی، جس کے قائم رہنے سے اندرونی امن و امان اور تحفظ کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، تحقیقات کر سکتی ہے نیز یہ کہ ہندستان اور پاکستان کے درمیان موجودہ صورت حال کے پیش نظر اس طرح کی تحقیقات کی فوری ضرورت ہے حسب ذیل قراردادیں منظور کرتی ہے۔

(الف) اس قرارداد کی رو سے حفاظتی کونسل کا ایک کمیشن مقرر کیا جاتا ہے جو متحدہ اقوام کے تین ممبران کے نمایندوں پر مشتمل ہوگا جن میں سے ایک ہندستان منتخب کرے گا، ایک پاکستان منتخب کرے گا اور تیسرے کا تقرر یہ دونوں منتخب نمایندے کریں گے۔

(ب) کمیشن جس قدر جلد ممکن ہوگا موقع پر پہنچے گا۔ یہ حفاظتی کونسل کے اقتدار کے ماتحت

اور اس کی ہدایات کے مطابق جو اُسے کونسل سے ملیں کام کرے گا۔ یہ کونسل کو اپنی سرگرمیوں نیز تازہ ترین صورت حال سے برابر باخبر رکھے گا۔

یہ کونسل کو برابر رپورٹ دے گا اور اس کے سامنے وہ نتائج جو کمیشن اخذ کرے نیز اپنی تجویزیں پیش کرے گا۔

(ج) کمیشن کو دُہرے فرائض تفویض ہوں گے۔ ایک یہ کہ منشور کی دفعہ ۳۴ کے بموجب اُمور کی تحقیقات کرے گا۔ دوسرے یہ کہ حفاظتی کونسل کے کام میں خلل انداز ہوئے بغیر ایسے مصالحانہ اثرات سے کام لے گا جن سے ان ہدایات پر، جو اسے حفاظتی کونسل سے ملیں، عملدرآمد میں دشواریوں کو دور کرنے میں مدد ملے اور یہ رپورٹ دے گا کہ حفاظتی کونسل کے مشورے اور ہدایات پر کس حد تک عملدرآمد کیا گیا ہے۔

(د) کمیشن فقرہ (ج) میں مذکورہ فرائض انجام دے گا اولاً ریاست جموں و کشمیر کی اس صورت حال کے بارے میں جو حفاظتی کونسل کے صدر کے نام ہندستانی نمایندے کے خط مورخہ یکم جنوری ۱۹۴۸ء میں اور سکریٹری جنرل کے نام پاکستان کے وزیر اُمور خارجہ کے خط مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء میں بیان کی گئی ہے اور ثانیاً حفاظتی کونسل کی ہدایت پر ان دوسرے حالات کے بارے میں جو سکریٹری جنرل کے نام پاکستان کے وزیر امور خارجہ کے خط مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۸ء میں تحریر کیے گئے ہیں۔

(ہ) کمیشن کثرت رائے سے فیصلہ کرے گا۔ وہ اپنا طریق کار خود معین کرے گا۔ کمیشن اپنے ممبران، متبادل ممبران، ان کے معاونین اور اپنے عملہ کو ایسے فرائض تفویض کر سکتا ہے جن پر عملدرآمد کرنے سے اس کے مشن کی تکمیل ہو اور نتائج تک پہنچنے میں اسے مدد ملے۔

(و) کمیشن، اس کے ممبران، متبادل ممبران، ان کے معاونین اور اس کے اراکین علٰحدہ علٰحدہ یا ایک ساتھ ان مقامات کا سفر کرنے کے مجاز ہوں گے جہاں انھیں اپنے فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں جانا ضروری ہو اور خاصکر ایسے علاقوں میں سفر کرنے کے مجاز ہوں گے جہاں وہ واقعات رونما ہو رہے ہیں جو حفاظتی کونسل کے زیر غور ہیں۔

(ز) متحدہ اقوام کے سکریٹری جنرل کمیشن کو ایسے اراکین مہیا کریں گے اور ایسی مدد دیں گے جو اس کے خیال میں ضروری ہوں۔

(۳) قرارداد مورخہ ۲۱ راپریل ۱۹۴۸ء

حفاظتی کونسل نے ریاست جموں وکشمیر کے تنازعہ سے متعلق حکومت ہند کی عرضداشت پر غور کیا نیز اس کی حمایت میں ہندستان کے نمایندے کی سماعت کی اور اس کے مقابلہ میں پاکستان کے نمایندے کا جواب اور جوابی دعوی بھی سنا۔ چونکہ حفاظتی کونسل کا خیال ہے کہ جموں اور کشمیر میں امن واماں کا جلد از جلد قیام ازحد ضروری ہے اور وہ سمجھتی ہے کہ ہند اور پاکستان کو یہ نبرد آزمائیاں ختم کرنے کی انتہائی کوشش کرنا چاہیئے اس لئے وہ اس امر پر اطمینان ظاہر کرتی ہے کہ ریاست جموں اور کشمیر کے ہند یا پاکستان کے الحاق کے مسئلہ کو ہند اور پاکستان دونوں ایک آزاد اور غیر جانبدار استصواب رائے کے جمہوری طریقے سے طے کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ مانتے ہیں کہ اس تنازعہ کا جاری رہنا بین اقوامی امن اور سلامتی کے لئے خطرناک ہوسکتا ہے اور وہ کونسل کی قرارداد مورخہ ۱۷ رجنوری کی توثیق کرتی ہے اور یہ تجویز کرتی ہے کہ جو کمیشن کونسل کی قرارداد مورخہ ۲۰ رجنوری ۱۹۴۸ء کی رو سے مقرر ہوا ہے اس کی رکنیت پانچ تک بڑھادی جائے۔ اور اس میں ان نمایندوں کے علاوہ جو اس قرارداد میں مذکور ہیں نمائندہ........ اور........ بھی شامل ہوں (ناموں کا انتخاب بعد میں کیا جائے گا) اور یہ کہ اگر اس کمیشن کی رکنیت اس قرارداد کی منظوری کے بعد دس دن کے اندر مکمل نہ ہوئی تو صدر کونسل کو اختیار ہوگا کہ وہ اس پانچ کی رکنیت کو پورا کرنے کے لئے متحدہ اقوام کے دوسرے ممبروں کو متعین کرے۔

حفاظتی کونسل کمیشن کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ ہند کے برّ اعظم کو فوراً روانہ ہو اور وہاں اپنی خدمات نیز ثالثی کوششیں ہند اور پاکستان کی حکومتوں کو پیش کرے جس کا مقصد دونوں حکومتوں کو امن واماں کی بحالی کی تدبیروں نیز اس استصواب رائے کے انتظام میں سہولتیں پہنچانا ہے جو فریقین اور کمیشن کے تعاون سے کیا جائے گا۔ حفاظتی کونسل کمیشن کو مزید ہدایت کرتی ہے کہ وہ کونسل کو ان اقدامات سے مطلع کرتی رہے جو اس مقصد کے لئے اور اس قرارداد کے ماتحت کئے جائیں۔

حفاظتی کونسل ہند اور پاکستان کی حکومتوں سے حسب ذیل اقدامات کے بارے میں سفارش کرتی ہے اس لئے کہ کونسل کے خیال میں یہ اقدامات سلسلۂ جنگ کو روکنے اور وہ معقول حالات پیدا کرنے کے لئے مناسب ہیں جن میں ایک آزاد اور غیر جانبدار استصواب رائے پر طے کرنے کے لئے کیا جاسکے کہ ریاست جموں وکشمیر ہندستان سے الحاق کرے یا پاکستان سے۔

(الف) امن وامان کی بحالی: اوّلاً حکومت پاکستان کو حسب ذیل کے لئے اپنی تمام تر کوششیں صرف کرنا چاہئے۔

(ا) ریاست جموں وکشمیر سے ایسے قبائلیوں اور پاکستانیوں کی واپسی جو وہاں کے عام باشندے نہیں ہیں اور صرف لڑنے کی غرض سے ریاست میں در آئے ہیں اور اس بات کا انسداد کہ نہ ایسے عناصر ریاست میں داخل ہوں اور نہ ان کو جو ریاست میں جنگ کر رہے ہیں کوئی مادی اعانت ملے۔

(ب) تمام متعلقہ لوگوں کو اس بات سے آگاہ کرنا کہ ان اقدامات کی رو سے جو اس پیراگراف اور بعد کے پیراگرافوں میں مذکور ہیں، ریاست کی تمام رعایا کو بلا امتیاز اس کے کہ وہ کس عقیدے، ذات یا جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اپنے خیالات کے اظہار اور الحاق ریاست کے مسئلہ پر ووٹ دینے کی مکمل آزادی ہوگی اور اس لئے ان کو امن وامان کے قیام میں اشتراک کرنا چاہئے۔

ثانیاً جب کمیشن کی نظر میں، جو کونسل کی قرارداد مورخہ ۲۰ جنوری کے مطابق قائم ہوا ہے، یہ بات خاطر خواہ مسلم ہو جائے کہ قبائلی واپس جا رہے ہیں اور یہ کہ جنگ بند کرنے کے انتظامات پر عمل ہو رہا ہے تو حکومت ہند کو چاہئے کہ (الف) وہ کمیشن کے مشورے سے اپنی فوجوں کو جموں اور کشمیر سے واپس بلانے اور ان کی تعداد کو بتدریج اس حد تک گھٹانے کے پلان پر عمل کرے جس حد تک کہ وہ امن وامان کے قیام میں غیر فوجی طاقت کو مدد دینے کے لئے ضروری ہیں۔

(ب) اس بات سے باخبر رکھے کہ یہ واپسی منزل بہ منزل عمل میں آ رہی ہے اور یہ کہ کس حد تک تخلیہ مکمل ہو چکا ہے۔

(ج) جب ہندستانی فوجیں اس حد تک گھٹائی جا چکیں جس حد تک کہ (الف) میں مذکور ہے تو بقیہ فوجوں کو کمیشن کے مشورے سے حسب ذیل اصولوں کے مطابق تعینات کرنے کا انتظام کرے۔

(۱) یہ کہ فوجوں کی موجودگی سے ریاست کے باشندوں کے لئے کسی قسم کا خطرہ یا خطرہ کا امکان نہ پیدا ہو۔

(۲) یہ کہ ہر ادنیٰ علاقوں میں ان کی کم سے کم تعداد باقی رکھی جائے۔

(۳) یہ کہ زررو فوجی جو مجموعی تعداد میں شامل سمجھے جا سکتے ہیں اپنے موجودہ مستقر کے

علاقے میں رکھے جائیں۔

تیسرے حکومت ہند کو یہ ماننا چاہئے کہ جب تک کہ نظام استصواب رائے، جس کا ذکر آگے آئے گا، ریاست کی اس فوج اور پولیس کی نگرانی اور ہدایت جو پیرا ۲ میں مذکور ہے، اپنے ہاتھ میں لے لینا ضروری نہیں سمجھتا اس وقت تک یہ فوج اور پولیس انہی علاقوں میں رہیگی جو ناظم استصواب رائے سے طے پائیں گے۔

چوتھے جب پیرا ۲ (الف) میں مذکورہ پلان پر عملدرآمد شروع ہو جائے تو جہاں تک ممکن ہو وہ تمام لوگ جو مقامی طور پر ہر ضلع میں بھرتی کئے گئے تھے اقلیت کے مناسب تحفظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے بحالی امن وامان اور استقرار نظم وضبط کے لئے استعمال کئے جائیں اور یہ کہ مزید بھرتی نظام استصواب رائے کی، جس کا ذکر پیرا ۷ میں کیا گیا ہے، تابع ہوگی۔

پانچویں اگر یہ مقامی طاقتیں ناکافی ثابت ہوں تو کمیشن کو ہند اور پاکستان کی ہر دو حکومت کی منظوری کے ساتھ کسی ایک ڈومی نین کی اتنی طاقت کے استعمال کا انتظام کرنا چاہئے جو اطمینان خاطر کے مقصد کے لئے کافی سمجھی جائے۔

چھٹے حکومت ہند کو یہ ذمہ داری لینا چاہئے کہ ریاست کی حکومت بڑی بڑی سیاسی جماعتوں کو اس مقصد سے دعوت دے گی کہ وہ ایسے ذمہ دار نمائندوں کو متعین کریں جو اس زمانہ میں جبکہ استصواب رائے کی تیاری کی جا رہی ہو اور استصواب رائے کیا جا رہا ہو وزارتی سطح پر نظم ونسق کا بار اُٹھانے میں پوری طرح اور برابر کا حصہ لیں۔

ساتویں حکومت ہند کو یہ ذمہ داری لینا چاہئے کہ ریاست کے ہند یا پاکستان سے الحاق کے مسئلہ پر جتنی جلد ممکن ہو جموں اور کشمیر میں نظام استصواب رائے قائم کیا جائے گا۔

آٹھویں حکومت ہند کو یہ ذمہ داری لینا چاہئے کہ ریاست کی طرف سے نظام استصواب رائے کو وہ اختیارات تفویض کر دیئے جائیں گے جو موخر الذکر کو ایک آزاد اور غیر جانبدار استصواب کے لئے ضروری معلوم ہوں اور ان میں اس مقصد کے لئے صرف ریاست کی فوج اور پولیس کی نگرانی اور ہدایت شامل ہوگی۔

نویں حکومت ہند کو نظام استصواب رائے کی درخواست پر ہندستانی فوجوں سے اتنی اعانت کرنی چاہئے جتنی کہ نظام استصواب رائے کو اپنے فرائض منصبی پورے کرنے کے لئے ضروری معلوم ہو۔

دسویں (الف) حکومت ہند کو اس بات سے اتفاق کرنا چاہئے کہ ناظم استصواب رائے متحدہ اقوام کے سکریٹری جنرل کا نامزد مقرر کیا جائے گا۔

(ب) ناظم استصواب رائے کو، ریاست جموں و کشمیر کے ایک افسر کی حیثیت سے یہ اختیار ہونا چاہیئے کہ وہ استصواب رائے کے ضوابط کی تیاری کے لئے اپنے معاونوں اور ماتحتوں کو نامزد کر سکے۔ یہ نامزدگان باضابطہ جموں و کشمیر کی طرف سے مقرر کئے جائیں اور یہ ضوابط نافذ کئے جائیں۔

(ج) حکومت ہند کو یہ ذمہ داری لینا چاہئے کہ حکومت جموں و کشمیر پوری پوری استعداد رکھنے والے اشخاص کو، جنھیں ناظم استصواب نے نامزد کیا ہو، ریاست کے نظام عدالت میں اسپیشل مجسٹریٹ کی حیثیت سے ایسے مقدمات کی سماعت کے لئے مقرر کرے گی جو ناظم استصواب رائے کے خیال میں ایک آزادانہ اور غیر جانبدار استصواب رائے کی تیاری اور عمل کے سلسلے میں خاص اہمیت رکھتے ہوں۔

(د) ناظم کے شرائط خدمات حکومت ہند اور متحدہ اقوام کے سکریٹری جنرل کے مابین ایک جداگانہ مفاہمت کا موضوع سمجھے جائیں گے اور ناظم ہی اپنے معاونوں اور ماتحتوں کے شرائط خدمات کا تعین کرے گا۔

(ہ) ناظم کو یہ حق ہونا چاہئے کہ وہ ریاست کی حکومت اور حفاظتی کونسل کے کمیشن سے براہ راست اور کمیشن کی وساطت سے حفاظتی کونسل نیز ہند اور پاکستان کی حکومتوں اور ان کے کمیشن کے نمائندوں سے مراسلت کر سکے۔

اگر ایسے کوئی حالات پیدا ہوں جو ناظم استصواب کی رائے میں آزادئ استصواب میں خلل انداز ہو سکتے ہوں تو ناظم کا فرض ہوگا کہ وہ ایسے حالات کی اطلاع مذکورہ بالا میں سے کسی ایک یا سب کو (اسکا فیصلہ وہ اپنے اختیار تمیزی سے کرے گا) دے۔

گیارہویں حکومت ہند کو یہ یقین دلانا چاہئے کہ وہ ہر اس خطرے، دباؤ یا دھمکی رشوت یا دوسرے ناجائز اثرات کو جو استصواب رائے میں ووٹ دینے والوں پر ڈالے جائیں، خود روکے گی اور اس کے روکنے میں ناظم نیز اس کے عملے کی پوری مدد کرے گی، اور حکومت ہند کو یہ اعلان کرنا چاہئے اور حکومت ریاست سے یہ اعلان کرانا چاہئے کہ یہ یقین دہانی ایک بین اقوامی ذمہ داری ہے جو جموں اور کشمیر کے تمام افسروں اور دوسرے سرکاری لوگوں

پر عائد ہوتی ہے۔

بارہویں حکومت ہند کو خود نیز ریاست کی حکومت کی وساطت سے یہ اعلان کرنا چاہئے کہ ریاست جموں وکشمیر کی ساری رعایا بلا امتیاز مذہب، ملت یا جماعت محفوظ رہے گی اور ریاست کے الحاق کے مسئلہ پر اپنے اظہار خیال میں آزاد رہے گی اور یہ کہ آزادیٔ تحریر، تقریر، اجتماع اور سفر جس میں جائز طور پر ریاست میں آنا اور ریاست سے باہر جانا بھی شامل ہے، سب کو حاصل رہے گی۔

تیرہویں حکومت ہند کو اس بات کی انتہائی کوشش کرنا چاہئے نیز حکومت ریاست سے یہ کوشش کرانا چاہئے کہ وہ تمام ہندستانی، علاوہ ان کے جو وہاں پہلے سے ساکن ہیں یا ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو یا اس کے بعد سے کسی جائز مقصد کے لئے ریاست میں داخل ہوئے ہیں، واپس جائیں

چودہویں حکومت ہند کو یہ یقین دلانا چاہئے کہ حکومت ریاست تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیگی اور حسب ذیل کے لئے تمام امکانی اقدامات کرے گی:

(الف) ریاست کے وہ تمام شہری جو فسادات کی وجہ سے چلے گئے تھے بلائے جائیں اور ان کو اس بات کی آزادی دیجائے کہ وہ اپنے گھروں کو واپس جاسکیں اور ریاست کے شہری کی حیثیت سے اپنے حقوق سے فائدہ اُٹھاسکیں۔

(ب) کسی پر جبر و تشدد نہ کیا جائے اور ریاست کے تمام حصوں میں اقلیتوں کی مناسب حفاظت کی جائے۔

پندرہویں حفاظتی کونسل کے کمیشن کو استصواب رائے کے خاتمے پر کونسل کو یہ اطمینان دلانا چاہئے کہ آیا استصواب رائے واقعی طور پر آزاد اور غیر جانبدار رہا کہ نہیں۔

سولہویں حکومت ہند اور حکومت پاکستان دونوں کو اس بات کی دعوت دی جائے کہ وہ کمیشن سے وابستہ رہنے اور اسے استصواب رائے کے کام میں اس کی ضرورت کے مطابق مدد دینے کے لئے اپنا ایک ایک نمائندہ نامزد کریں۔

سترہویں مذکورہ بالا پیراگرافوں میں جن اقدامات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے جس کے لئے بھی ضروری ہو کمیشن کو جموں اور کشمیر میں اپنے مشاہدین مقرر کرنا چاہئے۔

اٹھارہویں حفاظتی کونسل کے کمیشن کو وہ فرائض انجام دینا چاہئے جو اس قرارداد میں اسے تفویض کئے گئے ہیں۔

(۴) قرارداد مورخہ ۳ رجون ۱۹۴۸ء

حفاظتی کونسل اپنی ۱۷ رجنوری، ۲۰ رجنوری اور ۲۱ راپریل کی قراردادوں کا اعادہ کرتی ہے اور کمیشن کو ہدایت کرتی ہے کہ جو امور اسے ۲۱ راپریل کی قرارداد کی رو سے تفویض ہوئے ہیں ان کی بلحاظ اولیت انجام دہی کے لئے وہ بلا تاخیر علاقہائے متنازعہ کو روانہ ہو جائے۔

اور حفاظتی کونسل، کمیشن کو مزید ہدایت کرتی ہے کہ وہ معاملات کو سمجھے اور کونسل کو رپورٹ کرے۔

حکومت ہند کا پیغام جو متحدہ اقوام کی حفاظتی کونسل کو ۷ رمئی ۱۹۴۸ء کو بھیجا گیا

حکومت ہند کو افسوس ہے کہ اس کے لئے قرارداد (۲۱ راپریل) کے ان حصوں پر عملدرآمد کرنا ممکن نہ ہوگا جن کے خلاف اس کا وفد اپنے اعتراضات صاف طور پر پیش کر چکا ہے اور حکومت ہند اس وفد سے مشاورت کے بعد ان اعتراضات کی پورے طور پر توثیق کرتی ہے۔

اگر کونسل اب بھی اس کمیشن کو بھیجنا چاہتی ہے جو تمہید قرارداد میں مذکور ہے تو حکومت ہند اس سے بخوشی گفتگو کرے گی۔

ضمیمہ ۳

متحدہ اقوام کا کمیشن برائے ہند و پاکستان

۱۳ راگست ۱۹۴۸ء کی تجویز جنگ بندی سے متعلق

دستاویزات

متحدہ اقوام کے کمیشن برائے ہند و پاکستان کا پریس کمیونکے

مورخہ ۶ رستمبر ۱۹۴۸ء

کمیشن کا پہلا اجلاس جنیوا میں ۱۵ رجون ۱۹۴۸ء کو ہوا۔ اس کے بعد سے ۵۵ کامل اور بہت سے غیر رسمی اجلاس ہوئے۔ سوئٹزر لینڈ میں کمیشن نے اپنے قواعد و ضوابط (ضوابط کارروائی) مرتب کئے اور ہند کے برعظیم میں کمیشن کے آنے اور اس کے حلقۂ عمل کے بارے میں ہند اور پاکستان کی حکومتوں سے خط وکتابت کی۔

۷ رجولائی ۱۹۴۸ء کو کمیشن کراچی پہنچا جہاں اس نے حکومت پاکستان سے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ سے سرکاری طور پر تکریمی ملاقاتیں کیں۔ وزیر خارجہ نے ریاست جموں وکشمیر کے حالات کا کچھ پس منظر پیش کیا۔

۱۰ رجولائی کو کمیشن نئی دہلی پہنچا جہاں حکومت ہند کے گورنر جنرل اور وزیر اعظم نے اس کا سواگت کیا۔ کمیشن نے حکومت ہند کے نظریئے کو معلوم کیا اور مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ شروع کر دیا۔

۳۱ رجولائی کو کمیشن کراچی واپس ہوا اور حکومت پاکستان کے نظریئے کو جاننے کے بعد اس نے اپنی ۱۳ راگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد مرتب اور منظور کی۔

۱۴ راگست ۱۹۴۸ء کو کمیشن نے اپنی جنگ بندی اور عارضی سمجھوتہ کی تجویز جو قرارداد مورخہ ۱۳ راگست ۱۹۴۸ء میں شامل تھی دونوں حکومتوں کو ساتھ ساتھ پیش کر دی۔

اس کے بعد ان دونوں حکومتوں کے استفسار پر اس نے اپنی تجویز کی توضیحات اور تصریحات کیں۔

ہند اور پاکستان کی حکومتوں نے کمیشن کی ۱۳ راگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے بارے میں

اپنے اپنے جوابات پیش کئے ہیں۔

کمیشن ان دونوں حکومتوں کے جوابوں کا غائر نظر سے مطالعہ کر رہا ہے اور امید کرتا ہے کہ ــــ بشرطیکہ یہ پسندیدہ سمجھا جائے ــــ وہ ان دونوں حکومتوں کے مابین مفاہمت کی کوشش جاری رکھے گا۔ پھر بھی اسے اپنی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد پر فوری عملدرآمد کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اب کمیشن اپنی ۱۳ اگست کی قرارداد اور اس تمام خط و کتابت کو جو ان دونوں حکومتوں سے ہوتی رہی ہے پبلک کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

قرارداد مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء

متحدہ اقوام کا کمیشن برائے ہندو پاکستان

ریاست جموں و کشمیر کی صورت حال کے بارے میں ہندو پاکستان کے نمائندوں کے نقطہ ہائے نظر پر پوری توجہ سے غور کرنے کے بعد اور

یہ رائے رکھتے ہوئے کہ جارحانہ کارروائیوں کا جلد از جلد بند ہونا اور ان حالات کا سدھرنا جن کا قیام بین اقوامی امن اور سلامتی کے لئے خطرناک ہو سکتا ہے اس کی ان تدابیر پر عملدرآمد کے لئے لازمی ہے جو اس سلسلے میں ہند اور پاکستان کی حکومتوں کے مابین ایک مختتم سمجھوتہ کرنے کے لئے کی جا رہی ہیں تجویز کرتا ہے کہ حسب ذیل قرارداد ہند اور پاکستان کی حکومتوں کے سامنے ایک ساتھ پیش کی جائے:۔

حصہ اول

جنگ بندی کا حکم

الف۔ ہند اور پاکستان کی حکومتیں اس بات پر راضی ہیں کہ جس دن یہ تجویز یں دونوں حکومتیں مان لیں گی اس کے چار دن کے اندر ہی ان کے ہائی کمان کسی قریب ترین قابل عمل تاریخ یا تاریخوں میں جو آپس کی مفاہمت سے طے پائیں گی، ریاست جموں و کشمیر میں اپنی اپنی زیر کمان فوجوں کو الگ الگ اور ایک ساتھ جنگ بندی کا حکم دیں گے۔

ب۔ ہند اور پاکستان کی فوجوں کے ہائی کمان اس بات پر راضی ہیں کہ وہ ایسے اقدامات سے اجتناب

کریں گے جن سے ان فوجوں کی طاقت بڑھ سکے گی جو ریاست جموں وکشمیر میں ان کی زیر کماں ہیں (ان تجویزوں کے مقصد کے لئے" ان کی زیر کمان فوجوں میں وہ تمام منظم اور غیر منظم فوجیں شامل سمجھی جائیں گی جو ان کی اُن کی طرف سے لڑ رہی ہیں یا جارحانہ کارروائیوں میں حصہ لے رہی ہیں"

(ج) ہند و پاکستان کے کمانڈر انچیف فوجوں کی موجودہ تقسیم و ترتیب میں ایسی مقامی تبدیلیاں کرنے کے لئے جن سے جنگ بندی میں سہولت ہو ایک دوسرے سے جلد از جلد صلاح کریں گے۔

(د) اپنے اختیار تمیزی کو استعمال کرتے اور قابل عمل پہلو پر نظر رکھتے ہوئے کمیشن فوجی مشاہدین مقرر کرے گا جو کمیشن کی ماتحتی میں اور دونوں کمانوں کے اشتراک عمل کے ساتھ جنگ بندی کے حکم کی تعمیل کی نگرانی کریں گے۔

(ہ) ہند اور پاکستان کی حکومتیں اس بات پر راضی ہیں کہ وہ اپنے عوام سے ایسا ماحول پیدا کرنے اور قائم رکھنے میں مدد دینے کی اپیل کریں گی جو مزید سمجھوتے کے لئے مفید ثابت ہو۔

حصۂ دوم

عارضی صلح نامہ

جارحانہ کارروائیوں کے فوری اختتام کی تجویز کو منظور کرنے کے ساتھ ساتھ، جس کا بیان حصہ اوّل میں کیا گیا ہے، دونوں حکومتیں ایک عارضی صلحنامہ مرتب کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اصولوں کو بطور بنیاد تسلیم کرتی ہیں جن کی تفصیلات دونوں حکومتوں کے نمائندوں اور کمیشن کے مابین مذاکرات کے ذریعہ طے کی جائیں گی۔

الف - ۱ - حکومت پاکستان نے حفاظتی کونسل کے سامنے صورت حال کے متعلق جو بیان دیا تھا اس کے بعد سے چونکہ جموں وکشمیر میں پاکستانی فوجوں کی موجودگی نے اس صورت حال میں نمایاں تبدیلی کر دی ہے، اس لئے حکومت پاکستان ریاست سے اپنی فوجیں ہٹا لینے پر رضامندی کا اظہار کرتی ہے۔

۲ - حکومت پاکستان ریاست جموں وکشمیر سے ان قبائلیوں اور پاکستانیوں کو ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کرے گی جو عام طور سے ریاست کے باشندے نہیں ہیں اور جنگ کی غرض سے ریاست میں داخل ہو گئے ہیں۔

۳ - جب تک اس مسئلہ کا کوئی قطعی حل نہیں نکلتا اس وقت تک مقامی حکام کمیشن کی زیر

نگرانی، اس علاقہ کا انتظام کریں گے جس کا پاکستانی فوجیں تخلیہ کریں گی۔

ب۔ ۱۔ حکومت ہند اس امر پر رضامند ہے کہ جب کمیشن اسے یہ مطلع کرے گا کہ قبائلی اور پاکستانی جن کا حصہ ۲ کے الف ۲ میں حوالہ دیا گیا ہے، واپس چلے گئے ہیں اور اس اقدام سے وہ صورت حال ختم ہو گئی ہے جس کے متعلق حکومت ہند نے حفاظتی کونسل کے سامنے یہ بیان دیا تھا کہ ریاست جموں و کشمیر میں ہندستانی فوجوں کی موجودگی کا باعث یہی صورت حال ہے، نیز یہ کہ جب کمیشن اسے یہ مطلع کرے گا کہ ریاست جموں و کشمیر سے پاکستانی فوجیں ہٹائی جا رہی ہیں، اس وقت حکومت ہند اپنی فوجوں کا بیشتر حصہ منزل بہ منزل جو کمیشن کے اتفاق رائے سے طے ہو گی ریاست مذکور سے ہٹانا شروع کر دے گی۔

۲۔ جب تک کہ ریاست جموں و کشمیر کی صورت حال کے متعلق قطعی سمجھوتہ کے شرائط منظور نہ ہو جائیں اس وقت تک حکومت ہند جنگ بندی کے وقت جو حدود تھے ان کے اندر اپنی فوجوں کا وہ حصہ بدستور تعینات رکھے گی جو کمیشن کے اتفاق رائے سے امن عامہ کو برقرار رکھنے میں مقامی حکام کی مدد کے لئے ضروری سمجھا جائے۔

۳۔ حکومت ہند اس امر کی ضمانت کرے گی کہ ریاست جموں و کشمیر کی حکومت وہ تمام امکانی اقدامات کرے گی جن سے یہ امر ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ امن عامہ برقرار رکھا جائیگا اور تمام انسانی اور سیاسی حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

ج۔ ۱۔ دستخط ہو جانے کے بعد عارضی صلحنامہ کا متن یا ایک سرکاری اعلانیہ جس میں اس کے وہ تمام اصول درج ہوں گے جن پر ہر دو حکومتوں اور کمیشن کو اتفاق ہو گا، عوام کی اطلاع کے لئے شائع کر دیا جائے گا۔

حصۂ سوم

حکومت ہند اور حکومت پاکستان اپنی اس خواہش کی تجدید کرتی ہیں کہ ریاست جموں و کشمیر کی آئندہ حیثیت عوام کی مرضی کے مطابق متعین کی جائے گی اور اسی مقصد سے دونوں حکومتیں اس امر پر رضامند ہیں کہ عارضی صلحنامہ ہو جانے کے بعد وہ ایسے معقول اور مناسب شرائط متعین کرنے کے لئے جن سے عوام کا آزادانہ اظہارِ خیال یقینی ہو سکے، کمیشن سے مشورہ کریں گی۔

کمیشن کی قرارداد مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کے جواب میں وزیراعظم ہند کا خط ۲۰ اگست ۱۹۴۸ء جس میں جنگ بندی کی تجویزیں منظور کی گئیں۔

* * * *

۲۔ کمیشن جب پہلے پہل دہلی آیا تو اپنے اور کمیشن کے متعدد مذاکرات کے دوران میں ہم نے کمیشن کے سامنے وہ چیزیں پیش کیں جنھیں ہم اس صورت حال کی بنیادی حقیقت سمجھتے تھے جس کے باعث کشمیر میں تصادم شروع ہوا تھا۔ یہ حقیقت وہ ناروا حملہ تھا جو حکومت پاکستان نے پہلے بالواسطہ اور پھر بلا واسطہ، کشمیر کے ہندستانی علاقہ میں کیا تھا۔ اگرچہ ہر شخص کو اس حقیقت کا علم تھا مگر حکومت پاکستان نے اس سے انکار کیا۔ حال میں چند مہینوں کے اندر پاکستان کی باقاعدہ فوج کے بہت سے سپاہی کشمیر کے ہندستانی علاقہ میں پھر داخل ہو گئے اور اس ہندستانی فوج کے خلاف نبرد آزما ہوئے جو ریاست کے دفاع کے لیے وہاں بھیجی گئی تھی۔ اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان نے اسے تسلیم کر لیا ہے مگر اس کے باوجود حکومت پاکستان نے کسی وقت بھی اس حملہ کی کوئی اطلاع حکومت ہند کو نہیں دی۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس بات کی برابر تردید کی جاتی رہی اور حکومت پاکستان حکومت ہند کے متواتر استفسارات کا جواب دینے سے گریز کرتی رہی ہے۔

متحدہ اقوام کی حفاظتی کونسل نے ۱۷ جنوری ۱۹۴۸ء کو جو قرارداد منظور کی تھی اس کے مطابق حکومت پاکستان کو یہ چاہئے تھا کہ وہ ایسی حالت میں جب کہ یہ مسئلہ کونسل کے زیر غور تھا حفاظتی کونسل کو صورت حال میں کسی اہم تبدیلی سے فوراً مطلع کرتی۔ حکومت پاکستان کی باقاعدہ افواج کے بڑے بڑے دستوں کا ریاست میں حملہ کر دینا صورت حال میں ایک اہم تبدیلی کے مترادف تھا مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے، حفاظتی کونسل کو اس کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔

کمیشن اس چیز کو محسوس کرے گا کہ حکومت پاکستان کا یہ رویہ نہ صرف تمام اخلاقی قوانین اور بین اقوامی قانون اور رواج کے خلاف ہے بلکہ اس کی وجہ سے ایک تشویشناک صورت حال بھی پیدا ہو گئی ہے۔ میری حکومت کی یہ دلی خواہش ہے کہ حلقۂ تصادم میں توسیع نہ ہو اور امن برقرار ہو جائے۔ اسی وجہ سے ریاست جموں و کشمیر میں پاکستانی افواج کی مزید مداخلت سے جو نئی صورت حال پیدا ہو گئی ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم نے کوئی کارروائی کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ ہندستان میں کمیشن کی موجودگی کے باعث ہم کو قدرتی طور سے یہ امید

ہو گئی ہے کہ کمیشن جو بھی انتظام کرے گا اس سے موجودہ صورتِ حال کا موثر حل نکلے گا اور مزید حملوں کا انسداد ہو سکے گا۔

۳۔ ۱۸ اگست کو ہماری جو میٹنگ ہوئی تھی اس کے بعد ہم نے کمیشن کی تجویز پر کافی غور کیا ہے۔ اس کے کئی حصے ایسے ہیں جن کے متعلق ہماری یہ خواہش تھی کہ وہ موجودہ شکل میں نہ ہوتے اور صورت حال کے بنیادی حقائق سے جن میں ہند یونین کے علاقہ پر پاکستان کے کھلے ہوئے حملہ کو خصوصیت حاصل ہے، زیادہ ہم آہنگ ہوتے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اگر مزید خونریزی کے بغیر مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے مناسب حالات پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کرنا ہے تو ہمیں فی الحال صرف چند ضروری باتوں پر توجہ کرنا چاہئے اور ان کے متعلق تحفظات حاصل کرنا چاہئے۔ یہی وہ جذبہ ہے جس کے ماتحت میں نے جناب والا کے سامنے حسب ذیل تجویزیں پیش کی تھیں۔

(۱) یہ کہ تجویز کے حصہ دوم کے پیراگراف الف۔۲ کی اس طرح تشریح نہ کی جائے یا اس پر اس طرح عمل درآمد نہ کیا جائے کہ:۔

(الف) پاکستانی فوجیں حکومت جموں و کشمیر کے جس علاقہ کا تخلیہ کریں اس پر حکومت جموں و کشمیر کا اقتدار معرض بحث میں آئے۔

(ب) نام نہاد "آزاد کشمیر حکومت" کو تسلیم کرنے کی گنجائش ہو۔

(ج) عارضی صلح نامہ کے دوران میں ریاست کے مفاد کے خلاف اس علاقہ کو کسی شکل میں منظم کرنے کا موقع ملے۔

(۲) یہ کہ ہمارے نقطۂ نگاہ سے، بیرونی حملہ سے، جس کی وجہ سے گذشتہ دس مہینے کے اندر کشمیر کو اتنے مصائب برداشت کرنا پڑے ہیں، ریاست کا تحفظ انتہائی اہم ہے اور جو اہمیت میں اندرونی امن و امان کے قیام سے کسی طرح کم نہیں، اور یہ کہ اسی لئے ہندستانی فوجوں کا ہٹنا نیز ان کی تعداد جو کشمیر میں باقی رکھی جائے اسی اہم عنصر پر مشروط ہونا چاہئے۔ اس طرح کشمیر میں متعینہ ہندستانی فوجوں کی تعداد اتنی ہونی چاہئے کہ وہ ہر طرح کے بیرونی حملہ کو رد اور اندرونی بدنظمی کو دور کرنے کے لئے کافی ہو۔

(۳) جہاں تک حصہ دوم کا تعلق ہے اگر ریاست کے مستقبل کا فیصلہ استصواب رائے سے کیا جانا طے پائے تو پاکستان کو استصواب رائے کے ادارے اور کارروائی میں یا ریاست کے اندرونی نظم و نسق کے کسی معاملہ میں کوئی حصہ نہ لینا چاہئے۔

۴۔ اگر میں نے آپ کا مطلب صحیح سمجھ لیا ہے تو تجویز کے حصہ دوم کے الف۔۲ کا منشا یہ نہیں ہے کہ جن صورتوں پر ہم نے اس خط کے پیراگراف ۳ (۱) میں اعتراض کیا ہے ان میں سے کوئی صورت بھی پیدا کی جائے۔ درحقیقت آپ نے خود اسے واضح کر دیا ہے کہ کمیشن تخلیہ شدہ علاقوں پر حکومت جموں و کشمیر کے علاوہ کسی اور کا اقتدار تسلیم کرنے کا مجاز نہیں ہے۔

جہاں تک پیراگراف ۳ (۲) کا تعلق ہے کمیشن نے تحفظ کی اہم ضرورت کو تسلیم کر لیا ہے۔ ریاست سے ہندستانی فوجوں کا تخلیہ کب شروع ہوگا، کتنی منزلوں میں عمل میں آئے گا اور ریاست کے اندر ہندستانی فوجیں کس تعداد میں باقی رکھی جائیں گی، یہ وہ مسائل ہیں جو کمیشن اور اور حکومت ہند کے مابین مذاکرات سے طے ہوں گے۔

آخر میں، آپ نے اس امر سے اتفاق کیا ہے کہ حصہ دوم، جس شکل میں کہ وہ تیار کیا گیا ہے، کسی صورت سے یہ تسلیم نہیں کرتا کہ استصواب رائے میں پاکستان کو کسی طرح کا بھی حصہ لینے کا حق ہے۔

۵۔ اس تشریح کے پیشِ نظر میری حکومت نے امن کے بلند مقصد کو ترقی دینے کے پُرخلوص جذبہ کے ماتحت اور اس طرح متحدہ اقوام کی ساکھ اور اصولوں کو برقرار رکھنے کی غرض سے، تجویز کو منظور کرنا طے کیا ہے۔

*　*　*　*

چیرمین کمیشن کا جواب مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۴۸ء

*　*　*　*

کمیشن نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں جناب والا کو اس کی اس رائے سے مطلع کر دوں کہ آپ نے اپنے خط کے پیراگراف ۴ میں تجویز کی جو تشریح کی ہے وہ کمیشن کی تشریح کے مطابق ہے، البتہ یہ ضرور سمجھ لینا چاہئے کہ جہاں تک (۱) (ج) کا تعلق ہے تخلیہ شدہ علاقے کے مقامی باشندوں کو جائز سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی آزادی ہوگی۔ اس سلسلہ میں "تخلیہ شدہ علاقہ" کا مطلب ریاست جموں و کشمیر میں ان علاقوں سے ہے جو اس وقت پاکستان ہائی کمان کے مؤثر کنٹرول میں ہیں۔

کمیشن نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں جناب والا سے اس امر پر کمیشن کے دلی اطمینان کا اظہار کر دوں کہ حکومت ہند نے تجویز کو منظور کر لیا ہے۔ کمیشن اس جذبہ کی تعریف کرتا ہے جس کے

ماتحت یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔

*　　*　　*　　*

چیرمین کمیشن کے نام وزیر اعظم ھند کا خط مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۴۸ء

آپ کو یاد ہوگا کہ ۱۷ اگست کو کمیشن اور اپنے انٹرویو کے دوران میں میں نے ریاست جموں وکشمیر کے شمال میں کم آباد اور پہاڑی علاقوں کی بابت قدرے تفصیل سے گفتگو کی تھی۔ مخالفین کے ان جتھوں کے علاوہ جو ادھر ادھر گھومتے پھرتے ہیں یا بعض ایسے مقامات مثلاً سکردو کے علاوہ جہاں پاکستانی فوجوں کے بے ضابطہ سپاہیوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ بحیثیت مجموعی اس علاقہ پر حکومت جموں وکشمیر کے اقتدار کی نہ کسی نے مخالفت کی ہے اور نہ کوئی اس اقتدار میں خلل انداز ہوا ہے۔ ۱۸ تاریخ کے انٹرویو میں آپ نے اس امر سے اتفاق کیا ہے کہ کمیشن کی تجویز میں اس بڑے علاقہ کے نظم ونسق یا دفاع کے مسئلہ سے بحث نہیں کی گئی ہے ہم چاہتے ہیں کہ پاکستانی افواج اور بے ضابطہ سپاہیوں کے اس علاقے سے نکل جانے کے بعد تخلیہ شدہ علاقہ کے نظم ونسق کی ذمہ داری حکومت جموں وکشمیر کے سپرد کر دی جائے اور دفاع کی ذمہ داری ہمارے سپرد کر دی جائے۔ (ہم صرف گلگت کے استثنار کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں) قبائلیوں کے داخلہ کو روکنے کے لئے جو کسی کا اقتدار نہیں مانتے اور ریاست سے سنٹرل ایشیا تک جانے والے خاص تجارتی راستوں کی حفاظت کرنے کے لئے ہمیں اس علاقہ میں منتخب مقامات پر حفاظتی دستے رکھنے کی آزادی ہونا چاہئے۔

*　　*　　*　　*

وزیر اعظم ھند کے نام چیرمین کمیشن کا خط مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۴۸ء

.... آپ کا خط مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۴۸ء ریاست جموں وکشمیر کے شمال کے پہاڑی نیز ان علاقوں کی بابت جہاں چھدری اور بڑی آبادی ہے۔

میں کمیشن کی مرضی سے اس بات کی توثیق کرتا ہوں کہ اس علاقہ کے مخصوص حالات کی بنا پر، اُس نے اپنی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد میں مسئلہ کے فوجی پہلو کا بالصراحت ذکر نہیں کیا۔ بہر حال اسے یقین ہے کہ اس سوال پر جو آپ نے اپنے خط میں اُٹھایا ہے قرارداد پر عمل درآمد کرتے وقت

غور کیا جا سکتا ہے۔

*　*　*　*

چیرمین کمیشن کے نام پاکستان کے وزیرِ خارجہ و تعلقات دولت مشترکہ کا خط مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۴۸ء بابت استراداد تجاویز جنگ بندی

*　*　*　*

۲۔ کمیشن نے جو تجاویز پیش کی ہیں حکومت پاکستان نے ان پر انتہائی سنجیدگی سے غور کیا لیکن افسوس ہے کہ وہ ان کے بارے میں اس وقت تک اپنی رائے نہیں دے سکتی جب تک کہ متعدد اہم نکات کی وضاحت نہیں ہو جاتی۔ جن امور کے بارے میں مزید توضیح درکار ہے وہ منسلکہ یادداشت میں درج ہیں۔ اگر کمیشن مطلوبہ وضاحت کر سکے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

۳۔ ان تجاویز پر جو کمیشن نے مرتب کی ہیں، اپنی رائے محفوظ رکھتے ہوئے حکومت پاکستان چند باتیں اس زاویۂ نظر کے بارے میں کہنا چاہتی ہے جس سے کمیشن نے جنگ بندی کے مسئلہ کو دیکھا ہے۔ جیسا کہ کمیشن کو معلوم ہے، مندوبین پاکستان نے، کمیشن کے ۳۱ جولائی سے ۱۳ اگست تک کے قیام کراچی میں کمیشن سے اپنے مذاکرہ کے دوران میں یہ خیال پیش کیا تھا کہ جنگ بندی کی تجاویز کو دوسری تمام تجاویز سے مکمل طور پر بے تعلق ہونا چاہیے۔ حکومت پاکستان کے خیال میں عارضی صلح کی تجویزیں، جو قرارداد کمیشن کے حصہ دوم میں شامل ہیں، مسئلہ کشمیر کے مختتم فیصلہ سے اتنی زیادہ وابستہ ہیں کہ ایک دوسرے کو الگ کرنا ممکن ہے۔ یہ بات حفاظتی کونسل کے ممبروں نے، جو ۲۱ اپریل کی قرارداد کے روح رواں ہیں پوری طرح مان لی تھی۔ سینیٹر آسٹن نے بتایا تھا کہ قرارداد میں ایک طرح کی یکسانیت ہے اور اس کے تمام حصے ایک دوسرے سے باہم متعلق ہیں۔ مثلاً قبائلیوں کی واپسی سے متعلق تجویز پر صرف اسی وقت عمل درآمد ہو سکتا ہے جب کہ ریاست کی حکومت کی تشکیل نو اور ایسے حالات پیدا کرنے کے سلسلے میں اطمینان ہو جائے جن میں ہند یا پاکستان سے جموں اور کشمیر کا الحاق ایک آزاد اور غیر جانبدار استصواب رائے کے ذریعہ طے ہو سکتا ہے۔

۴۔ حکومت پاکستان کی سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ جموں اور کشمیر کا مسئلہ صرف دو عملی طریقوں سے حل کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہیں :۔

(۱) خالص اور سیدھی سادی جنگ بندی جیسی کہ کمیشن کی قرارداد کے حصہ اول میں مذکور ہے یا

(۲) جموں اور کشمیر کے سارے مسئلہ کو شروع ہی سے مختتم طور پر حل کرنے کی کوشش کرنا۔

حکومت پاکستان افسوس کے ساتھ محسوس کرتی ہے کہ کمیشن نے پہلی صورت نہیں اختیار کی جس کے نتیجہ میں جنگ آزمائی فوراً بند ہو جاتی اور ایسی فضا پیدا ہو جاتی جو مختتم تصفیہ کے امکانات کو کہیں بہتر بنا دیتی۔ قرارداد کے حلقہ کو حصہ اول سے زیادہ بڑھانے کا لابدی نتیجہ یہ ہوگا کہ سارا تنازعہ معرض بحث میں آجائے گا اور جنگ بندی میں اس وقت تک کے لئے تاخیر ہو جائے گی جبتک کہ سارے مسئلہ کے مختتم فیصلہ پر اتفاق نہیں ہوتا۔

* * * *

قرارداد منظور شدہ ۲۹ ستمبر ۱۹۴۸ء

چونکہ متحدہ اقوام کے کمیشن برائے ہند و پاکستان نے ریاست جموں اور کشمیر کی موجودہ صورت حال پر حفاظتی کونسل کو ایک عبوری رپورٹ دینے کے لئے یورپ جانا طے کر لیا ہے

اس لئے وہ ہند اور پاکستان کی حکومتوں سے یہ اپیل کرنا تجویز کرتا ہے کہ وہ کمیشن کی غیر حاضری میں موجودہ کشیدگی کو اس حد تک کم کرنے کی انتہائی کوشش کریں کہ پُرامن و مختتم فیصلہ کے لئے جس کے بارے میں دونوں حکومتوں نے کہا ہے کہ یہی ان کی دلی خواہش ہے، مزید زمین ہموار ہو جائے۔

دستاویزات متعلق جنگ بندی بتاریخ یکم جنوری ۱۹۴۹ء

کیونیکے موسومہ ۷ جنوری یوم جمعہ

ہند اور پاکستان کی حکومتوں نے متحدہ اقوام کے کمیشن برائے ہند و پاکستان کو مطلع کیا ہے کہ کمیشن نے ریاست کی آئندہ حیثیت متعین کرنے کے لئے ریاست جموں و کشمیر میں استصواب رائے کے جو اصول تجویز کئے ہیں وہ ان کو منظور ہیں۔ یہ اصول کمیشن کی ۱۳ اگست کی قرارداد کے، جس میں

جنگ بندی اور عارضی صلح پیش کی گئی ہے، تتمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کمیشن کی سابق تجاویز پر راضی ہو جانے کے بعد دونوں حکومتوں نے ریاست میں اپنی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو گیارہ بج کر اُنسٹھ منٹ (شب) سے جنگ بند کر دیں۔

ہند اور پاکستان کی حکومتوں نے کشمیر کے مسئلہ پر جس دوستانہ اور پُرامن سمجھوتہ کی کوشش کی ہے وہ قابلِ تعریف ہے نیز جس مستعدی سے دونوں حکومتوں نے جنگ بندی کا اعلان کیا ہے وہ خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے۔

قرار داد مورخہ ۵ر جنوری

ہند اور پاکستان کی حکومتوں سے، ان کے مراسلات مورخہ ۲۳ دسمبر و ۲۵ر دسمبر ۱۹۴۸ء کی وساطت سے، حسب ذیل اصولوں پر، جو کمیشن کی ۱۳ر اگست ۴۸ء کی قرار داد کے تتمہ کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد:۔

(۱) ریاست جموں اور کشمیر کے ہند یا پاکستان سے الحاق کا مسئلہ ایک آزاد اور غیر جانبدار استصواب رائے کے جمہوری طریقہ سے طے کیا جائے گا۔

(۲) استصواب رائے اُس وقت کیا جائے گا جب کمیشن سمجھے گا کہ جنگ بندی اور عارضی صلح کے انتظامات، جو کمیشن کی ۱۳ر اگست ۴۸ء کی قرار داد کے حصہ اول و دوم میں مذکور ہیں، انجام پائے ہیں اور استصواب رائے کے انتظامات مکمل ہو گئے ہیں۔

(۳) (الف) سکریٹری جنرل متحدہ اقوام، کمیشن کے اتفاق سے ایک ایسے شخص کو ناظم استصواب (پلے بسائٹ ایڈمنسٹریٹر) نامزد کریں گے جو اعلیٰ بین اقوامی شہرت اور عام اعتماد کا حامل ہوگا۔ ضابطہ کے طور پر اس کا تقرر جموں و کشمیر کی حکومت کرے گی۔

(ب) ناظم استصواب، ان اختیارات کو جن کو وہ استصواب رائے کے انتظام و انصرام نیز استصواب کی آزادی و غیر جانبداری کے اطمینان کے لئے ضروری سمجھے ریاست جموں و کشمیر سے حاصل کرے گا۔

(ج) ناظم استصواب کو اختیار ہوگا کہ وہ حسب ضرورت عملہ یا معاونین اور شاہدین کا تقرر کرے۔

(۴) (الف) کمیشن کی ۱۳ر اگست ۴۸ء والی قرار داد کے حصۂ اول و دوم پر عمل درآمد کے

بعد اور اس وقت جب کمیشن کو یہ اطمینان ہو جائے کہ ریاست میں پُر امن حالات قائم ہو گئے ہیں کمیشن اور ناظم استصواب حکومت ہند کی مشاورت سے ہند اور ریاست کی مسلح افواج کا آخری بندوبست کریں گے اور اس بندوبست میں ریاست کی سلامتی و استصواب رائے کی آزادی کا پورا خیال رکھا جائے گا۔

(ب) جہاں تک اس علاقہ کا تعلق ہے جس کا ذکر ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرار داد کے حصہ دوم کے فقرہ الف (۲) میں آیا ہے وہاں مسلح فوجوں کا آخری بندوبست، کمیشن اور ناظم استصواب، مقامی حکام کی مشاورت سے کریں گے۔

(۵) استصواب کے عمل اور استصواب کی تیاری میں اندرون ریاست کے تمام شہری اور فوجی حکام نیز ریاست کے خاص خاص سیاسی عناصر کو ناظم استصواب کے ساتھ اشتراک عمل کرنا ہوگا۔

(۶) (الف) ریاست کے ان تمام شہریوں کو جو وہاں سے فسادات کی بنا پر چلے گئے تھے مدعو کیا جائے گا اور وہ واپس آنے اور اپنے تمام حقوق کا استعمال کرنے میں ریاست کے شہریوں کی طرح آزاد ہوں گے۔ اس مراجعت وطن میں آسانیاں پیدا کرنے کے خیال سے دو کمیشن مقرر کئے جائیں گے۔ ایک ہند کے نامزد اشخاص پر مشتمل ہوگا دوسرا پاکستان کے نامزد اشخاص پر۔ یہ کمیشن ناظم استصواب کی ہدایت میں کام کریں گے اور اس شرط کو پورا کرنے کے لئے ہند اور پاکستان کی حکومتیں اور اندرون ریاست جموں و کشمیر کے تمام حکام ناظم استصواب کے ساتھ مل جُل کر کام کریں گے۔

(ب) ان تمام لوگوں کو (بجز ریاست کے شہریوں کے) جو وہاں ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو یا اس کے بعد کسی ایسے مقصد سے آئے ہیں جواز روئے قانون درست نہیں ہے ریاست سے باہر چلا جانا ہوگا۔

(۷) اندرون ریاست جموں و کشمیر کے تمام حکام ناظم استصواب سے اشتراک عمل کرتے ہوئے یہ اطمینان دلائیں گے کہ

(الف) استصواب میں رائے دینے والوں کے لئے نہ کوئی خوف و خطر ہے نہ ان پر

رشوت، دھمکی، دباؤ یا کسی اور طرح کا ناجائز اثر پڑ رہا ہے۔

(ب) ساری ریاست میں جائز سیاسی سرگرمیوں پر کسی طرح کی پابندی نہ لگائی جائے گی۔ ریاست کی ساری رعایا، بلا امتیاز عقیدہ، ذات یا جماعت، اپنی رائے کے اظہار نیز ریاست کے ہند یا پاکستان سے الحاق کے مسئلہ پر آزاد و محفوظ رہے گی ہر شخص کو آزادی تحریر، تقریر، اجتماع اور آزادیٔ سفر حاصل رہے گی جس میں ریاست میں جائز طور پر آنا اور اس کے باہر جانا بھی شامل ہے۔

(ج) تمام سیاسی قیدی رہا کر دیئے گئے ہیں۔

(د) اقلیتوں کو ریاست کے تمام حصوں میں معقول حفاظت میسر ہے۔

(ہ) کسی کو جبر و تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جا رہا ہے۔

(۸) جن مسائل میں ناظم استصواب امداد کی ضرورت محسوس کرے ان میں وہ متحدہ اقوام کے کمیشن برائے ہند و پاکستان کو رجوع کر سکتا ہے اور کمیشن اپنے اختیارِ تمیزی کو استعمال کرتے ہوئے ناظم استصواب کو اس بات کا مجاز کر سکتا ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں میں سے جو کمیشن کی ذمہ داریاں ہیں کسی بھی ذمہ داری کو اُس کی جانب سے انجام دے۔

(۹) اختتام استصواب پر ناظم استصواب کمیشن اور حکومت جموں و کشمیر کو اس کے نتیجے کی رپورٹ کریگا اس کے بعد کمیشن حفاظتی کونسل میں یہ تصدیق پیش کرے گا کہ استصواب رائے آزاد اور غیر جانبدار رہا یا نہیں۔

(۱۰) عارضی صلح کے سمجھوتہ پر دستخط ہو جانے کے بعد اس مشاورت کے ساتھ جو کمیشن کی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے حصہ سوم میں مذکور ہے ان تجویزوں کی تفصیلات طے پائیں گی جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

ہند اور پاکستان کی حکومتوں نے اس سمجھوتے کے بموجب جو کمیشن کی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کی رو سے عمل میں آیا ہے یکم جنوری ۱۹۴۹ء کی شب کو ۱۱ بجکر ۵۹ منٹ پر اپنی فوجوں کو جنگ بندی کا جس مستعدی سے حکم دیا ہے اس کی تعریف کی جاتی ہے اور اس برّاعظم کو مستقبل قریب میں واپس آنا اور ان ذمہ داریوں کو جو ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کی رو سے عائد ہوتی ہیں ان اصولوں کے مطابق انجام دینا تجویز کیا جاتا ہے جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

یادداشت نمبرا

ہزاکسی لنسی ڈاکٹر لوزانو اپنے آلٹرنیٹ مسٹر سمپر اور متحدہ اقوام کے سکریٹری جنرل کے پرسنل نمائندے ہزاکسی لنسی مسٹر کابن کے ہمراہ کل وزیراعظم سے ملے۔ آنریبل شری گوپال سوامی آینگر اور سرجی۔ ایس۔ باجپئی بھی موجود تھے۔ کمیشن کی استصواب رائے کی تجویزوں پر جو مذاکرات ہوئے ان کے دو حصے تھے (۱) عام (۲) خاص جس کا تعلق فرداً فرداً وضاحت سے تھا۔

۲۔ وزیراعظم نے ہندستان کے خلاف پاکستان کے متواتر جارحانہ اقدامات کی جانب توجہ دلائی۔ جموں اور کشمیر میں، جو اب ہندستانی علاقہ ہے، پاکستانی فوجوں کی موجودگی اور پاکستانی فوجوں کی جارحانہ کارروائی کے باوجود حکومت ہند نے کمیشن کی ۱۳ اگست والی قرارداد منظور کر لی تھی۔ پاکستان نے یہ قرارداد نہیں منظور کی تھی۔ کمیشن نے اپنی رپورٹ کے پیرا ۱۴۳ میں اُن شرائط پر وزیراعظم سے مشاورت کا تذکرہ کیا ہے جو حکومت پاکستان نے ۱۳ اگست والی قرارداد کی منظوری کے لئے عائد کئے تھے۔ جیسا کہ رپورٹ کے پیرا ۱۴۱ میں مذکور ہے وزیراعظم نے کمیشن کو مطلع کر دیا تھا کہ وہ اپنی اس ابتدائی شرط پر قائم ہیں کہ حکومت ہند مزید اقدامات پر صرف اسی وقت غور کر سکتی ہے جب پاکستانی فوجیں ریاست سے ہٹالی جائیں۔ یہ ۱۳ اگست والی قرارداد کی ایک توضیح سے خاص تعلق رکھتی تھی۔ اس کے باوجود حکومت ہند نے ان غیر رسمی مذاکرات کے لئے جو پیرس میں ہوئے اپنی منظوری دیدی تھی اور جن کے نتیجہ میں وہ تجاویز مرتب ہوئی تھیں جنھیں اب کمیشن نے پیش کیا ہے۔ قدرتی طور پر حکومت ہند کو حیرت تھی کہ کمیشن کی پیش کردہ تجاویز کو پاکستان کے منظور نہ کرنے اور کمیشن کی تجاویز کے ساتھ حکومت ہند کے ہمدردانہ رویہ کا یہ سلسلہ کب تک قائم رہ سکتا ہے۔ کمیشن کو اس بات کا بخوبی احساس ہونا چاہئے کہ حکومت ہند کے تحمل اور مصالحتی جذبے کی بھی ایک حد تھی۔ وزیراعظم نے اس بات پر زور دیا کہ (۱) اگر حکومت ہند کمیشن کی استصواب رائے کی تجویزوں کو منظور کر بھی لے تو ان پر اس وقت تک کوئی کارروائی نہیں ہو سکتی جب تک کہ کمیشن کی ۱۳ اگست والی قرارداد کے حصہ اول و دوم پر پوری طرح عملدرآمد نہ ہو جائے اگر پاکستان ان تجویزوں کو منظور نہ کرے یا انھیں منظور کر لے اور ۱۳ اگست والی قرارداد کے حصہ اول و دوم کو بروئے کار نہ لائے تو حکومت ہند کی ان تجویزوں کی منظوری کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ کسی شکل میں بھی اس کی پابندی اس پر ہوگی (۳) کمیشن کی ۱۳ اگست والی قرارداد کے حصہ سوم میں

درج ہے کہ ریاست جموں وکشمیر کی آئندہ حیثیت کا تعین وہاں کے باشندوں کی مرضی کے مطابق کیاجائیگا اور اس مقصد کے لئے دونوں حکومتیں اس بات پر رضامند ہیں کہ عارضی سمجھوتے کے منظور ہوجانے پر وہ ایسے معقول اور مساویانہ حالات کے تعین کے لئے کمیشن سے مشاورت کریں گی جن میں اس طرح کا آزادانہ اظہار رائے کیا جاسکے "موجودہ تجویزیں ریاست جموں وکشمیر کے مستقبل کے بارے میں وہاں کے باشندوں کی مرضی کے تعین کے طریقے کو استصواب رائے تک محدود کردیتی ہیں۔ دراں حالے کہ حکومت ہند استصواب رائے کے سلسلے میں اپنی رائے پر قائم تھی، اس نے کہا تھا کہ موجودہ حالات میں کشمیر میں استصواب رائے کی دشواریوں کے پیش نظر وہاں کے باشندوں کی خواہش کے تعین کے لئے دوسرے طریقے بھی تلاش کرنے چاہیئے۔ کمیشن نے خود بھی کشمیر میں استصواب رائے کی دشواریوں کو تسلیم کیا تھا۔ حکومت ہند محسوس کرتی ہے کہ دوسرے طریقوں کی تلاش کو یکسر نظر انداز نہ کرنا دینا چاہیئے۔

۳۔ جہاں تک (۱) کا تعلق ہے، ڈاکٹر لوزانو نے دریافت کیا کہ کیا جبتک ۱۳ر اگست والی قرارداد کے حصہ اول و دوم پر عملدرآمد نہ ہوجائے اس وقت تک ناظم استصواب کی تقرری پر کوئی اعتراض ہوگا۔ ڈاکٹر لوزانو اور مسٹر کالبن دونوں کا خیال تھا کہ استصواب رائے کے انتظامات شروع ہونے سے قبل بھی ناظم استصواب مفید کام انجام دے سکتا ہے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ یوں تو کمیشن کو ہر وقت اس بات کی آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے نکات حوالہ کے حدود کے اندر کارروائیوں کے لئے مشیروں یا ماہرین کے خدمات سے کام لے سکتا ہے لیکن جب تک ۱۳ر اگست والی قرارداد کے حصہ اول و دوم پر عملدرآمد نہ ہوجائے اس وقت تک حکومت ہند کسی ناظم استصواب کی تقرری کو قبل از وقت سمجھے گی۔ ڈاکٹر لوزانو نے (۲) کو تسلیم کرلیا۔ جہاں تک (۳) کا تعلق ہے انھوں نے کہا کہ کمیشن کی خواہش ہے کہ سب سے پہلے استصواب رائے کے امکانات کی چھان بین کی جائے۔ بہر حال اگر ناظم استصواب یہ سمجھتا ہے کہ استصواب رائے ناممکن العمل ہے تو ریاست کی آئندہ حیثیت کے بارے میں جموں وکشمیر کے باشندوں کی آزادانہ رائے معلوم کرنے کی غرض سے دوسرے طریقوں پر غور و خوض کرنے کا راستہ کھلا ہوگا۔

۴۔ ب۔ ۱۔ تمہید۔ ہند اور پاکستان کی حکومتیں ایک ساتھ منظور کرتی ہیں" یہ فقرہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حکومت ان اصولوں کو نہ مان سکے جو ۱۳ر اگست والی قرارداد کے تتمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر دونوں حکومتیں ان کو مانتی بھی ہیں تب بھی ان کا ماننا ایک ساتھ نہیں ہوسکتا اس لئے ان الفاظ کو بدلنا چاہیئے۔

ب ۳ (ب) یہ سوال اٹھایا گیا کہ "ریاست کی پولیس اور فوج کی نگرانی اور ہدایت" کے وہ الفاظ

جو خالصتی کونسل کی ۲۱ر اپریل ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے پیراب ۸ میں استعمال کئے گئے ہیں کیا ان سے ناظم استصواب کو ریاست کے نظم ونسق میں مداخلت کے اختیارات دینا مراد ہے۔ ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ کمیشن کا یہ مقصد نہیں تھا اور مذکورہ بالا الفاظ عمداً حذف کر دئیے گئے تھے۔ وزیراعظم نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ معقول طور پر ناظم استصواب جموں وکشمیر کی حکومت سے صرف اتنی امداد کی توقع کر سکتا ہے جتنی وہ استصواب کے انتظام وانصرام اور استصواب کی آزادی وغیر جانبداری کے اطمینان کے لئے ضروری سمجھے۔ ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ ایک ایسے ناظم استصواب سے، جو بین الاقوامی حیثیت اور عام اعتماد کا مالک ہو اور جو حکومت ہند کے مشورے سے مقرر کیا جائے گا، یہی توقع ہے کہ وہ مناسب طور پر کام کرے گا اور کمیشن یہ نہیں چاہتا کہ وہ نظم ونسق اور امن و امان کے عام معاملات میں ریاست کی حکومت کے اختیارات غصب کرلے۔ اس کے اختیارات اور امور منصبی صرف اس حد تک محدود ہوں گے جس حد تک استصواب رائے کو آزاد اور غیر جانبدار رکھنا ضروری ہے۔

ب ۴ (ب) وزیراعظم نے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ آزاد کشمیر کی فوجوں کی تعداد، جن کو پاکستان نے آراستہ اور مسلح کیا ہے اور جو پاکستانی فوج کی کمان میں ہیں، ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ فوجی خدمات سے سبکدوشی کے بعد بھی ان کی اُن علاقوں میں موجودگی جن کا ذکر ۱۳ر اگست والی قرارداد کے حصہ ۲ کے الف ۳ میں کیا گیا ہے اُس علاقے کے لئے جو ہندستانی اور ریاستی فوجوں کے نظم وضبط میں ہے اور ان بہت سے پناہ گزینوں کے لئے جو واپس آنا چاہیں گے ایک مستقل خطرہ ثابت ہوگی نیز ریاست کی آئندہ حیثیت کے بارے میں ان لوگوں کے اظہار خیال میں مزاحم ہوگی جو ریاست کے پاکستان سے الحاق کے خلاف ہوں گے۔ ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ کمیشن کا مقصد یہ ہے کہ یہ فوجیں ایک بڑے پیمانہ پر فوجی خدمات سے سبکدوش ہو جائیں مگر ان لوگوں سے جو ان علاقوں کے واقعی باشندے ہیں یہ توقع مناسب نہ ہوگی کہ وہ واپس جائیں۔

ب ۶ (الف) ڈاکٹر لوزانو نے اس بات سے اتفاق کیا کہ کمیشن کا مقصد یہ نہیں ہے کہ پاکستان کمیشن بیرون پاکستان کام کرتا رہے۔ پس پاکستان کمیشن ان علاقوں میں کام نہیں کرے گا جن کا ذکر ۱۳ر اگست والی قرارداد کے حصہ ۲ کے الف ۳ میں آیا ہے۔ اس کے بعد وزیراعظم نے ریاست کے ان تمام شہریوں کی "آزادانہ واپسی" کا سوال اُٹھایا جو فسادات کے باعث ریاست سے چلے گئے تھے۔ انھوں نے کہا پاکستان کا میلان طبع یہ ہوگا کہ وہ جتنے لوگوں کو بھی پہنچا سکے جموں اور کشمیر میں پہنچا دے۔ اگر استصواب کو ریاست کے واقعی شہریوں تک محدود رہنا ہے، جیسا کہ اسے رہنا چاہئے تو ان لوگوں

کے داخلہ کی، جو ریاست کے شہری ہونے کا دعویٰ کریں، بڑی احتیاط سے جانچ کرنا ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیسے کیا جائے؟ ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ کمیشن کو اس قسم کی پکی جانچ کی ضرورت کا پورا پورا احساس ہے لیکن وہ اس کی تفصیلات بیں نہیں گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جو لوگ ریاست میں واپس آئیں وہ سرحد پر روکے جائیں اور ان کی جانچ کی جائے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ سرحد کی لمبائی اور اس آسانی کو دیکھتے ہوئے جس آسانی سے لوگ پہاڑی راستوں سے اس پار آسکتے ہیں سرحدی جانچ پڑتال اس وقت تک آسان یا کارگر نہیں ہوسکتی جب تک کہ کافی تعداد میں فوجیں نہ رکھی جائیں۔

داخلہ کے مسئلہ کے علاوہ اس سے بھی اہم ان لوگوں کی بحالی اور حفاظت کا مسئلہ ہے جو حالیہ فسادات کی وجہ سے ریاست کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ مکانات مسمار ہوچکے ہیں جائداد تباہ ہوچکی ہے اور زیر کاشت زمینوں سے لوگ عام طور پر بیدخل کئے جاچکے ہیں اس لئے ان لوگوں کو صرف واپسی کی "دعوت" دینا کافی نہیں ہے۔ ان کی سلامتی کے لئے پورے پورے انتظامات کرنے ہیں، اُن کو مکانات میں بسانا ہے، کھلانا ہے اور ایسی حالت میں لانا ہے کہ یہ اپنی کفالت خود کرسکیں۔ ہوسکتا ہے کہ واپس آنے والے ریاست کے ان شہریوں کو ان کے مکانات تک پہنچانے کے لئے عارضی طور پر کیمپوں میں ٹھہرانا پڑے۔ ظاہر ہے کہ ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ یہ ان امدادی کیمپوں میں عرصے تک رہیں یا انہی کیمپوں سے استصواب رائے میں حصہ لیں۔ اس کام کی اقتصادی اور انتظامی پیچیدگیاں اہم بھی ہیں اور مشقت بھی چاہتی ہیں۔ بہرحال انکی پوری طرح سے خبرگیری کرنا چاہیے۔

ب ۶ (ب) یہ سمجھا جاتا ہے کہ حکومت جموں و کشمیر یہ فیصلہ کرے گی کہ کوئی شخص ریاست میں جائز مقصد کے لئے داخل ہوا ہے یا نہیں۔

ب ۷ (ب) ہندوستان ایک غیر مذہبی ریاست ہے۔ ادارۂ متحدہ اقوام بھی ایک غیر مذہبی ادارہ ہے۔ پاکستان ایک مذہبی ریاست بننا چاہتا ہے۔ مذہبی جذبات سے اپیل کرنے کو ایک جائز قسم کی سیاسی سرگرمی نہیں سمجھا جاسکتا۔ ڈاکٹر لوزانو نے اس بات سے اتفاق کیا کہ کوئی ایسی سیاسی سرگرمی جائز نہیں سمجھی جاسکتی جس سے امن و امان میں خلل پڑسکتا ہو۔ یہی بات آزادیٔ تحریر و تقریر کے سلسلے میں بھی درست سمجھی جائے گی۔

ریاست میں جائز طور پر آنے اور ریاست سے جائز طور پر جانے کی آزادی کو ظاہر ہے کہ تجاویز کے حصہ ب ۶ کا تابع رہنا ہوگا۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو علاقے ان کے نظم و ضبط میں

ہیں وہاں جائز طور پر آنا اور جانا ان قواعد کے ماتحت ہوگا جو حکومت جموں وکشمیر اس مقصد کے لئے ریاست کی سلامتی اور قیام امن وامان کو پیش نظر رکھتے ہوئے وضع کرے۔ ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ غالباً پرمٹ کا طریقہ ضروری ہوگا۔

ب ۷ (ج) جو لوگ معمولی جرم کے مرتکب ہوں گے وہ سیاسی قیدی نہیں سمجھے جائیں گے۔

۵۔ حکومت ہند نے اپنے تمام مذاکرات میں ریاست کی سلامتی کی غیر معمولی ضرورت پر زور دیا ہے۔ کمیشن نے اسے اپنی ۱۳/اگست والی قرارداد میں مان لیا ہے اور انھوں نے تجاویز استصواب کے حصہ ۴ (الف) میں یہ ذکر بھی کردیا ہے کہ ہندستانی اور ریاستی فوجوں کے آخری بندوبست کے بارے میں جو اقدامات کئے جائیں گے وہ ریاست کی سلامتی کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے کئے جائیں گے۔ حکومت ہند اس بات پر زور دینا چاہتی ہے کہ ریاست کی سلامتی ہر قسم کے ہنگامی واتفاقی حالات میں اہم ترین ضرورت ہے۔

یادداشت نمبر ۲

ہز اکسی لنسی ڈاکٹر لوزانو اور ہز اکسی لنسی مسٹر کالبن وزیراعظم سے ملے۔ آنریبل شری این۔ گوپال سوامی آئنگر، سر گرجا شنکر باجپئی اور مسٹر پائی بھی موجود تھے!

۱۔ ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ کانفرنس منعقدہ دوشنبہ ۲۰/دسمبر کی یادداشت، کارروائی کا اک صحیح بیان ہے۔ انھوں نے کہا کہ "بڑے پیمانہ پر غیر مسلح کرنے" کا فقرہ جو آزاد کشمیر کی فوجوں کے بارے میں یادداشت کے اس حصہ میں استعمال کیا گیا ہے جو کمیشن کی تجاویز استصواب کے ب ۴ (ب) سے تعلق رکھتا ہے شاید کمیشن کے مقصد کی صحیح ترجمانی نہیں کرتا۔ کمیشن کے ذہن میں ان کو فوجی خدمات سے سبکدوش کرنا تھا۔ غیر مسلح کرنے کے بارے میں خیال کیا گیا تھا کہ یہ اس کے بعد عمل میں آئے گا۔ وزیراعظم نے کہا کہ فوجی خدمات سے سبکدوش کرنا اور غیر مسلح کرنا ایک ہی چیز نہیں ہے۔ پاکستان نے ۲۰ ہزار سے ۳۰ ہزار تک جوانوں کی تقریباً ۳۵ بٹالینیں بنائی تھیں جو اب آزاد کشمیر فوجوں کا ایک حصہ ہوگئی ہیں۔ مسلح آدمیوں کی اتنی بڑی تعداد کی موجودگی باضابطہ دستوں کے سبکدوش ہوجانے کے بعد بھی نہ جموں اور کشمیر کے اس حصہ کی سلامتی کے لئے جو ہندستانی اور ریاستی فوجوں کے نظم ونسق میں ہے مفید ہوگی اور نہ ان علاقوں کے باشندوں کی سلامتی کے لئے جن کا ذکر ۱۳/اگست والی قرارداد کے حصہ ۲ کے ا (۳) میں آیا ہے، اور جو

پاکستان کے حامی عناصر کے سیاسی خیالات سے اتفاق نہیں کرتے ہیں۔ مزید براں ان علاقوں میں ریاست کے ان شہریوں کے دوبارہ داخلے کے مسئلہ کو بھی ذہن میں رکھنا ہے جو موجودہ تصادم کی وجہ سے انھیں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اگر آزاد کشمیر فوجوں کے مسلح جوان اتنی بڑی تعداد میں موجود رہیں گے تو ان علاقوں کے ان سابق باشندوں کو جن کے سیاسی نظریات مختلف تھے دوبارہ آنے کی ہمت نہیں پڑے گی اور اس طرح وہ ایک "آزاد اور غیر جانبدار" استصواب میں حصہ لینے سے محروم رہیں گے۔ اس توضیح کی روشنی میں ڈاکٹر لوزانو نے مان لیا کہ "بڑے پیمانہ پر غیر مسلح کرنے" کے فقرے کے بارے میں یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کمیشن کے مقصد کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔

۳۔ اس کے بعد مباحثہ کا رخ تجاویز کے حصہ ب ۱۰ کی طرف پھر گیا۔ ڈاکٹر لوزانو نے وزیر اعظم کے ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ کمیشن کے ذہن میں یہ نہیں ہے کہ ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء والی قرارداد کے پہلے اور دوسرے حصے پر عملدرآمد ہونے سے پہلے ہی ناظم استصواب، استصواب کے سلسلہ میں انتظامی اُمور اپنے ہاتھ میں لے لے۔ جب تک ان پر عملدرآمد نہ ہو اس وقت تک وہ حالات ہی نہیں پیدا ہوں گے جن میں ان اُمور کی انجام دہی کی نوبت آئے۔ کمیشن کے ذہن میں یہ بات تھی کہ استصواب کی تفصیلات پر جلد از جلد تبادلہ خیال شروع ہو جائے اس لئے کہ اس سے بحیثیت مجموعی ایک اچھا اثر پڑے گا۔ مسٹر کالبن نے اس خیال کی اس بنیاد پر تائید کی کہ ایک بین اقوامی شخصیت کے ناظم استصواب مقرر کئے جانے کا نفسیاتی طور پر بہت ہی اچھا اثر پڑے گا۔ مسٹر کالبن نے مزید کہا کہ اگر ۱۳ اگست والی قرارداد کے حصہ ۲ کے عملدرآمد میں دشواریاں پیدا ہوں تو ناظم استصواب کے فرائض اور استصواب کے سلسلے کے دوسرے بالتفصیل انتظامات کے سلسلے میں ابتدائی مشوروں کو فی الحال ملتوی رکھنا پڑے گا۔

وزیر اعظم نے جواب دیا کہ کمیشن کی تجاویز کے ماتحت ہند نیز جموں و کشمیر کی حکومتوں کو تو بہت سی ذمہ داریاں لینا پڑ رہی ہیں مگر پاکستان کو عملاً کچھ نہیں۔ ہندستان اور جموں و کشمیر کی حکومتوں سے استصواب کے سلسلے کی یہ ذمہ داریاں پوری کرنے کی اس وقت تک توقع کرنا مناسب نہ ہوگا جب تک اس بات کی شہادت نہ ملے کہ پاکستان ان فرائض کو پورا کر رہا ہے جو اس پر ۱۳ اگست والی قرارداد کے حصہ ۲ کے مطابق عاید ہوتی ہیں۔ مزید براں

جب ایک بار یہ تجاویز مان لی گئیں تو جو چیزیں ناظم استصواب سے گفتگو کے لئے رہ جائیں گی وہ یہ ہوں گی (۱) اس کے فرائض منصبی اور (۲) استصواب کے بالتفصیل انتظامات۔ نمبر ۲ پر کوئی غور و خوض اس وقت تک ناقابل عمل ہوگا جب تک ۱۳ اگست والی قرارداد کے پہلے اور دوسرے حصہ پر عملدرآمد نہ ہو جائے۔ جب تک جنگ بندی کی تعمیل نہ ہو اور پاکستان کی فوجیں، مخالف قبائلی اور وہ پاکستانی واپس نہ جائیں جو ریاست میں جنگ کرنے کے لئے آئے تھے، اس وقت تک ان علاقوں میں جو ۱۳ اگست والی قرارداد کے الف ۳ میں مذکور ہیں کوئی ایسا مقامی اقتدار ہی نہ ہوگا جس سے استصواب کے انتظامات کے بارے میں گفتگو کی جا سکے۔ ب ۹ کی موجودہ لفظی ترکیب سے یہ مفہوم نکالا جا سکتا ہے کہ جیسے ہی عارضی صلح پر دستخط ہوں ویسے ہی ناظم استصواب سے مشاورت شروع ہو جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ مناسب نہیں ہے ڈاکٹر لوزانو اور مسٹر کالبن نے بتایا کہ جس وقت پیراگراف زیر بحث مرتب کیا گیا تھا اُس وقت کمیشن کے ذہن میں یہ باتیں نہیں تھیں۔ ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ کمیشن نے یہ خیال کیا تھا کہ چونکہ وزیر اعظم ہند نے، ان شرائط کے اپنے سامنے پیش کئے جانے کے بعد جو حکومت پاکستان نے ۱۳ اگست والی قرارداد کی اپنی منظوری سے وابستہ رکھے ہیں، کمیشن کو اس بات سے مطلع کر دیا تھا کہ وہ اپنی اس ابتدائی شرط پر قائم ہیں کہ پہلے پاکستان کی فوجیں ریاست سے واپس جائیں اس کے بعد حکومت ہند کسی مزید اقدام پر غور کر سکے گی اس لئے ب ۹ کے سلسلے میں کوئی اقدام اسی وقت مناسب سمجھا جائے گا جبکہ ۱۳ اگست والی قرارداد کے حصہ دوم پر قابل اطمینان حد تک عملدرآمد ہو چکے۔ انھوں نے نیز مسٹر کالبن نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ مشاورت جو ب ۹ میں پیش نظر رکھی گئی ہے اسی وقت عمل میں آ سکتی ہے جب کمیشن کو اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ قرارداد کے حصہ ۲ کے عملدرآمد میں کافی ترقی کی جا چکی ہے یعنی جبکہ یہ معلوم ہو جائے کہ مخالف قبائلی، پاکستان کی فوجیں اور پاکستان کے شہری جو جموں اور کشمیر میں جنگ کرنے کے مقصد سے داخل ہوئے تھے ریاست سے واپس چلے گئے ہیں۔ ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ ب ۹ کا یہی وہ مفہوم ہے جسے انھوں نے کراچی میں حکومت پاکستان کے سامنے پیش کیا۔

۴۔ ڈاکٹر لوزانو نے ناظم استصواب کے جلد از جلد تقرر کی اہمیت پر زور دیا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ ان ابتدائی مراحل کو دیکھتے ہوئے جنھیں سر کرنا ہے ہو سکتا ہے کہ ناظم استصواب کے فائنل تقرر میں تاخیر ہو جائے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ اگر پاکستان موجودہ تجاویز کو مان لیتا ہے اور ان فرائض

کو مستعدی کے ساتھ پورا کرتا ہے جو اس پر ۱۳ر اگست والی قرار داد کے حصہ دوم کی رو سے عائد ہوتے ہیں تو انھیں اس تقرر میں تاخیر کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ جس بات پر انھوں نے زور دینا چاہا وہ یہ تھی کہ ناظم استصواب اس وقت تک ہندستان میں کوئی مفید کام نہیں انجام دے سکتا جبتک کہ قرار داد کے حصہ ۲ پر اس توضیح کے مطابق جو ڈاکٹر لوزانو اور مسٹر کاربن نے اب کی ہے عمل درآمد نہ ہو جائے۔

۵۔ جموں اور کشمیر کی آئندہ حیثیت کے بارے میں رائے عامہ کے تعین کے دوسرے طریقوں کے بارے میں ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ یادداشت مورخہ ۲۱ر دسمبر ۱۹۴۸ء کے پیراگراف ۴ کا بیان اس سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے جو انھوں نے خود قلمبند کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔ "ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ یہ ناظم استصواب کا فعل ہوگا کہ اگر اسے استصواب کا طریقہ کار فنی یا عملی اسباب کی بنا پر ناممکن معلوم ہو تو وہ حفاظتی کونسل کو (کمیشن کی وساطت سے) رپورٹ کرے۔ اسوقت ناظم استصواب اور پاکیشن دوسرے حل تجویز کرسکتا ہے۔"

٦۔ مباحثہ کو ختم کرتے ہوئے وزیر اعظم نے ایک بار پھر ریاست کے ان خانماں برباد شہریوں کی سلامتی کی ضرورت پر زور دیا جو ۱۳ر اگست والی قرار داد کے حصہ ۲ کے الف ۳ میں مذکور علاقے میں واپس آئیں۔ اتنا ہی اہم کام اس علاقے نیز ریاست کے اس حصہ میں واپس آنے والے پناہ گزینوں کی بحالی ہے جو حکومت جموں و کشمیر کے ضبط و نظم میں ہے۔ یہ ہزارہا انسانوں کا معاملہ ہے اور ان پریشان خاطر انسانوں کو ان گھروں میں جو کبھی ان کے اپنے تھے واپس پہنچانے کے زبردست فریضہ کو انجام دینے کے لئے نہ صرف تنظیم اور عملہ کی ضرورت ہوگی بلکہ وقت اور روپیہ بھی درکار ہوگا۔ جب تک یہ کام نہ پورا ہو وہ حالات جن میں اک آزاد اور غیر جانبدار استصواب کیا جاسکے پیدا نہ ہوں گے۔ ڈاکٹر لوزانو نے اس کی اہمیت کو تسلیم کیا اور کہا کہ موجودہ تجاویز کی تفصیلات پر مشاورت کرتے وقت اس معاملہ پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے گا۔
